لکل جعلنا منکم شرعة و منهاجا (القرآن)

زیر سرپرستی
استاذ الاساتذہ مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ
مدیر اعلیٰ
عبد الستار التمیمی
مدیر
حافظ ریاض عاقب اثری

اشاعتِ خاص

تحفظ دیار حرمین شریفین

اظہارِ تشکر

بلادحرمین شریفین بے شمار عظمتوں، برکتوں اور فضیلتوں کے حامل ہیں۔ یہ بلادمقدسہ حرمت والے اور قابل احترام ہیں۔ اہل اسلام کے دینی وایمانی اور روحانی مراکز ہیں۔ یہ امن وسلامتی کے مقامات ہیں آج عالم کفران کے امن وامان کو تاراج کرنے کے خطرناک عزائم رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں کفر کے اماموں نے یمن کے حوثی باغیوں کی پشت پناہی کی اور ان کے ذریعہ مبارک سرزمین یمن کے حالات کو تباہ وبرباد کیا ان کا اصل حدف بلادحرمین شریفین تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سعودی عرب کے حاکم جلالۃ الملک شاہ سلمان بن عبدالعزیز حفظہ اللہ کو حکیمانہ وبصیرانہ فیصلہ کرنے کی توفیق بخشی۔ انہوں نے ''عاصفۃ الحزم'' آپریشن کے ذریعہ ان سرکش باغیوں کا برقت علاج کیا اور ان کی قوت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا جس سے باغیوں کے پشت پناہوں کی آنکھیں کھل گئیں کہ ابھی حرمین کے پاسبان زندہ ہیں۔

بلادحرمین شریفین سے خالص محبت رکھنے والی جماعت اہل حدیث پاکستان حرمین شریفین کے تحفظ ودفاع میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مختلف شہروں میں تحفظ حرمین کانفرنسز، مظاہروں اور ریلیوں کا اہتمام کیا۔ جن میں آلِ سعود کے موقف کی تائید کی اور سرکش باغیوں کی مذمت بیان کی گئی۔ جماعت اہل حدیث کے رسائل اور مجلات بھی قلمی وتحریری جہاد میں برابر کے شریک رہے۔ بعض رسائل اور اخبار نے اشاعت خاص کا اہتمام کیا۔ جن میں ہفت روزہ حدیث لاہور، اسوۂ حسنہ کراچی اور نوید ضیاء گوجرانوالہ قابل ذکر ہیں۔ تحفظ حرمین کے حوالے سے مجلّہ ''المنہاج'' بھی خصوصی اشاعت پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اس اشاعت خاص میں مختلف اہل علم وقلم کے مضامین شامل اشاعت ہیں۔ جن میں علامہ سینیٹر ساجد میر، مولانا محمد اسحاق بھٹی، مولانا عبداللہ ناصر رحمانی، رانا شفیق خان پسروری، محمد رمضان یوسف سلفی، عبدالرشید عراقی، حمید اللہ خان عزیز، عبدالشکور صابر، ملک عطاء محمد جنجوعہ، قاری ذکاءاللہ حافظ آبادی، عبدالرحیم ڈیروی، ابوعمر سوہدروی اور محمد یوسف نعیم قابل ذکر ہیں۔ بعض وجوہات کی بناء پر اشاعت خاص میں تاخیر ہوئی۔

ہوئی تاخیر تو کوئی باعث تاخیر بھی تھا

سب سے پہلے ہم اللہ تعالیٰ کے شکرگزار ہیں کہ جس نے اشاعت خاص نکالنے کی توفیق بخشی، بلاشبہ اس کی توفیق کے بغیر تمام اچھے کام ادھورے ہیں۔

پھر ہم ان تمام اہل علم وقلم، معاونین اور منتظمین کا تہہ دل سے شکرادا کرتے ہیں، جنہوں نے اس اشاعت خاص میں بقدر استطاعت حصہ ڈال کر اس کی آبیاری کی۔ اللہ تعالیٰ تمام حضرات کو اجر عظیم سے نوازے اور ہماری ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے آمین۔

گر قبول افتدزہے عزوشرف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿لکل جعلنا منکم شرعة ومنھاجا﴾ (القرآن)

زیر سرپرستی: استاذ الاساتذہ مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ

مدیر اعلیٰ: عبدالستار التمیمی

مدیر: حافظ ریاض عاقب اثری

کتاب وسنت کا داعی ومنہج سلف کا علمبردار

شمارہ 6 ستمبر 2015ء بمطابق ذوالقعدہ ۱۴۳۶ھ

(گلدستہ مضامین)

اشاعت خاص

تحفظ حرمین شریفین

فی شمارہ اشاعت خاص : 50 روپے

المنہاج پوسٹ بکس نمبر 1018، ممتاز آباد ملتان۔

0307-6161015, 0300-6165013

Email: alminhaj84@gmail.com

اداریہ

حرمین شریفین کی پاسبانی کے اصل وارث

اگر ماضی کے اوراق کی ورق گردانی کی جائے تو معلوم ہوگا، قیصر و کسریٰ کی ذلت و رسوائی اور یہود کی تباہی کے بعد دشمنان اسلام زیر زمین جا کر اسلام کے خلاف سازشوں کے جال بننے لگ گئے، خلافت راشدہ سے خلافت عثمانیہ تک مسلمانوں کو خلافت کی شکل میں ایک مرکز میسر رہا۔ اس دورانیہ میں عالم کفر در پردہ تخریب کاری میں مصروف تھا، شہادت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، شہادت عثمان رضی اللہ عنہ اور تاریخ اسلام میں بعد میں رونما ہونے والے دلخراش سانحات انہی سازشوں کا نتیجہ تھے۔ آپس کی نا اتفاقی اور اپنوں کی غداری سے خلافت عثمانیہ کی قبا چاک ہوئی، خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد عالم اسلام کو ٹکروں ٹکروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور بعض مسلم ممالک برطانیہ کے زیر تسلط آ گئے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد 1948ء کو اسرائیل کا ناجائز وجود ارض فلسطین میں رکھا گیا، صیہونی تحریک نے اسرائیل کے توسیع پسند عزائم کیلئے عیسائیوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور عربوں کے خلاف چار جنگیں لڑیں، جس کے نتیجے میں اسرائیل کی حدود میں مزید توسیع ہوگئی، اب تک فلسطین کے اکثر علاقے اسرائیل کے زیر قبضہ ہیں۔ صیہونیت کے خطرناک عزائم میں گریٹ اسرائیل کی حدود میں فلسطین، شام، عراق، لبنان، کویت کے کچھ حصے، سعودی عرب کا آدھا حصہ اور مصر کے تمام ساحلی علاقے شامل ہیں، آج اسی ایجنڈے کی تکمیل کیلئے عالم کفر مسلم ممالک کو تنہا کر کے کمزور کر رہا ہے۔

9/11 کا خود ساختہ ڈرامہ رچا کر افغانستان کے نہتے مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا گیا، بے گناہ بوڑھوں، معصوم بچوں اور عورتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، اور وہاں اپنا منظور نظر کٹھ پتلی حکمران مسلط کیا۔ افغانستان کو کھنڈرات میں تبدیل کر کے بلاوجہ عراق پر آتش و آہن کی بارش برسائی گئی، شیعہ سنی فسادات کو ہوا دی گئی، بے گناہ مسلمانوں کا ناحق خون بہایا گیا اور اپنے من پسند و ہمنوا شیعہ حاکم کو عراقیوں پر مسلط کر دیا گیا، اس قدر مسلمانوں کے خون کی ارزانی پر حقوق انسانیت کے گماشتے حرکت میں آئے اور نہ ہی اقوام متحدہ ٹس سے مس ہوئی۔

بعد ازاں عرب بہار انقلاب کی آڑ میں شیطانی عناصر نے مسلمانوں کو باہم دست و گریبان کیا، شیعہ سنی فسادات برپا کر کے قتل و غارت کا بازار گرم کیا گیا، جس کی پاداش میں لاکھوں بے گناہ اس انقلاب کی بھینٹ چڑھ گئے، شہروں کے شہر اجڑ گئے، سب سے زیادہ انسانیت سوز واقعات شام میں دیکھنے میں آئے، جہاں درندہ صفت شیعہ قائد بشار الاسد نے ظلم و تشدد کی انتہا کر دی، اس ظالم نے سنی اکثریت کے علاقوں کو تاراج کیا، زہریلی گیس چھوڑ کر ہزاروں پھول جیسے بچے مسل دیئے۔

لبنان میں شورش پسندوں نے وہاں کی سیاسی، مذہبی، اور اقتصادی قوت کچل کے رکھ دی، لبنان، عراق اور شام میں حزب الشیطان کے غنڈے اہل السنّت کا قتل عام کرتے رہے۔ بحرین کی سیاسی طاقت کمزور کرنے کیلئے وہاں انقلاب کی کوشش کی گئی لیکن عالم کفر کا وہاں منصوبہ ناکام رہا۔

مسلم ممالک کی طاقت وقوت کمزور کر کے اب عالم کفر کا سارا زور امت مسلم کے روحانی محور حرمین شریفین اور دفاعی مرکز پاکستان پر ہے۔ ان دونوں اسلامی و روحانی ملکوں کی طاقت کچلے بغیر صیہونت کا خواب پورا نہیں ہوسکتا۔

ارض پاکستان کے حالات افغانستان پر حملہ کے بعد ہی خراب ہونا شروع ہو گئے تھے، اتحاد ثلاثہ (امریکہ، اسرائیل اور بھارت) نے پاکستان میں بم دھماکے، قتل وغارت، اور ڈرون حملے کر کے پاکستان کی قوت کو چیلنج کیا، پاکستان کے حالات خراب کرنے میں اتحاد ثلاثہ کے علاوہ ایران بھی پیش پیش رہا، جس کے شواہد منظر عام پر آ چکے ہیں ایک طرف ایران مرگ بر امریکہ یا مرگ بر اسرائیل کے نعرے بلند کرتا ہے اور دوسری طرف اس نے امریکہ سے ایٹمی معاہدہ کر لیا ہے اور گوادر بندرگاہ کی حیثیت کم کرنے کیلئے چاہ بہار بندرگاہ سے افغانستان کے صوبے ہلمند تک سڑک بنانے کی بھارت کو اجازت دے دی ہے جس سے اس کا منافقانہ چہرہ کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ ادھر یمن کے احوال خراب کرنے میں ایران حوثی باغیوں کی بھرپور مادی اور افرادی معاونت کر رہا ہے تاکہ وہ مشرق وسطیٰ میں اپنی قوت کا مظاہرہ دیکھائے اور عالم کفر کی راہ ہموار کر سکے۔ اس تمام تفصیل سے واضح ہو چکا کہ عالم اسلام کا حمایتی کون ہے اور مخالف کون؟ یمن کے حالات خراب کر کے دراصل سعودی عرب کا گھیراؤ مقصود ہے جس کے ثبوت منظر عام پر آ رہے ہیں۔

ملتان کے ایک معاصر شیعی مجلّہ میں سعودی عرب حکومت کے خلاف دریدہ دہنی کی گئی اور سعودی حکومت پر یہ الزام لگایا کہ وہ یمن کے بے گناہ اور معصوم شہریوں پر بمباری کر رہا ہے اور مجلّہ میں اس بات کا اظہار کیا کہ ''عالم اسلام کو آج تک یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ خاندان آل سعود کے بزرگوں نے ایسی کون سی منفرد نیکی کی تھی کہ جس کا اجر انہیں زندگی بھر شہنشاہیت کی صورت میں ملا ہے اور ہمیشہ کیلئے خادمین حرمین مقرر ہو گئے ہیں اور اس اعزاز سے امت کے دیگر تمام طبقات محروم ہیں۔ جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں وہ درحقیقت آل سعود کی شہنشاہیت کو خطرات کے بارے میں ہیں۔'' قارئین کرام نے اہل رفض کے دل کی بھڑاس ملاحظہ فرمائی اس سے پہلے ہم سعودی حکومت پر الزام تراشی کا جواب دیں یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یمن کے حالات خراب کر کے اصل ھدف سعودی عرب کا ہے جیسا کہ شیعی معاصر نے لکھا ہے۔ ان باطل پرستوں کو اہل توحید کی حکومت ایک آنکھ نہیں بھاتی اور وہ سعودی حکومت سے خدمت

حرمین کا شرف چھیننا چاہتے ہیں۔

سعودی حکومت کو خدمت حرمین کا شرف اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔سعودی حکومت کے آنے سے دیار حرمین میں امن وسکون کا قیام، اسلامی قوانین کا نفاذ، علوم اسلامیہ کی ترویج اور توحید وسنت کا احیاء ہوا ہے، سعودی حکومت سے قبل کے حالات تو ذرا ملاحظہ کریں، شرکیہ اعمال، بدعات، خرافات اور توہم پرستی دوبارہ عرب معاشرے میں در آئی تھی، حجاج کرام اور ضیوف الرحمٰن کے قافلے غیر محفوظ تھے، شیخ محمد بن عبدالوھاب رحمۃ اللہ علیہ اور آل سعود کی مساعی جمیلہ سے سعودی عرب میں شرک وبدعات کا خاتمہ ہوا اور مملکت عربیہ سعودیہ امن کا گہوارہ بنی اور حجاج کرام امن وسلامتی سے بلاد حرمین کا سفر کرنے لگے۔آل سعود نے حرمین شریفین کی بھرپور خدمت کی، قرآن وسنت کی نشر واشاعت کی، اسلامی کتب کی طباعت کا عظیم بیڑہ اٹھایا، 44 زندہ زبانوں میں قرآن کے تراجم کر کے شائع کیے اور جامعات کا وسیع نیٹ ورک قائم کر کے لاکھوں طالب علموں کی کفالت کی، علاوہ ازیں دنیا کے مختلف خطوں میں پسماندہ مسلم ممالک کی معاونت کی۔یہ نیکیاں ہیں جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آل سعود کو خادم حرمین کا اعزاز بخشا، عالم کفر اور ملاحدہ کو یہ اعزاز بڑا چبھتا ہے اس بناء پر وہ سعودی حکومت کے سقوط کے مذموم منصوبے بنا رہے ہیں۔ان بدباطنوں کی چاہت ہے کہ دیار حرم میں دوبارہ بدامنی وانار کی پیدا ہوا اور وہاں شرکیہ اعمال اور بدعات وخرافات کا چرچا ہو۔

یہ قرامطہ ملاحدہ کی اولاد حرمین شریفین پر حکومت کے خواب چھوڑ دے یہ وہاں تخریب کاری ہی کریں گے جیسا کہ ان کی تاریخ حقائق سے پردہ اٹھاتی ہے، 317ھ میں ابوطاہر قرامطی نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کر کے بے شمار حاجیوں کو تہ تیغ کیا، اہل مکہ کے گھر بار، مال ومتاع کو خوب لوٹا، حرم مکی کی حرمت پامال کی، بیت اللہ کے دروازے کو توڑ ڈالا، حجر اسود کو اکھاڑ کر اپنے ساتھ لے گیا (ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، 11/182) ان قرامطہ اور باطنیہ کی ذریت نے ہمیشہ یہود ونصاریٰ کا ساتھ دیا ہے اور اہل اسلام کے خلاف سازشیں کی ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

مسلمانوں کے خلاف جنگ میں رافضہ مشرکین، یہود اور عیسائیوں کے ساتھ معاونت کرتے ہیں۔تاتاریوں کے اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کے مشرق، خراسان، عراق اور شام میں داخل ہونے کے بڑے اسباب ہیں ایک رافضیوں کا تعاون تھا، مسلمانوں کے ملکوں پر قبضہ کرنے، انہیں قتل کرنے اور انکی عصمتوں کو قیدی بنانے میں سب سے زیادہ تعاون رافضیوں نے کیا تھا۔ابن علقمی اور اس جیسے دیگر لوگوں کا خلیفۂ مسلمین کے ساتھ معاملہ اور حلب میں صاحب حلب کے ساتھ قصہ معروف ہے، جسے عام

لوگ بھی جانتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ساحل شام پر صلیبی جنگوں کے بارے معلومات رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ روافض نے مسلمانوں کے خلاف نصاریٰ کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کے علاقوں پر قبضہ کرنے میں عیسائیوں کی معاونت کی۔ جب تا تار آ گئے اور عکہ کی فتح روافض پر گراں گزری۔ جب مسلمان عیسائیوں اور مشرکین غالب آ جاتے تو یہ روافض کے گلے کی اٹکن بن جاتی اور جب مشرکین اور عیسائی مسلمانوں پر غالب آ جاتے تو یہ روافض کی خوشی اور مسرت کا موقع ہوتا تھا۔ (شیخ الاسلام ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ (528,527/28) عصر حاضر میں بھی روافض کی وہی پالیسی ہے جوان کے پیش رو کیا کرتی تھی امریکہ سے ایٹمی معاہدہ، انڈیا کے ساتھ دفاعی معاہدہ اور مسلمانوں کے مفادات کو نقصان پہنچانا کس کا وطیرہ ہے؟ آج مسلمانوں کے خلاف اسلحہ اور مادی قوت دینے میں کون آگے ہے؟ باقی رہا یہ الزام کہ سعودیہ نے معصوم یمنی شہروں پر بمباری کی ہے یہ محض تعصب پر مبنی بیان ہے، حقائق سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ سعودی حکومت کا ایمان وحکمت کی سرزمین میں بغاوت پھیلانے والے حوثی باغیوں کے خلاف آپریشن کرنا برحق ہے، اس پر یمنی صدر نے خود سعودیہ حکومت سے مدد کی اپیل کی، خادم الحرمین شاہ سلمان نے برادر اسلامی ممالک کو اعتماد میں لیا اور حالات سے پوری طرح آگاہ کیا کہ اس وقت یمنی مسلمانوں کی مدد نہ کی گئی تو یہ باغی پورے خطے کے امن کو تہہ و بالا کر دیں گے، یمن کے حالات خراب کرنے میں ایران کا بڑا عمل دخل ہے، ایک عرصہ سے ایران حوثی قبائل کی مدد کر رہا ہے انہیں دولت، اسلحہ اور ماہرین حرب فراہم کر رہا ہے جس کی وجہ سے ان کے ہم مسلک حوثی باغیوں نے ایمان وحکمت کی سرزمین میں بغاوت کی اور ایک اصولی صدر سے زبردستی استعفیٰ لیا۔ حوثی روافض کے ایک غالی فرقہ جارودیہ سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے عقائد روافض سے ملتے جلتے ہیں، قرآن کو محرف گردانتے ہیں، خلفاء ثلاثہ (ابوبکر صدیق، عمر فاروق، اور عثمان غنی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھم کے بارے بدزبانی کرتے ہیں! اس بارے بدرالدین حوثی کی کتب اور محاضرات گواہ ہیں جو انٹرنیٹ پر با آسانی دستیاب ہیں۔ حوثی باغیوں کے جرائم کی لسٹ بڑی طویل ہے ان ظالموں نے اہل سنت کے مدارس، مساجد کو مسمار کیا، بوڑھوں، بچوں اور قرآن وحدیث کے طلبہ کا قتل عام کیا، پاک دامن اور باعزت خواتین کی عصمت کی پامالی کی۔ علمائے حدیث کا بے دریغ قتل کیا، زرعی زمینوں اور جانوروں کو تباہ و برباد کیا اور مملکت کی سرحدوں کی خلاف ورزیاں کیں۔ نیٹ پر ان کی دہشت گرد کاروائیوں کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔ سب سے بڑھ کر ان ظالموں نے حرمین شریفین پر حملے کی دھمکیاں دی۔ حوثیوں باغیوں کے ایک رہنما عبدالکریم الخیوانی نے سعودیہ حکومت کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ،

"We will circlethe Ka,bah next Hajj in makkah asocnquerors"

''ہم بطور فاتح اگلے حج پر کعبہ کا مکہ میں گھیراؤ کریں گے''

(www,alainonline.net/news-details.php?sid=71955)

اس خطرناک بیان سے حوثی باغیوں کے عزائم بالکل واضح ہو جاتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حوثیوں کی سعودی حکومت سے دشمنی کی اصل وجہ کعبۃ اللہ کی ''تولیت وخادمیت ہے'' حوثی باغی اکیلے کچھ بھی نہیں کر سکتے ان دھمکیوں اور بیانات کے پیچھے خفیہ ہاتھ ہیں اور عالم کفر کے ایجنڈے کی تکمیل کے ناکام ارادے ہیں۔ ان باغیوں کی سرکش کاروائیوں اور دھمکی آمیز بیانات کی وجہ سے ان کے خلاف آپریشن کیا گیا نہ کہ معصوم یمنی لوگوں پر بمباری کی گئی۔

پاکستان میں موجود ایرانی وظیفہ خور اور ان کے زرخر کاسہ لیس سعودیہ کے خلاف زہر اگلتے ہیں اور حرمین شریفین پر قبضہ کی باتیں کرتے ہیں۔ سرِشام مختلف جگہوں پر بیٹھ کر خبث باطن کا اظہار کرنے والے اینکر پرسن اور دریدہ دھن گماشتے حوثی قبائل کے ظلم وتشدد کے واقعات تو بیان نہیں کرتے ؟ آج طاغوتی طاقتیں سعودی عرب میں خود ساختہ انقلاب برپا کر کے وہاں کے امن کو درہم برہم کرنا چاہتی ہیں۔ ان حالات میں سعودی حکومت کی حمایت کرنا اور حرمین شریفین کا تحفظ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

سعودی عرب کے پاکستان پر بے شمار احسانات ہیں۔ ہر مشکل گھڑی میں سعودی حکومت نے پاکستان کا ساتھ دیا ہے۔ حکومت پاکستان کو اپنے اس عظیم محسن کے احسانات فراموش نہیں کرنے چاہیں اور حرمین شریفین کے تحفظ کے لئے اپنے فوجیوں کو سعودی سرحدوں پر بھیجنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ اگر حکومت پاکستان اپنی فوج کو سعودی روانہ نہیں کرتی تو کم از کم اھل حدیث کے شاہینوں کو اجازت دی جائے حوثی باغیوں کے خاتمہ کیلئے اھل حدیث نوجوان کافی ہیں۔ خدانخواستہ صیہونی گماشتوں نے حرمین شریفین کی طرف میلی آنکھ اٹھائی تو اھل حدیث کے سپوت ان بد باطنوں کی آنکھیں باہر نکال پھینکیں گے۔ اہل توحید کی حکومت کو جس نے گرانے کی جسارت کی تو اسے نشان عبرت بنا دیں گے۔ دیار مقدسہ کے اصل پاسبان اہل توحید ہی ہیں۔ حرمین پر حکومت کرنے کے خواب دیکھنے والے ذلیل وخوار ہونگے۔ انشاء اللہ العزیز۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر
دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم پاسباں ہیں اس کے وہ پاسباں ہمارا

آپ کے مسائل اوران کا شرعی حل

استاذ الاستاذہ مولانا مفتی محمد رفیق اثری شیخ الحدیث دارالحدیث المحمدیہ جلال پور پیروالا

ا: سوال: مسجد نبوی کی طرف دور سے سفر کرنا کیسا ہے اور کیا روضہ مبارک پر حاضری حج کے افعال میں شامل ہے اور کیا مسجد نبوی میں نماز پڑھنا و دیگر مساجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے؟

الجواب: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے **لا تشد الر حال إلا إلى ثلثة مسا جد مسجدالحرا م والمسجد الا قصىٰ ومسجدى هذا** (متفق علیہ) (کسی جگہ میں خصوصی شرف کے حوالے سے) تین مساجد کے سوا سفر نہ کیا جائے مکہ مکرمہ کی مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی''۔ کہ یہ متبرک مقامات ہیں ان کیلئے سفر کرنا اور شرف وفضیلت حاصل کرنا مشروع ہے اللہ تعالیٰ نے مسجد الحرام کو اقوام کیلئے قبلہ قرار دیا ہے کہ زمین کے جس خطے میں بھی وہ آباد ہوں ان پر لازم ہے کہ اس کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت (نماز) ادا کریں قرآن مقدس میں ہے۔﴿**وحيث ما كنتم فو لوا و جو هكم شطر ه لئلا يكو ن للنا س عليكم حجة الا الذ ين ظلموا منهم فلا تخشو هم واخشونى ولا تم نعمتى عليكم و لعلكم تعتدو ن**﴾ (البقرۃ۔144) یعنی! تم جہاں ہوا کرو اسی (مسجد) کی طرف رخ کیا کرو (تاکید) اس لیے کی گئی ہے کہ لوگ تم کو کسی طرح کا الزام نہ دے سکیں مگر ان میں سے جو ظالم ہیں (وہ الزام دیں تو دیں) سو ان سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا اور یہ بھی مقصود ہے کہ میں تم کو اپنی تمام نعمتیں بخشوں اور یہ بھی کہ تم راہ راست پر چلو (ترجمہ فتح محمد جالندھری) اس عظیم مسجد کیلئے یہ بھی امتیازی حیثیت ہے کہ عبادت کیلئے سب سے پہلا گھر جو تعمیر کیا گیا یہی اللہ جل مجدہ کا گھر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿**إن اول بيت وضع للنا س للذى بمكة مبار كا و هد ى للعا لمين**﴾ (آل عمران:96) ''یعنی یقیناً سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کیلئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکے میں ہے، بابرکت اور جہاں کیلئے موجب ھدایت'' اسی طرح مسجد اقصیٰ کیلئے خصوصی شرف حاصل ہے کہ یہ پہلی امتوں کیلئے قبلہ قرار دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے اس کو قبلہ بنایا اور ادھر منہ کر کے نمازیں ادا کیں جبکہ مسجد نبوی کی بنیاد و تاسیس رسول اللہ ﷺ نے فرمائی اور اعلان فرمایا کہ ان مساجد میں نماز پڑھنا دیگر مساجد سے زیادہ اجر وثواب حاصل کرنے کا موجب ہے'' قال رسول اللہ ﷺ: **صلوٰة فى مسجدى افضل من الف صلوٰة فيما سوا إلاا لمسجد الحرام وصلوٰة فى المسجد**

الحرام أفضل من مأئة الف فیما سواہ (رواہ احمد (ج ۳:ص ۳۴۳) وابن ماجہ وابن عبدالبر عن جابرؓ واسنادہ صحیح) یعنی رسول اللہ ﷺ نے ''فرمایا میری مسجد میں نماز دیگر مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار درجہ زیادہ ہے مسجد حرام کے سوا کہ اس میں ایک لاکھ نماز کا اجر ہے''۔

نیز حافظ ابن عبدالبرؒ ابوالدردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دیگر مسجد حرام میں ایک لاکھ نماز کا ثواب ہے اور میری مسجد میں (یعنی مسجد مدنیہ منورہ) میں ایک ہزار نماز کا اور بیت المقدس میں پانچ سو نماز کا اجر و ثواب ہے (التمہید ج:۶ ص:۳) وقال البزار ہذا اسناد حسن وحسنہ ھیثمی ایضاً)

رسول اللہ ﷺ نے حج وعمرہ کا طریقہ تفصیل کے ساتھ قولاً وعملاً واضح کر دیا ہے۔ عمرہ کیلئے طواف بیت اللہ اور سعی صفاء ومروۃ کیا، حج کیلئے آپ ﷺ آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ میں ٹھہرے نو ذوالحجہ کو عرفات میں وقوف کیا، دس کی رات مزدلفہ میں اور دس کے دن منیٰ میں مناسک حج ادا کیے او پھر طواف زیارت کیا اور منیٰ میں ٹھہرے۔ اور چودہ ذوالحجہ کو طواف وداع کر کے واپس مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور طواف وداع سے مناسک حج مکمل ہو گئے۔

البتہ حج وعمرہ کیلئے سفر کرنے اور افعال حج مکمل کرنے سے پہلے یا بعد ازاں مسجد نبوی میں نمازیں ادا کرنے اور پھر رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام عرض کرنے کیلئے سفر کرنا ایک الگ عبادت ہے اس سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔ اسی طرح بقیع اور شہداء اُحد کیلئے سلام اور قباء مسجد میں حاضری اور نوافل ادا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں ''اور امام مالکؒ نے فرمایا ہے جو مسافر مدینہ میں آئے اور نبی ﷺ کی قبر کے سامنے کھڑا ہو اور درود پڑھے اور سلام کہے اسی طرح سیدنا ابو بکر وعمر رضی اللہ عنھما کیلئے سلام عرض کرے کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز نافعؒ فرماتے ہیں: ''میں نے سو سے زیادہ مرتبہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنھما کو دیکھا وہ قبر کے قریب آتے اور کہتے السلام علی النبی ﷺ السلام علی ابی بکرؓ السلام علی ابیؓ اور پھر چلے جاتے'' (الفتاویٰ ج:۱ ص:۳۳۰، ۳۳۱) لہذا دور دراز کے علاقے سے مسجد نبوی کی زیارت اور نماز اور پھر رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کیلئے سفر کرنا مشروع ہے امام ابن عبدالہادیؒ ''الصارم المنکی'' (ص:۳۲۱) میں لکھتے ہیں: ''جب ایک شخص مسجد رسول اللہ ﷺ کیلئے سفر کرتا ہے اور حاضر ہو کر نماز پڑھتا ہے اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کہتا ہے دعا وثناء کرتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کو پسند ہے تو یہ سفر (مذکور غرض کیلئے) باتفاق اہل اسلام مشروع ہے اس میں کوئی نزاع نہیں ہے۔''

۲: سوال: ایک شخص نے اپنی جائیداد زرعی رقبہ اپنے بیٹوں کے نام کر دی ہے اب وہ والدین کی صحیح باتوں پر بھی توجہ نہیں دیتا، والدین کے اولاد پر کیا حقوق لازم ہیں؟

الجواب: والدین کی فرماں برداری اولاد پر فرض ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ماں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ ان کی بات مانو (تین مرتبہ فرمایا) اسی طرح باپ کیلئے بھی ہیں۔ قرآن پاک میں بھی والدین کے ساتھ اچھے رویے کا حکم دیا گیا ہے ''وبالوالدین إحسانا'' [النساء : 36] والدین نے مسئولہ صورت میں اگر اپنی جائیداد بیٹیوں کے ہوتے صرف بیٹوں کو دی ہے تو اس نے ظلم کیا ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''اعدلوا بين أولادكم الحديث'' (صحیح بخاری) ''یعنی اولاد میں برابری کرو'' رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے: کہ اگر والد چاہے تو اپنی اولاد کو دیا ہوا عطیہ یا ہبہ واپس کرسکتا ہے۔ ارشاد عالی ہے: **لا يحل لرجل مسلم ان يعطى العطية ثم يرجع إلا الوالد فيما يعطى ولده** (رواہ احمد والأربعۃ ۔۔۔۔۔ وصححہ الترمذی وابن حبان والحاکم) یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی کو عطیہ دے کر واپس کرنا حلال نہیں ہے البتہ والد اپنی اولاد کو عطیہ دیتا ہے تو واپس کرسکتا ہے۔'' اس میں غالباً حکمت یہی ہے کہ والد بعض اوقات جذبات میں آکر اولاد کو جائیداد منتقل کردیتا ہے اور پھر اولاد بے رخی کرے تو والد کو جائیداد واپس کرنے کا اختیار ہونا چاہیے، بناء بریں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق والد اپنی اولاد کو دیا ہوا عطیہ واپس کرنا چاہیے تو کرسکتا ہے۔ والدین کے جملہ اخراجات لباس، طعام، علاج اور رہائش اولاد کے ذمہ ہے اگر والدین خود اپنے اخراجات پورے نہیں کرسکتے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''أنت و مالك لابيك'' الحديث۔ دیگر امور میں والدین کی فرماں برداری اولاد پر لازم ہے بشرطیکہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیں۔

۳: سوال: ایک عورت فوت ہوئی اور چھوڑ گئی خاوند، ایک بیٹی دو حقیقی بھائی ایک مادری بہن اور دو پدری بہنیں اس کی جائیداد کے تقسیم کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

الجواب: مسئولہ صورت میں چوتھا حصہ اس کا خاوند لے گا، نصف اس کی بیٹی لے گی اور باقی اس کے دونوں حقیقی بھائی برابر لیں گے۔ مادری اور پدری بہنیں محروم رہیں گی۔ لقوله صلى الله عليه وسلم'' الحقوا الفرائض بأهلها فما بقى فلأولى رجل ذكر'' الحدیث (صحیح بخاری)۔

صورت تقسیم یہ ہے:

12

خاوند	بیٹی	حقیقی بھائی	حقیقی بھائی	مادری پدری بہنیں
3	6	1.5	1.5	محروم

بیت اللہ کے تحفظ کی جنگ

سینئر پروفیسر علامہ ساجد میر

حرمین شریفین (مکہ اور مدینہ) کی مقدس عبادت گاہوں کے خلاف سازشیں صدیوں سے چلی آ رہی ہیں۔ ابرہہ نامی ایک عیسائی حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے تقریباً دو ماہ پہلے خانہ کعبہ کو ڈھانے کیلئے حملہ آور ہوا تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسکے مقابلے کیلئے پرندوں کی فوج بھیج دی جنہوں نے ابرہہ اور اسکے لشکر پر سنگ باری کر کے اسے رہتی دنیا کیلئے نشان عبرت بنا دیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ابرہہ نے یمن کے دارالسلطنت صنعا میں ایک عالی شان گرجا گھر بنا رکھا تھا اور چاہتا تھا کہ عرب کے لوگ خانہ کعبہ کی بجائے اسکے گرجا گھر کو اپنی عبادت کا مرکز بنائیں۔ جب یہ ممکن نہ ہو سکا تو اس نے نعوذ باللہ خانہ کعبہ کو تباہ کرنے کی ٹھان لی اور ہاتھیوں کی فوج لے کر آیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پرندوں کے غول درغول بھیج دیئے جنہوں نے ایسی کنکریاں برسائیں کہ ابرہہ اپنے لشکر سمیت نیست ونابود ہو گیا۔ یہاں تک کہ ابرہہ سمیت اس کی فوج کا ایک آدمی زندہ نہ بچ سکا اور ہاتھیوں سمیت ان کے جسموں کی بوٹیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر بکھر گئیں۔ ابرہہ نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کا ناپاک ارادہ صرف مذہبی جنون میں ہی نہیں کیا تھا بلکہ اس کی پشت پر کھڑی اس وقت کی عیسائی دنیا کو بحر احمر کی بحری گزرگاہ مکمل تسلط درکار تھا کیوں کہ اس زمانے میں جس قوت کے ہاتھ میں بحری گزرگاہیں ہوتی تھی وہی عالمی اقتصادیات کی حکمرانی کرتی تھی۔

اسلام سے قبل چوں کہ خانہ کعبہ عربوں کا ثقافتی اور مذہبی مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا اقتصادی مرکز بھی تھا، اس لیے منہدم کرنے کیلئے بڑے جواز کے طور پر ابرہہ نے پہلے یمن میں قائم گرجا گھر کو خود ہی تباہ کیا اور پھر اسکا الزام عربوں پر لگا کر اسلام سے پہلے بیت اللہ کو مٹانے کا ناپاک ارادہ ظاہر کیا لیکن وہ بیت اللہ کو تباہ کر سکا اور نہ ہی اسلام کو مٹا کو سکا۔ بعض طاقتیں دنیا کے پرامن مذہب اسلام اور مسلمانوں کی عبادت گاہ خانہ کعبہ کو مٹانے کیلئے آج ایک بار پھر ابرہہ کی تاریخ دھرانے کیلئے سرگرداں ہیں۔ یمن کے لوگ سعودی عرب کے ساتھ تاریخی، ثقافتی اور مذہبی نہیں بلکہ خاندانی سطح کے بندھن میں بندھے ہوئے ہیں۔ اس ناطے یمنی عوام کی مدد کرنا ایک فرض ہے تاکہ یمن کو اس کے اپنے قدموں پر کھڑا کیا جا سکے اور انہیں ایک خوشحال اور پرامن زندگی کی طرف لوٹایا جا سکے۔ اسی مقصد کی خاطر ''فیصلہ کن طوفان'' کے نام سے آپریشن شروع کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ یہ بیت اللہ کے تحفظ کی جنگ ہے۔

کسی بھی ملک میں اسلحہ کے زور پر اقتدار پر قبضہ کی خواہش کو دینی، سیاسی اور اخلاقی لحاظ سے درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہر ملک اپنے آئین اور دستور کے مطابق ریاستی امور چلاتا ہے اور وہاں کی

عوام مروجہ سیاسی نظام کے مطابق اپنے حکمرانوں کا چناؤ کرتی ہے، بعض ممالک میں جمہوری طرز عمل ہے اور بعض کے ہاں صدری یا شاہی نظام چل رہا ہے۔ جس سے جہاں کی عوام خوش و ہیں وہ نظام انکے ہاں درست اور تسلیم سمجھا جاتا ہے، نظام اقتدار کو اسلام یا کفر قرار نہیں دیا جاسکتا، مقصود عوام الناس کی فلاح و بہبود اور نظم اجتماعی کا قیام ہونا چاہیے۔ پاکستان میں جمہوری طرز حکمرانی ہے اگر یہاں کبھی کسی گروہ نے نظام کے خلاف بغاوت کا اعلان کیا یا اسلحہ کے زور پر اقتدار پر قبضہ کی خواہش ظاہر کی اسے عوام نے برے طریقے سے نظر انداز کر دیا۔ سیاسی یا مذہبی جماعتیں جو پارلیمانی طرز سیاست پر یقین رکھتی ہیں سب نے مل کر ایسی منفی سوچ کی آگے بڑھ کر مذمت کی۔ یمن میں بھی حوثیوں کی طرف سے اسلحہ کے زور پر اقتدار پر قبضے کی کوشش کی گئی جو قانونی اور اخلاقی لحاظ سے درست قرار نہیں دی جاسکتی۔ اور یقیناً اس طرح کا جارحانہ طرز عمل دنیا کا کوئی بھی ملک برداشت نہیں کرسکتا۔ دنیا میں لسانی، مذہبی، گروہی یا فرقہ ورانہ بنیادوں پر اقتدار پر قبضے کی روایات کے ہمیشہ خوفناک نتائج نکلیں ہیں۔ وقتی طور پر اگر کسی نے اپنے زور بازوؤں پر یا اپنی دہشت سے قبضہ جما بھی لیا ہے تو وہ کبھی پائیدار نہیں رہا۔ یمن کا مسئلہ یہ ہے کہ اسکا ہمسایہ سعودی عرب ہے، جو حرمین شریفین کی وجہ سے ایک مقدس ریاست ہے جس کے ساتھ دین اور اخوت کے رشتہ کی بنیاد پر کروڑوں مسلمانوں کے محبت وعقیدت کے جذبات ہیں۔ یمن کے ساتھ سعودی عرب 1800 کلومیٹر طویل سرحد ملتی ہے۔ جہاں سے اکثر حوثیوں کی طرف سے تخریبی کاروائیاں جاری رہتی ہیں، اور سعودی عرب میں مداخلت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ سعودی عرب کی یہ تشویش بجا ہے، انہیں اپنے اقتدار کی نہیں بلکہ حجاز مقدس کو فتنوں سے محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔ یمن کا صرف سعودی عرب کا نہیں بلکہ امت مسلمہ کا مسئلہ بن چکا ہے۔ مشرق وسطی کے ساتھ ساتھ پاکستان پر بھی اسکے منفی اثرات پڑیں گے۔ فرقہ وارانہ آگ کا آلاؤ پوری اسلامی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے جاسکتا ہے۔ پاکستان میں رہنے والے کروڑوں مسلمانوں، حکومت اور پاک فوج کی اس ضمن میں تشویش بالکل بجا ہے۔ پاک سعودی دوستی ایمان اور دینی اخوت کے رشتے میں پروئی ہوئی ہے۔ سعودی عرب پر کسی قسم کی جارحیت اور حملے کو پاکستان پر کسی قسم کی جارحیت اور حملے کو دونوں ممالک اپنے اوپر حملہ تصور کریں گے اور برادر ملک کا اسی طرح دفاع کیا جائے گا جس طرح اپنے ملک کی سرحدوں کا تحفظ کیا جاتا ہے۔

کہا جارہا ہے کہ یہ صرف یمن کا اندرونی مسئلہ ہے اس لیے سعودی عرب اور دیگر ملکوں کو وہاں حملے نہیں کرنے چاہئیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حوثی باغی جو یمن کی آئینی وقانونی حکومت کے خلاف مسلح کاروائیاں جاری رکھے ہوئے ہیں انہوں نے یمنی دارالحکومت صنعاء پر قبضہ کرلیا اور پھر عدن کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ وہ صرف یہاں تک محدود نہیں رہیں گے بلکہ اگلا ہدف

ان کا سعودی عرب ہے تو پھر سعودیہ اور اس کے حامی ممالک کس طرح اس صورتحال سے لاتعلق رہ سکتے ہیں۔ خلیجی ممالک اس بات سے بھی خبردار کر چکے ہیں کہ سعودی عرب کی سرحد سے ملحقہ علاقوں میں بھاری ہتھیاروں کے ساتھ فوجی مشقیں بند کی جائیں، اگر اس کے باوجود سرحدوں پر خطرات کھڑے کیے جاتے ہیں تو کیا سعودی عرب اور دیگر خلیجی ممالک کو ایسا کرنے والے باغیوں کی بغاوت کچلنے اور اپنے ملک کے دفاع کا پورا حق حاصل نہیں ہے۔ جہاں تک ایران اور سعودی عرب کے مابین اختلافات اور شیعہ سنی جنگ چھڑنے کی بات ہے تو اس کا کوئی بھی حامی نہیں ہے۔ بڑی دیر سے صلیبی و یہودی کوشش کر رہے تھے کہ بیت اللہ اور مسجد نبوی والی سرزمین سعودی عرب جس کا دفاع ہر مسلمان اپنے عقیدے و ایمان کا حصہ سمجھتا ہے کو عدم استحکام سے دوچار کیا جائے۔ آج اگر صلیبی و یہودی خطہ میں فسادات کی آگ بھڑکا کر سعودی عرب کو کمزور کرنے اور حرمین الشریفین کو نقصانات سے دوچار کرنے کی سازشیں کر رہے ہیں تو سب ملکوں کو کلمہ طیبہ کی بنیاد پر متحد ہو کر سرزمین حرمین الشریفین کا تحفظ کرنا چاہیے اور کسی کو اس حوالہ سے صہیونی سازشوں کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ یہ مسئلہ انتہائی حساس ہے۔

سعودی عرب کی سرحدوں کے تحفظ کیلئے ہم سب آخری حد تک جانے کیلئے تیار ہیں۔ سعودی عرب کے دفاع کیلئے پاکستانی حکومت اور افواج پاکستان میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور وہ اس بات پر متفق ہیں کہ حرمین الشریفین کی سرزمین کے تحفظ کیلئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائے گا۔ پاکستان کی جانب سے سعودی عرب کو واضح طور پر پیغام دینا کہ اسے پاکستانی بری، بحری اور فضائی افواج میں سے جتنی تعداد اپنی مدد کیلئے درکار ہوگی پاکستان امت مسلمہ کے روحانی مرکز کے تحفظ کیلئے ضرور پیش کرے گا، خوش آئند امر ہے۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ بعض نام نہاد دانشور مخصوص ایجنڈے کے تحت اس حوالہ سے بھی قوم کے ذہنوں میں انتشار اور خلفشار پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور یمن میں باغیوں کی قوت کچلنے کیلئے جاری آپریشن کے خلاف خوامخواہ کے تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے اس سے شیعہ سنی لڑائی کے پروان چڑھنے کی باتیں کر رہے ہیں جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ جب حوثی باغی سابق یمنی صدر علی عبداللہ صالح کے حامیوں کے ساتھ مل کر مسلح کارروائیاں کر کے یمن کے دارالحکومت صنعاء پر قبضہ کر رہے تھے، بے گناہوں کا خون بہایا جا رہا تھا، عدن کی جانب پیش قدمی اور سعودی عرب کو نشانہ بنانے کے ناپاک عزائم کا اظہار کر رہے تھے تو اس وقت ان دانشوروں کو یہ خیال کیوں نہیں آیا کہ ایسی باغیانہ سرگرمیوں کے خلاف آواز بلند کی جائے؟ کیونکہ اس سے خطہ میں عدم استحکام کی صورتحال پیدا ہوگی اور دشمنان اسلام کو اپنے مذموم ایجنڈے پورے کرنے کا موقع ملے گا۔ یمن میں قطعی طور پر دو ملکوں کی جنگ نہیں ہے وہاں باغی ایک منتخب حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھائے ہیں اور سرزمین حرمین الشریفین پر حملوں کی دھمکیاں دی

جارہی ہیں۔حوثیوں کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جس طرح پاکستان میں بعض گروہ پاک فوج اور حکومتی اداروں پر خودکش حملے اور بم دھماکے کررہے ہیں۔انہیں بھی طاقت وقوت کے ذریعے ہی کچلنا پڑے گا۔ یمن کی جنگ کو ایران اور سعودی عرب کی جنگ نہیں سمجھنا چاہیے۔بعض عناصر جب سعودی عرب کا نام سنتے ہیں تو ان کے تن بدن میں آگ سی لگ جاتی ہے۔یہ ان کا نظریاتی تعصب ہے جس کا اظہار کیا جاتا ہے۔یہ لوگ ایک خاص نظریہ کے پیروکار ہیں۔یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے مفاد کیلئے غیر محسوس طریقے سے سعودی عرب کو نشانہ بنادیں گے۔

ہمیں نہیں بھولنا چاہیے کہ جب دنیا نے ایٹمی دھماکوں کی وجہ پاکستان پر پابندیاں لگائیں تو سعودی عرب ہی واحد ملک تھا جس نے برسوں تک پاکستان کو مفت ایندھن فراہم کیا اور امداد بھی کی۔ حالیہ دنوں میں یک بار پھر سعودی عرب نے ڈیڑھ ارب ڈالر قرض میں نہیں دیئے بلکہ تحفے میں دیئے۔کوئی شرط لگائی اور نہ ہی اس کے بدلے میں کوئی رعایت طلب کی گئی۔

2005ء کے زلزلے میں جو کردار سعودی عرب اور ترکی نے ادا کیا۔اسے کوئی بھول نہیں سکے گا۔آج تک سعودی دل کھول کر زلزلہ متاثرین کی بحالی اور تعمیر نو کیلئے آج 10 سال گزرنے کے بعد بھی مصروف ہیں۔اسلام آباد مظفر آباد شاہراہ پر کوہالہ کے قریب چھتر کلاس میں ایک یونیورسٹی تعمیر ہورہی ہے۔یہ کنگ عبداللہ یونیورسٹی ہے۔جو تقریباً 6 ارب ڈالر کی لاگت سے تعمیر ہورہی ہے۔بعض عناصر سعودی عرب اور پاکستان کے تعلقات کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔یہ تعلقات کسی فرد کے ساتھ نہیں بلکہ پوری قوم اور ملک کے ساتھ ہیں۔ہمارے سامنے پاک سعودی تعلقات کی تاریخ میں کوئی بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ سعودی عرب نے کبھی پاکستان کو تنہا چھوڑا ہو یا اس نے تعاون کے بدلے پاکستان سے کوئی رعایت طلب کی ہو۔

مکہ مکرمہ روئے زمین کا بہترین ٹکڑا

حضرت عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو حزورہ کے مقام پر کھڑے ہوئے دیکھا اور آپ ﷺ فرمارہے تھے:

''اللہ کی قسم! تو اللہ کی زمین کا سب سے بہترین ٹکڑا اور اللہ کی ساری زمین سے اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، اگر مجھے تجھ سے نکالا نہ جاتا تو میں کبھی نہ نکلتا۔''

[ترمذی (3925) وقال: حسن غریب صحیح، وابن ماجہ (3108) وصحیح ابن حبان (الإحسان: 3700)

تحفظ حرمین شریفین کی ضرورت واہمیت

خطاب: فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی
جمع وترتیب: عبداللہ حیدر

ہر قسم کی حمد وثناء اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو ہمارا خالق و مالک ہے لاتعداد اور بے شمار درود وسلام امام الانبیاء سید ولد آدم محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر جو اس دین حق کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اور پوری امانتداری کے ساتھ اسے ہم تک پہنچایا اور اس امانت کا حق ادا کیا، اس راستے میں بہت سی تکالیف برداشت کیں، قوم کے طعنے سہے اور مکہ مکرمہ کے تیرہ سال مستقل آزمائشوں میں گزارے اور مدینہ منورہ کے دس سال جہاد کے میدانوں میں گزارے، اس دوران بہت تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کیں بالآخر یہ بات فرما گئے۔

”ترکتکم علی البیضاء لیلھا کنھارھا....“

”میں تمہیں ایک واضح اور چکمدار راستے پر چھوڑ کر جارہا ہوں میں اس راستے کو اتنا واضح کر چکا ہوں اور اتنا روشن کر چکا ہوں کہ اس کی رات بھی دن کی طرح چمکدار ہے اب اس راستے سے منہ پھیرنے والا وہی شخص ہوسکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تباہ وبرباد کرنے کا فیصلہ فرمالیا ہو“۔

یہ راستہ سورج کی طرح چمکدار ہے، کوئی ابہام نہیں کوئی تاریکی نہیں، اور کوئی چیز مخفی نہیں ہے بلکہ ہر چیز روشن واضح ہے، اس کے بعد میں آپ سب کو بالخصوص اس پروگرام کے منتظم حافظ غلام اللہ صاحب کو اور ان کے رفقاء کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے وقت کی ضرورت کا احساس کیا اور تحفظ حرمین شریفین کے نام سے اس پروگرام کا انعقاد کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش پر انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، ان کی زندگی میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کی اس سعی جمیل کو اپنی رضا کیلئے قبول فرمائے۔

حرمین کا تقدس اور حرمین کی محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ حرمین سے مراد دو حرم ہیں ایک مکہ مکرمہ میں مسجد حرام جو ہمارا قبلہ بھی ہے اور ہمارا کعبہ بھی ہے اور ہماری توحید کا مرکز بھی ہے اور دوسرا حرم مسجد نبوی مدینہ منورہ میں قائم ہمارے پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کے اس پیارے شہر میں یہ مسجد قائم ہے اور یہ بھی حرم ہے۔ بیت اللہ مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی اور مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ دونوں حرم ہیں اور ان کی تعظیم ہم پر فرض ہے، انہیں حرم اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں مقام انتہائی قابل احترام ہیں یہ دو شہر ایسے ہیں جن کا احترام سب مسلمانوں پر فرض ہے، ان کا احترام اللہ تعالیٰ کے شعائر میں داخل ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

﴿و من یعظم شعا ئر الله فا نها من تقو ی القلو ب﴾ (الحج:32)

''اللہ تعالیٰ کے شعائر کے احترام اور تعظیم ہی حقیقی دلوں کا تقویٰ ہے'' جو بھی اللہ کے شعائر ہیں ان کا احترام کرنے والا حقیقی متقی ہے۔ حج، نماز، روزہ، یہ سب اللہ کے شعائر ہیں اور یہ مقام مقدسہ جن میں حرمین، میدان عرفات، منیٰ اور مزدلفہ یہ بھی اللہ رب العزت کے شعائر ہیں اور ان تمام شعائر کا احترام کرنے والا حقیقی متقی ہے۔ جس شخص کے دل میں اللہ کے شعائر کا احترام نہیں ہے وہ شخص متقی نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا ایمان بھی متزلزل ہے، حقیقی ایمان اور تقویٰ ان شعائر کے احترام پر قائم ہے حرمین شریفین اللہ کے شعائر میں سے ہیں اور حرم اس لیے کہ ہمارے لیے یہ قابل احترام ہیں یہاں خون بہانا حرام ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ قابل احترام ہیں کہ ان کا احترام ایک اہم فریضہ ہے بلکہ یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ حرمین کا احترام ایمان قبول کرنے کے پہلے دن سے ہی فرض ہو جاتا ہے۔ (بہت سے لوگ اس نقطے کو سمجھنے سے قاصر ہیں) اس کی دلیل وہ واقعہ ثمامہ رضی اللہ عنہ کا ہے جو کہ عیسائی تھے اور گرفتار کر لیے گئے اور انہیں مسجد نبوی میں ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا عمرہ کرنے جا رہے تھے۔ صحابہ کرام نے پکڑ لیا اور مسجد نبوی کے ستون کے سے ان کو باندھ دیا رسول کریم ﷺ ثمامہ کے پاس آئے اس کا حال معلوم کیا پوچھا: ''ثمامہ تمہارا کیا خیال ہے'' ثمامہ غصہ سے بھرا ہوا کہتا ہے: ''کہ اے محمد ﷺ اگر تم مجھے قتل کر دو گے تو میرا خون بہت مہنگا ہے، میری قوم تم سے بدلہ لے گی میری قوم قصاص لے گی اور اگر مجھ پر احسان کر دو گے اور چھوڑ دو گے تو میں احسان فراموش نہیں ہوں بلکہ اس احسان کا بدلہ احسان سے دوں گا۔'' نبی علیہ السلام اس کو اس کی حالت پر چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ دوسرے دن دوبارہ اس کے پاس تشریف لائے۔ اس کا وہی جواب تھا تیسرے دن پھر آئے۔ اس کا وہی جواب تھا تین دن وہ مسجد نبوی میں بندھا رہا اور صحابہ کرام کے معاملات کو اور ان کی عبادت کے ذوق وشوق کو دیکھتا رہا بالآخر اسلام کی محبت اس کے دل میں پیدا ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے آزاد کرنے کا حکم فرمایا۔ ثمامہ کے اندر کی دنیا بدل چکی تھی چنانچہ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ: ''مجھے بتلایئے اسلام میں داخل ہونے کا طریقہ کیا ہے''؟ چنانچہ اسے غسل کرایا گیا اور کلمہ پڑھایا گیا اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرتے ہی چند باتیں اس نے کیں۔ ایک بات یہ کہی ''کہ اے محمد ﷺ اسلام قبول کرنے سے پہلے سب سے نفرت والا چہرہ آپ کا تھا لیکن اسلام قبول کرتے ہی سب سے پہلے محبوب ترین چہرہ آپ کا بن چکا ہے، اسلام قبول کرنے سے پہلے سب سے زیادہ قابل نفرت شہر مدینہ منورہ تھا اسلام قبول کرتے ہی میرے دل میں سب سے پیارا اور محبوب شہر مدینہ بن چکا ہے اسلام قبول کرنے سے قبل سب سے زیادہ نفرت کے قابل آپ کا دین، دین اسلام تھا اور اسلام قبول کرتے ہی اس دین کی ایسی محبت دل میں اجاگر ہوئی ہے کہ سب سے محبوب دین، دین اسلام بن چکا

ہے۔'' [بحاری، (4372)] یہ پہلے دن کی تعلیم ہے کہ سب سے بڑھ کر محبت آپ سے پیدا ہوگئی ہے سب سے بڑھ کر محبت آپ کے شہر سے ہوگئی ہے۔ اسلام قبول کرنے والا اسلام قبول کرتے ہی دیکھے کہ اس کی محبت اور نفرت کا محور کیا ہے؟ یہ بہت بڑا امتحان ہے ہم یہاں سالہا سال سے مسلمان۔ ہمارے آباء وا جداد مسلمان لیکن ہمارے دلوں میں اسلام، محمد رسول اللہ ﷺ اور حرمین شریفین سے کتنی محبت ہے؟ یہ ہم خود ہی جانتے ہیں آئیں! اس محبت کو چیک کریں اپنے تعلقات کو پرکھیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد دوستی اور دشمنی کی بنیادیں جدا ہو جاتی ہیں جیسے ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کی جدا ہوگئیں۔ اسلام قبول کرنے سے قبل وہ کس کس سے محبت کرتا تھا۔ انہوں نے ساری محبتوں کے گلے گھونٹ دیے اور یہ اعتراف کرلیا کہ سب سے محبوب چہرہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اقرار کرلیا کہ سب سے محبوب شہر مدینہ ہے وہیں کھڑے ہی محبت ان کے دل میں موجزن ہوگئی۔ اسلام قبول کرنے سے قبل وہ کس دین کو چاہتا تھا مگر اسلام قبول کرتے ہی ان کے دل میں اسلام کی محبت اجاگر ہوگئی اور سارے ادیان، تہذیبوں اور کلچرز سے نفرت ہوگئی۔ کیا ہمارے اسلام کا بھی یہی عالم ہے؟ کیا ہمارا اسلام بھی ایسا ہی ہے؟

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''من أحب لله وابغض لله وأعطى لله و منع لله فقد استكمل الا يما ن'' [ابوداؤد (4681) حسنہ الألبانی فی الصحیحۃ (380)] جو شخص اسلام قبول کرتے ہی محبت کرے تو اللہ کیلئے کسی سے محبت کرے کسی بھی نظریے سے وہ محبت اللہ کیلئے ہو کسی ثقافت اور کلچر سے محبت کرے تو وہ اللہ کیلئے ہو اور بغض بھی اللہ کیلئے ہو کسی شخصیت کا، کسی ادارے کا کسی نظریے کا وہ بھی اللہ کیلئے، مال خرچ کرے تو اللہ کیلئے اور روک لے تو وہ بھی اللہ کیلئے۔ یہ چار کام کرلے تو اس کا ایمان مکمل ہوگیا۔ وہ کامل ایمان ہے جو اسلام لانے کے بعد اپنے تعلقات کو پرکھ کر چیک کرے۔ اس کے تمام تر تعلقات کا محور دین اسلام ہو اور اس کے ہر تعلق سے اسلام کی خوشبو آئے وہ کامل الایمان ہے بلکہ حدیث قدسی ہے اللہ فرماتا ہے۔

''وجبت محبتي للمتحابين في'' ﴿مالك (953/2) وصححه الحاكم (168/4) والألباني أيضا﴾ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں میری محبت واجب ہو جاتی ہے میرے ان بندوں کیلئے جو آپس میں محبت کرتے ہیں'' میری خاطر جس نے محبت کی اور کوئی اساس نہیں سوائے میری ذات کے اور سوائے میری توحید کے تو ان لوگوں کیلئے میری محبت فرض ہو جاتی ہے جو آپس میں بیٹھتے ہیں تو میری خاطر ان کا بیٹھنا میرے لیے اور میری توحید کیلئے اور جو ایک دوسرے کی زیارتیں کرتے ہیں ملاقاتیں کرتے ہیں وہ بھی میرے لیے اور میری توحید کیلئے اور جو مال خرچ کرتے ہیں وہ بھی میرے

لیےان کا مال خرچ کرنا بھی میرے لیے اور میری توحید کیلئے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے جماعت کرائی نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہوکر آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا" کچھ لوگ ہیں میری امت کے جو نبی نہیں ہیں اور شہید نہیں ہیں لیکن کل جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ کے انبیاء اور شہدا انہیں دیکھ کر رشک کریں گے۔ رشک کس بات پر کریں گے؟ ان کا اللہ سے قرب دیکھ کر۔ اللہ نے ان کو اس قدر اپنے قریب کرلیا اس بات وہ پر رشک کریں گے۔[بغوی، شرح السنۃ(3464)]اس کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ یہ لوگ انبیاء سے افضل ہیں کوئی امتی کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا، اس کا معنی یہ ہے کہ نبی دیکھیں گے کہ ہم تو نبی تھے اللہ کے قرب اور اسکی محبت کے مستحق اور یہ لوگ نبی نہ ہونے کے باوجود اللہ کے اس قدر قریب ہیں حالانکہ وہ نبی نہیں ہوں گے نبی سے افضل نہیں ہوں گے انبیاء سے کوئی افضل نہیں ہوسکتا۔۔ صحابہ ابھی دوزانوں ہی بیٹھے ہوئے تھے ایک اعرابی دوزانوں ہی گھٹنوں کے بل چلتا ہوا اللہ کے پیغمبر کے قریب آگیا وہ کھڑا نہیں ہوا اسے اس قدر شوق تھا اللہ کے پیغمبر کے قریب جانے کا اور سوال کرنے کا کہ سوچتا ہے کہ کھڑا ہوں گا تو وقت لگے گا جن گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا انہی گھٹنوں کے بل چلتا ہوا اللہ کے پیغمبر کے پاس پہنچا اور آکر عرض کرتا ہے یارسول اللہ ﷺ بتائیے! وہ کون لوگ ہیں؟ بیان کیجئے تاکہ میں بھی ویسا بننے کی کوشش کروں تاکہ میں بھی وہ اوصاف اپنے اندر پیدا کرلوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ یہ لوگ در حقیقت مختلف قبیلوں کے ہوں گے مختلف قومیت ہوگی، زبانیں مختلف کوئی عربی، کوئی عجمی، کوئی سرائیکی، کوئی پنجابی، کوئی پشتو مختلف بولیاں بولنے والے مختلف ان کے رنگ مختلف ان کی قومیتیں ایک ہی چیز پر جمع ہوں گے اور وہ لا الہ الا اللہ وہ اللہ کی توحید ہے، جب وہ جمع ہوں گے کوئی سرائیکی، کوئی پنجابی اور کوئی پٹھان کی اس وقت ان کے مابین ایسی کوئی تفریق نہیں ہوگی ان کے ذہنوں میں ایسی کوئی بات نہ ہوگی میں پنجابی ہوں اور یہ پٹھان ہے میں سندھی ہوں اور یہ پٹھان ہے نہیں وہ مگن ہوں گے محو ہوں گے عقیدہ توحید کی گفتگو پر، دین اسلام کی گفتگو پر ان کا ملنا بھی اللہ کی توحید کی خاطر بچھڑنا بھی اللہ کی توحید کی خاطر ہے، بات کرنا بھی اللہ کی توحید کی خاطر بیٹھنا بھی اللہ کی توحید کی خاطر؛ کوئی منفی سوچ نہ ہوگی ان کی محبتیں اللہ کی توحید کی بنیاد پر ہوں گی اللہ کے گھر کی بنیاد پر ہوں گی محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کی بنیاد پر ہوں گی کوئی تیسری بات ان کے ذہن میں آئے گی ہی نہیں یہ لوگ قیامت کے روز اللہ کے اتنے قریب ہوں گے کہ انبیاء رشک کریں گے شہداء رشک کریں گے بلکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ قیامت کا دن ہوگا ساری خلائق میدان محشر میں جمع ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ کا اعلان فرمائے گا:

"این المتحابون بجلالی" "وہ لوگ کہاں ہیں جو دنیا میں محبت کرتے تھے میرے جلال کیلئے کہاں ہیں وہ لوگ؟ وہ لوگ کھڑے ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو کھڑا ہونے کی توفیق دے گا وہ کھڑے

ہو جائیں گے اور کیا انعام ملے گا اللہ فرمائے گا میں نے ان کو کھڑا اس لیے کیا کہ میں ان کو جمع کر کے اپنے سائے میں بیٹھا دوں۔'' [مسلم (2566)] میرے بھائیو! یہ سب سے قوی اساس ہے ہمارے مابین تعلق کی۔ ہمارا تعلق جس شخص سے ہوگا اللہ کی توحید کی خاطر ہوگا۔ اور یہ تعلق ایمان کی سب سے بڑی مضبوط کڑی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''ایمان کی سب سے بڑی کڑی یہ ہے کہ دوستی ہو تو اللہ کیلئے اور عداوت ہو تو بھی اللہ کیلئے۔ دوستی بھی عبادت ہے۔ دشمنی بھی عبادت ہے اور اگر یہ دونوں چیزیں اللہ رب العزت کیلئے، اللہ کی توحید کیلئے، اس کے دین اور ایمان کیلئے ہو تو یہ ایمان کی سب سے مضبوط کڑی ہے۔ وہ شخص سب سے مضبوط ایمان پر قائم ہے جس کے تعلق کی یہ اساس ہو، جسکی دوستی کی یہ بنیاد صرف اللہ رب العزت کی توحید ہو۔ یہ دین اسلام اور اللہ کے پیارے پیغمبر کی حقیقی صحیح محبت ہے۔ اللہ رب العزت نے مکۃ المکرمہ کو توحید کا مرکز بنایا ہے۔ مدینہ منورہ کو اللہ کے پیارے پیغمبر نے اللہ کے حکم سے حرم بنایا ہے یہ دونوں حرم ہیں اور یہ دونوں ہمارے تقدس اور احترام کے مراکز ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق حرم کی ایک نماز بیت اللہ کی ایک نماز ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ ایک لاکھ نماز کے برابر صرف مسجد حرام میں نہیں بلکہ حدود حرم میں کہیں بھی ایک نماز ایک لاکھ نماز کے برابر ہے اور مدینہ منورہ مسجد نبوی جہاں کی ایک نماز ایک ہزار نماز کے برابر ہے۔ یہ صرف مسجد نبوی میں نماز ہے یہاں حدود حرم کی بات نہیں صرف مسجد نبوی میں ادا کی جانے والی ایک نماز ایک ہزار نماز کے برابر ہے۔ یہ دو مقامات ہمارے درجات کی رفعت کے مراکز ہیں۔ ہمیں ان دو مقامات سے محبت ہے اور یہ محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کی تکمیل ہے۔ سب سے بڑھ کر محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے ہونی چاہیے۔ فرمایا ''والذین امنوا أشد حبًا لله'' (البقرۃ:165) ''جو لوگ ایمان لے آئے ان کی سب سے عظیم اور سخت محبت اللہ کیلئے ہے۔ سب سے زیادہ ہماری محبت کا مرکز اللہ کی ذات ہے بلکہ محبت ہے ہی اس کیلئے کیونکہ محبت ایک عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کا حق ہے عبادت کسی مخلوق کا حق نہیں ہے۔ جب محبت ہے ہی اللہ کیلئے کسی اور کیلئے نہیں ہے تو کسی اور سے محبت کیوں کی جائے؟ محبت صرف اللہ سے کی جائے گی۔ اللہ کی محبت کے بعد اس شخصیت سے، شہر سے، چیز سے محبت کی جائے گی جس کی محبت اللہ کی محبت کی تکمیل ہے۔ اللہ کی محبت کیسے مکمل ہوگی؟ اللہ کی محبت تب ہی مکمل ہوگی جب ہر اس شخصیت سے محبت کی جائے جس جس شخصیت سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے۔ اگر آپ اللہ سے محبت کا دعویٰ کریں اور اللہ کے محبوبین سے محبت نہ کریں تو اللہ کی محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ اللہ کی محبت تبی سچی ہوگی جب ہم ہر اس شخصیت سے محبت کریں جس جس شخصیت سے اللہ کو محبت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمام شخصیات میں سب سے بڑھ کر کس سے محبت ہے؟ ایک ہی شخصیت ہے وہ شخصیت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں پوری کائنات میں، سب انبیاء

ومرسلین میں اور تمام مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑھ کر محبت اور اور پیار محمد ﷺ سے ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ مخلوقات میں سب سے بڑھ کر محبت کے قابل محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اللہ کے پیغمبر کا فرمان ہے"والذی نفس محمد بیده لایؤ من أحد کم حتیٰ اکو ن أحب الیه من والده و ولده والنا س أجمعین"[بخاری (150) ومسلم (144)]"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس وقت تک تم مومن ہو نہیں سکتے جب تک کہ مجھ سے محبت نہ کرو اتنی محبت کہ وہ محبت تمہاری اولاد کی محبت سے زیادہ ہو، وہ محبت تمہارے ماں باپ کی محبت سے زیادہ ہو اور وہ محبت کائنات کے تمام افراد کی محبت سے زیادہ ہو"۔ یہ اللہ کے پیغمبر کی محبت ہے جو کہ ایمان کا فریضہ ہے اس وقت تک کوئی مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک اللہ کے پیارے پیغمبر سے محبت نہ کرے اور محبت بھی ایسی جو پوری کائنات کی محبت پر غالب ہو۔ اپنی جان باقی بچتی ہے۔ اپنی جان سے بھی زیادہ کریں یا اپنی جان سے کم کریں۔ اس کا جواب ایک دوسری حدیث میں ہے۔ امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اللہ کے پیغمبر کی خدمت میں آئے اور آکر کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ سے محبت ہے۔ ہر چیز سے زیادہ محبت ہے"إلا نفسی" "سوائے میری ذات کے۔ سب سے زیادہ محبت آپ سے ہے اپنی اولاد ماں باپ ہر چیز سے بڑھ کے محبت آپ سے کرتا ہوں۔ بس اپنی جان سے زیادہ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"لا یؤمن أحد کم حتیٰ أکون أحب الیه من نفسه" "اس وقت تک تم مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک اپنی جان سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بات سن کر مدینے میں آئے اور آپ طرف رجوع کیا پھر فوراً اعتراف کیا یا رسول اللہ ﷺ آج سے میں اقرار کرتا ہوں اور اعلان کرتا ہوں"فإنه الآن لأنت احب اليّ من نفسی" "آپ میرے نزدیک میری جان سے بھی زیادہ پیارے اور محبوب ہیں۔" [بخاری(6632)] تو اللہ کی محبت کا تقاضا ہے ہر اس شخصیت سے محبت کی جائے جس سے اللہ کو محبت ہے۔ شخصیات میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے۔ اللہ کے پیارے پیغمبر ﷺ سے محبت کریں اور یہ محبت باقی ہر چیز پر غالب ہونی چاہیے۔ اس محبت کی تکمیل کیا ہے؟ پیغمبر علیہ السلام کی محبت اس وقت تک مکمل نہیں ہوگی، بلکہ قابل قبول نہیں ہوگی جب تک ہر اس چیز سے محبت نہ ہو جس سے اللہ کے پیغمبر کو محبت ہے۔ اس میں پہلا قرآن پاک کا نمبر ہے۔ اللہ کے پیغمبر کو قرآن سے بہت زیادہ محبت تھی ہمیں لازم ہے کہ ہم قرآن سے محبت کریں کیسے محبت کریں؟ قرآن کی تلاوت کریں، قرآن کی حدود کا خیال کریں اور انہیں اپنے اوپر نافذ کریں۔ اس کے بغیر اللہ کے پیغمبر کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی۔ دوسرے نمبر پر حدیث کی محبت ہے۔ اللہ کے پیغمبر کی سنت سے محبت، اللہ کے پیغمبر کے فرامین سے محبت، آپ کی محبت اس وقت تک کامل نہیں ہوگی جب تک آپ کی احایث کو پڑھا نہ جائے احادیث کو سمجھا

نہ جائے۔ احادیث پر غور کیا جائے، احادیث کے مطابق زندگی ڈھالی جائے اس کے بغیر اللہ کے پیغمبر کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ وہ محبت نا قابل قبول ہے اور وہ دعویٰ محبت جھوٹا ہے جو شخص آپ سے محبت کا دعویٰ تو کرے مگر قرآن و حدیث سے محبت نہ کرے۔ امام حسن بصریؒ ایک عظیم تابعی اور بہت بڑے محدث تھے ان کا قول صحیح بخاری میں درج ہے وہ فرماتے ہیں: ''لوگو! ایمان کیا ہے؟ سمجھو اللہ کیلئے سمجھو! ایمان ظاہری سجاوٹوں کا نام نہیں ہے ایمان ظاہری زیب و زینت کا نام نہیں ہے''۔ آپ قرآن کو اٹھا کر چومتے رہیں حدیث کو اٹھا کر چومتے رہیں یہ سب ظاہری سجاوٹیں ہیں ان میں سے کسی کا نام ایمان نہیں ہے۔ ایمان تمہاری خواہشات کا نام نہیں ہے۔ قرآن و حدیث تمہارے دل میں راسخ ہو اس دل میں مضبوطی سے جڑھ جائیں اور تمہارا ایک ایک عمل اس کی تصدیق کرے۔ ایک ایک عمل اس کے پاس پہنچے۔ آپ کے دل میں راسخ ہو جائے اور آپ کا ہر عمل اس راسخ ہونے والی آیت کی تصدیق کرے، یہ ایمان ہے۔ ہم سمجھتے ہیں چراغاں کر لیا اور محبت میں آ کر جلوس، ریلیاں نکال لیں تو ایمان کے تقاضے پورے ہو گئے اور کبھی نعرے لگا لیے کہ ''اللہ کے پیغمبر کی حرمت پر ہماری جانیں قربان ہیں'' یہ دعویٰ اور ایمان اللہ کے پیغمبر کی سنت پر مرمٹنے کیلئے تیار اور آپ کی حرمت پر جانیں قربان کرنے کیلئے تیار۔ یہ جذبہ ہونا چاہئے ٹھیک ہے لیکن جب دعویٰ کرنے والے کو کہا جائے کہ پیغمبر کی فلاں سنت ہے وہ تو مان لو وہ نہیں مانتے اسے قبول نہیں کرتے تو پھر بھائی یہ دعویٰ اور تمنا ایمان نہیں ہے، ایمان یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے ایک ایک حکم کو اپنے دل میں بساؤ اور اپنے ہر عمل سے اس کی تصدیق کرو۔ تمہارا ایک ایک عمل قرآن و حدیث کی تصویر بن جائے۔ کیا اللہ کے پیغمبر کو قرآن سے محبت نہیں تھی؟ پھر ہمیں بھی ہونی چاہیے۔ کیا اللہ کے پیغمبر کو حدیث سے محبت نہیں تھی؟ پھر ہمیں بھی ہونی چاہیے۔ مکہ مکرمہ مسجد حرام مدینہ منورہ اور مسجد نبوی کیا اللہ کے پیغمبر کو ان سے محبت نہیں تھی؟ یہ محبت ہمیں بھی ہونی چاہیے۔ ان محبت کے بغیر پیغمبر کی محبت کے سارے دعوے نا قابل قبول ہیں۔ اس وقت تک پیغمبر کی محبت کامل نہیں ہو سکتی جب تک ہر اس چیز سے محبت نہیں ہوتی۔ اگر ہم صحابہ سے محبت نہیں کریں گے تو کیا اللہ کے پیغمبر کی محبت قابل قبول ہو گی۔ اللہ کے پیغمبر کے اہل بیت آپ کے خاندان کے لوگ حسنین کریمین اور فاطمہ رضی اللہ عنھم اللہ کے پیغمبر کے خاندان کے لوگ کیا ان سے اللہ کے پیغمبر کو محبت نہیں تھی؟ جب تک اللہ کے پیغمبر کے اہل سے آل رسول سے اور آپ کے خاندان سے محبت نہیں کرو گے تو یہ محبت کا دعویٰ نا قابل قبول ہے۔ اس طرح یہ دو حرمت والے شہر مکہ اور مدینہ یہ ہمارے ایمان کا جزو ہیں۔ ہماری محبتوں کا مرکز اور محور ہیں اور واقعتاً جب بھی ان دو شہروں پر، ان دو مقدس مقامات پر کوئی آنچ آئے گی امت مسلمہ کم از کم اہل الحدیث یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مکہ کی حرمت پر آنے والی آنچ پر اپنے خون کی ندیاں بہا دیں گے اور جانیں قربان کر دیں گے یہ ہمارے

ایمان کا حصہ ہیں اور حرمین کی محبت کے بغیر نہ اللہ کی محبت مکمل ہوسکتی ہے نہ اللہ کے پیغمبر کی محبت حاصل ہوسکتی ہے حقیقی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جب بھی حرمین کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہوگا تو ہم اپنے آپ کو تحفظ حرمین شریفین کے لیے تیار کرلیں۔ اپنے کردار کو اجاگر کریں تاکہ امتحان میں واضح ہو کون کامیاب ہے اور کون ناکام ہے کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے؟ جو حالیہ ایک تحریک اٹھی ہے اس تحریک کے کیا مقاصد ہیں؟ دیکھیں سعودی عرب اور یمن دونوں علاقے جزیرۂ عرب میں شمار ہوتے ہیں حدیث میں یمن کی تعریف کی گئی ہے'' کہ ایمان تو یمن کا ہے اور فقہ بھی یمن کی ہے'' ایک وقت تھا کہ یمن کے صحابہ یمن کے محدثین اور یمن کے لوگوں کا ایک مثالی کردار تھا۔ جب پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس یمن کے لوگ اسلام قبول کرنے کیلئے آئے رسول اکرم ﷺ اس وقت مدینہ میں نہیں تھے بلکہ وادی خیبر میں تھے آپ نے خیبر فتح کرلیا تھا۔ فتح خیبر کے موقع پر یمنی اشعری اپنے علاقوں کو چھوڑ کر پیارے پیغمبر کی طرف آرہے ہیں جب انہیں معلوم ہوا کہ پیارے پیغمبر خیبر میں ہیں تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی ملاقات اور قریب ہوگئی بلکہ ان کی زبانوں پر یہ عبارت تھی کہ کل ملاقات ہونے والی ہے پیاروں سے۔ وہ پیارے کون ہیں محمد ﷺ ہیں اور محمد ﷺ کے ساتھی ہیں جب وہ آئے تو نبی کریم نے صحابہ سے کہا تھا: کہ'' تمہارے پاس یمن کے لوگ آئے ہیں جن کے دل انتہائی نرم ہیں ان کے دلوں میں خشیت ہے'' [بخاری(4388) ومسلم (52)] ان کے دلوں میں اللہ کا خوف ہے اور ان کے دلوں میں ایمان ہے ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے اس یمن کے حوالے سے تھوڑا سا تاریخی واقعہ آپ کو بتادوں۔ جب یمن کے لوگ اسلام قبول کرکے مدینہ آنے کیلئے اپنے علاقے سے نکلے تو اس سفر کو'' سفینہ'' کشتی کے ذریعہ طے کرنا تھا۔ ادھر سے جو حبشہ کے مہاجرین تھے جنہوں نے مکہ سے حبشہ ہجرت کی تھی حبشہ کے مہاجرین حبشہ سے مدینہ آرہے تھے تو یمن کے لوگ اور حبشہ کے مہاجرین اس کشتی میں اکٹھے تھے اللہ کی طرف سے یہ ایک عجیب اتفاق تھا کہ وہ دونوں اس کشتی میں اکٹھے ہوگئے چنانچہ دونوں اس سفینہ میں سفر کر کے اللہ کے پیارے پیغمبر تک پہنچے، صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ ایک دن امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حفصہ کے پاس ان سے ملنے آئے تو حفصہ کے پاس ایک خاتون بیٹھی تھی۔ پوچھا یہ خاتون کون ہے؟ حفصہ نے بتا یا کہ یہ اسماء بنت عمیس ؓ ہیں۔ اسما بنت عمیس جناب جعفر طیار کی بیوی تھی۔ یہ بھی حبشہ کی ہجرت میں اپنے شوہر کے ساتھ تھی جب جناب عمر رضی اللہ عنہ نے سنا کہ یہ اسماء بنت عمیس ہیں حبشہ کی مہاجرہ۔ چونکہ وہ باتیں ہمیشہ اخروی سعادت کی کرتے تھے۔ امیر المومنین نے فرمایا:'' سبقنا کم با لھجرة'' ہم ہجرت میں تم سے سبقت لے گئے'' چونکہ اصل ہجرت مدینہ کی ہے مکہ سے مدینہ ہم پہلے آئے تم گو پہلے مکہ سے نکلے مگر حبشہ گئے اور مدینہ ہم سے بعد میں آئے۔ اسماء بنت عمیس نے یہ بات سنی تو رو پڑیں ان کی ضیافت

کیلئے کچھ کھانا مشروب پیش کیا گیا۔ رو پڑیں اور کہا یہ بات آپ نے کیا کہہ دی۔ ''کنتم مع النبی ﷺ'' تم تو اللہ کے پیغمبر کے ساتھ تھے۔'' **یطعم جا ئعکم ویعظ جاھلکم**'' اللہ کے پیارے پیغمبر کم علموں کو وعظ کرتے تھے اور بھوکوں کو کھلاتے تھے ''کنا فی الا رض الا بعد البغضاء'' جب کہ ہم دور دراز کی زمین میں دشمنوں کے علاقہ میں دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے وہ لوگ ہمیں قبول کرنے کیلئے تیار نہیں تھے ہمیں تنگ کرتے تھے۔ ہم دور دراز کی زمین میں اجنبی تھے تم تو اللہ کے پیغمبر کے ساتھ تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ بات آپ نے کیا کہہ دی۔ اللہ کی قسم میں کھانا نہیں کھاؤں گی اور پانی نہیں پیوں گی اللہ کے پیغمبر کے پاس جاؤں گی اور آپ کی یہ بات جا کر ان سے کہوں گی۔ اسماء بنت عمیسؓ اٹھیں اور پیغمبر علیہ السلام کے پاس پہنچ گئیں اور بتایا کہ عمر بن خطاب نے یہ بات کہی ہے کہ ہم ہجرت میں تم سے مقدم ہیں اور پہلے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے صحیح بات نہیں کہی۔ عمر نے صحیح بات نہیں کہی۔ جا کر عمرؓ کو بتادو'' **ولـه و لأصحا به هجر ة وا حدة ولكم أنتم أهل السفينة هجرتا ن.** ''عمر کیلئے اور عمر کے ساتھیوں کیلئے ایک ہجرت ہے اور فرمایا: تمام کشتی والو: تمہارے لیے دوہری ہجرت ہے'' [بخاری 4230,4231] اب چونکہ کشتی والوں میں یمن کے لوگ بھی آ گئے وہ بھی خوشی سے سرشار ہو گئے کہ ہم پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے چنانچہ اس تصور ہی سے وہ جھوم جایا کرتے تھے اور اسماءؓ کا بیان ہے کہ میں اپنے گھر میں بیٹھی ہوتی تو میرے دروازے پر دستک ہوتی میں دیکھتی کہ یمنی صحابہ کی جماعت کھڑی ہے اور مجھ سے مطالبہ کر رہی ہے کہ میں وہ حدیث سنادوں میں وہ حدیث سناتی تو وہ سن کر جاتے دوسری جماعت آ جاتی۔ لوگ بار بار میرے پاس آتے، یمن کے لوگ وہ ایک حدیث سننے کیلئے اللہ کے پیغمبر کا یہ فرمان سننے کیلئے'' کہ عمر رضی اللہ عنہ کیلئے عمر کے ساتھیوں کیلئے ایک ہجرت ہے اور اہل سفینہ کیلئے دو ہجرتیں۔ یہ ہے کہ اہل یمن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اللہ اور اس کے رسول کا پیار ہونا فرض ہے اس پیار کی تکمیل کیسے ہوگی؟ اس پیار کی تکمیل مکہ اور مدینہ کی محبت سے ہوگی اس محبت کی تکمیل مکہ اور مدینہ کے تحفظ کے عمل سے ہوگی۔ یمن اور سعودی عرب یہ دونوں جزیرہ عرب میں تھے اور اب بھی دونوں کے درمیان محبت کا تعلق ہے۔ سعودی عرب میں امارت ہے اور وہاں تیل کے کنویں ہیں اور یمن میں غربت ہے اور سعودی عرب روز اول سے یمن کے ساتھ تعاون کر رہا ہے اور سعودی اور یمنی بارڈر اس میں کوئی حد بندی نہیں ہے۔ کوئی یمنی سعودی عرب آنا چاہے یا کوئی سعودی یمن جانا چاہے بلا روک ٹوک آ جا سکتے تھے۔ نتیجہ یہ کہ بے شمار یمن کے لوگ سعودی عرب میں موجود تھے اور اب بھی ہیں اور سعودی عرب ان کی کفالت بھی کر رہا ہے اور ان کے ساتھ تعاون بھی۔ فتنہ کی ایک لہر چل پڑی جس کی لپیٹ میں اسلامی ممالک آ رہے ہیں۔ عراق سے شروع ہوئی پھر بیروت اور شام جہاں فتنے کھڑے

*ہوئے۔مسلمانوں کی خون ریزی ہوئی پھراس لہر کی اوراس لہر والوں کی یہ پلاننگ ہوئی کہ اب چوتھے نمبر پر یمن کی باری ہے کہ یمن میں فتنے اٹھیں اور یمن میں انہوں نے ایسے لوگ تلاش کر لیے جو ان کے مقاصد کی تکمیل کر سکیں۔یمن کے شمال کی طرف ایک چھوٹا سا علاقہ ہے جسکا نام حوث ہے،اوراس علاقے کے رہنے والے حوثی کہلاتے ہیں اور یہ عقیدہ کے اعتبار سے زیدی ہیں اور زیدی یہ سنیوں کے قریب ہیں۔زیدی عقیدہ اور سنی عقیدہ ایک ہے۔صرف زیدی اس بات کے قائل ہیں کہ خلافت کا پہلا حق جناب علی رضی اللہ عنہ کا تھا باقی تقریباً تمام مسائل میں وہ اہل سنت کی مطابقت کرتے ہیں اوران کے پاس پاس ہیں اس لیے شیعہ رافضی زیدیوں کو شیعہ تسلیم نہیں کرتے تو حوثی قبیلے کے لوگ زیدی تھے اہل السنہ کے قریب تھے۔اوران کے درمیان کوئی شقاق اور عداوت نہیں تھی۔حوث قبیلے کا ایک فرد تحصیل علم کیلئے ایران کے شہر ''قم'' اور وہاں سے اس نے شیعہ فقہ حاصل کی پھر فارغ التحصیل ہوکر واپس لوٹا اس شخص کا استعمال کر کے لوگوں نے ایک فتنے کا بازار گرم کیا اوراس نے اپنے علاقے کے لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کیا اوراس حد تک لے آیا کہ لوگوں کے دلوں سے اسلامی شعائر کا تقدس نکال دیا اب حرمین کھلے ہوں یا بند ہوں انہیں کوئی پرواہ نہیں ہے انکی سازش کا حصہ کیا ہے اور سازش کی تکمیل کیسے ہوگی؟ یمن میں مقاصد پورے کر کے سعودی عرب میں داخل ہوں۔

میرے بھائیو اور دوستوں! سعودی عرب یمن پر کسی حملہ کا پروگرام نہیں رکھتا تھا حتی کہ حوثیوں کے اس سازشانہ طرز عمل کے بعد بھی مگر جب حوثیوں نے یمن کی جائز حکومت کا تختہ الٹا تو پھر یمنی حکومت نے ایک معائدہ کے تحت سعودیہ سے تعاون طلب کیا کہ اس وقت یہ حوثی ظالم اپنے مکروہ عزائم کے ساتھ فتنہ پیدا کر رہے ہیں تو سب کا حق بنتا ہے کہ وہ میدان میں کودیں، ہماری مدد کریں، ہمارے ساتھ تعاون کریں کیونکہ ان کے عزائم کا معاملہ صرف یمن کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ یمن میں فتنہ کھڑا کرنے کے بعد انکا ارادہ یہی ہے کہ اپنے اس بارڈر کے ذریعے سعودی عرب میں داخل ہوں اور حرمین پر بھی قبضہ کر لیں۔حرمین میں اذنیں ہوں یا نہ ہوں انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں، حرمین کھلے ہوں یا بند ہوں انہیں کوئی سروکار نہیں۔انکا اصل مقصد اپنے مذموم مقاصد ہیں اور یہ ان مقاصد کی تکمیل چاہتے ہیں اب سعودی عرب کا یمن کی طرف جانا اپنی فوجوں کو بھیجنا یہ یمن کی طلب پر تھا۔ان کے مطالبے پر تھا اوراس ساری سیاسی صورتحال کے جائزے کے بعد تھا۔دیکھیں فتنہ جب اٹھتا ہے تو ابتدا ہی سے اس سازش کا خاتمہ کرنا ضروری ہوتا ہے اگر آپ چھوڑ دیں انتظار کریں کہ جب یہ معاملہ ہم تک آئیگا پھر ہم دیکھیں گے تو اس وقت تک پانی سروں سے گزر چکا ہوتا ہے اور پھر کوئی تاخیر اور مہلت کام نہیں آتی بلکہ پھر پچھتانے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا فتنہ اس وقت آغاز میں ہے اور یہ ظالم مسلمانوں پر بھرپور کاروائیاں انجام دے

رہے ہیں۔ یلغاریں جاری ہیں اوران کے مستقبل کے عزائم معلوم ہیں لہذا سعودی عرب نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے حملہ کیا۔ کس پر؟ یمن پرنہیں بلکہ یمن کے باغیوں پر۔ بھائیو! یہ بات سمجھو! خاص طور پر اگر کوئی (press) پریس کا نمائندہ ہے اور کوئی صحافی ہے تو اسے نوٹ کرے جو T.V سکرین پر بیٹھ کر صبح و شام یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ یہ جنگ یمن اور سعودی عرب کی جنگ ہے ہمیں اس جنگ میں نہیں کودنا چاہیے، ہمیں اس جنگ کا حصہ نہیں بننا چاہیے یہ جھوٹ ہے۔ حقیقت حال لوگ سمجھتے ہی نہیں نہ ہمارے حکام سمجھتے اور نہ ہمارے سیاستدان سمجھتے۔ ہمارے T.V کے اینکرز یہ جھوٹ پھیلائے جارہے ہیں کہ سعودی عرب اور یمن کی جنگ ہے یہ سعودی عرب اور یمن کی جنگ نہیں ہے بلکہ سعودی عرب اور یمن کی جنگ ہے باغیوں کے خلاف۔ سعودی عرب یمن سے برسر پیکار نہیں ہے بلکہ سعودی عرب یمن کے ساتھ ملکر برسر پیکار ہے باغیوں سے۔ وہ باغی جو آج تک اور کل شام میں عراق و بیروت میں تخریب کاری کر کے مسلمانوں اور امت مسلمہ کو ایک کثیر تعداد میں ذبح کر کے اب یمن میں اس صورت کو شروع کیے ہوئے ہیں اور کل کو ان کے عزائم سعودیہ میں داخل ہونے کے ہیں۔ حرمین پر قبضہ کرنے کے ہیں، ان باغیوں کو ابھی سے کچلنا ضروری ہے۔ اگر آپ انتظار کریں گے کہ یہ بڑھیں، طاقتور ہوں جب یہ سعودی عرب میں آئیں گے حرمین کی طرف دیکھیں گے پھر ہم جائیں گے اور جا کر انکا مقابلہ کریں گے اس وقت تک تو یہ طاقتور بن چکے ہوں گے اس وقت تک پانی سر سے گزر چکا ہوگا۔ اس وقت پچھتانے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اس فتنے کا ابھی سے ادراک ضروری ہے اگر حرمین کا تقدس آپکے دلوں میں ہے اس فتنہ کا قلع قمع کریں۔ اگر آپ انتظار کریں جب وہ حرم پر حملہ کریں گے پھر ہم دیکھیں گے تو یہ حماقت کے سوا کچھ نہیں سعودی حکومت جو کچھ طلب کر رہی ہے حکومت پاکستان ان کے تمام مطالبات پورے کرے انکا مطالبہ فوج کا ہے تو فوج بھیجے اوران کے تمام مطالبات پورے کرے تاکہ ان باغیوں کا سر کچلا جائے جن باغیوں سے توقع ہے (اللہ نہ کرے) کہ وہ اپنے ناپاک عزائم لے کر حرمین کی سرزمین تک پہنچیں، مسئلہ کا ادراک کریں کہ یہ ''ملکوں کی جنگ نہیں بلکہ خلیجی اتحاد ملکر ان باغیوں کو کچلنا چاہتا ہے کہ کل کو یہ باغی مضبوط نہ ہوں آج ہی ان کی سرکوبی کی جائے اور انکا خاتمہ کیا جائے۔ افسوس کہ ہمارے حکام سمجھے نہیں یا بظاہر سمجھنا نہیں چاہتے اور ایک ہی بات کہتے ہیں کہ پرائی جنگ میں کودنا نہیں چاہیے، حرمین بیت اللہ مسجد نبوی اور اللہ کے نبی کی الفت والے شہر کی محبت نہیں ہے؟ تمہیں کس چیز نے روکا؟ جو سازش لبنان، شام، بیروت اور عراق میں کامیاب ہوئی وہ سازش یمن میں موجود ہے سعودیہ کے بارڈر پر ہے حرمین انکے سامنے کھڑا ہے اس سے پہلے کہ یہ حرمین تک پہنچے حرارا! اس سازش کا ادراک کرو۔ اسے جڑ سے اکھاڑ دو۔ اے امت مسلمہ! اگر اللہ کے گھر کا تقدس آپکے دلوں میں موجود ہے تو تحفظ حرمین کیلئے آگے بڑھو، بعض

چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ کو سیاسی طور پر تولہ جائے دیکھا جائے کون زیادہ ہماری جیبیں بھرتا ہے اور پشت پناہی کرتا ہے؟ تو اللہ سے ڈر جاؤ کیونکہ یہ ساری باتیں حرمین کے تقدس کے منافی ہیں۔

ہمارا حکومت سے مطالبہ ہے کہ سعودیہ کیلئے فوج بھیجے اور ان کے تمام مطالبات پورا کرے اور اگر نہیں کرسکتی تو ہمارا مطالبہ ہے کہ اہل الحدیث کیلئے جہاد کا راستہ کھولا جائے ہمارا ایک ایک بچہ حرمین کے تقدس کیلئے اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار ہے۔ یہ بات دعوے کی حد تک نہیں بلکہ دل کی آواز ہے یہ حرمین کے تقدس کی آواز ہے حرمین کی محبت کیلئے آواز ہے مگر حکومت خود کچھ کرنے کی اہل نہیں ہے تو ہمارے لیے جہاد کا راستہ کھولا جائے جیسے کل افغانستان کیلئے راستہ کھولا گیا تھا اور امت مسلمہ نے روسیوں کے دانت کھٹے کیے تھے ویسے ہی آج بھی اہل الحدیث میں اتنی طاقت ہے کہ حوثیوں کا مقابلہ کرسکیں۔ ان کی جمعیت کو تتر بتر کر کے ان کے دانت کھٹے کرسکیں (ان شاءاللہ) حرمین کی محبت کھوکھلے دعوں اور نعروں کی متقاضی نہیں ہے۔

اللہ کے فضل سے اختصار سے میں نے یہ قضیہ آپکے سامنے پیش کر دیا ہے اور اس وقت سعودی فوجیں اپنا کردار ادا کر رہی ہیں چند دن پہلے کراچی میں میری ایک سعودی نمائندے سے ایک نشست تھی جنکا عہدہ تقریباً نائب وزیر کا ہے انہوں نے کہا کہ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ سعودی فوجیں یمن پر حملہ کر رہی ہیں تو ہم پریشان ہیں؟ نہیں بلکہ ہم پہلے سے زیادہ مطمئن اور پرسکون ہیں تو ہمیں کسی کی ضرورت نہیں ہے اگر کسی کو شمولیت کی دعوت دے رہے ہیں تو صرف اور صرف حرمین کے تقدس اور عظمت کی وجہ سے "ورنہ حوثیوں کی قبریں کھودنے کیلئے ہم اکیلے ہی کافی ہیں"۔ لہذا آپ یہ سمجھیں کہ انہیں ہماری مدد کی ضرورت ہے بلکہ انکی مدد اپنے ایمانی جذبہ اور حرمین کے دفاع کیلئے کریں کیونکہ یہ دفاع امت مسلمہ پر ایک فرض کی حیثیت رکھتا ہے اور ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

آپ نے سن لیا کہ اللہ اس کے رسول سے ہماری محبت تب تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک ہمارے دل حرمین کی محبت سے پر نہیں ہوجاتے جب تک ہمارے دل کے ایک ایک گوشے میں حرمین کی محبت داخل نہ ہو اس وقت تک اللہ اور اسکے رسول کی محبت کی تکمیل ناممکن ہے لہذا اس دعوت کو عام کیا جائے اور اس قضیے کو عوام میں اجاگر کیا جائے کیونکہ یہ اللہ کے گھروں کے دفاع اور تحفظ کا تقاضا ہے دعا بھی کریں کیونکہ "الدعا سلاح المومن" "دعا مومن کا ہتھیار ہے" ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنے کردار کو سمجھے اور نبھائے ورنہ یہ معاملہ ہم کمزور لوگوں پر چھوڑ دیں ہم کمزور ہیں اور اپنی کمزوری کا اعتراف کرتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "انما تنصرون بضعفاء کم بدعوة واخلاص وصلوة" "تم لوگ مدد کیے جاتے ہو اپنے کمزوری کی وجہ سے تمہاری مدد اللہ تعالیٰ تمہارے

کمزوروں کی وجہ سے کرتا ہے۔ان کی دعوت، اخلاص اور نماز کے نتیجے میں ان کی دعائیں اور نمازیں اللہ کی مدد کو پکارتی ہیں اور اللہ ان کمزوروں کی وجہ سے تمہاری مدد کرتا ہے لہذا حکومت پاکستان اپنا کردار ادا کرے یا ہم ناتواں کمزور لوگوں کیلئے جہاد کا راستہ کھول دے۔ اللہ کی توفیق سے اپنے اس کردار کو ہم اچھی طرح نبھانے کی کوشش کریں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سعودیہ، خاندان سعود اور آل سعود کی حفاظت کرے (آمین) اس میں شک نہیں کہ سعودی حکومت توحیدی اساس اور بنیاد پر قائم ہونے والی حکومت ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں ہم بادشاہوں کی مدد کیوں کریں؟ بھائی! یہ لوگ بادشاہ نہیں بلکہ سچے لوگ ہیں جو صرف توحید کیلئے سعودی حکومت کو قائم کیے ہوئے ہیں اس مملکت کا معرض وجود میں آنا توحید کی وجہ سے ہے جیسے آج سے پہلے مدینہ منورہ ایک نظریاتی مملکت بنی، ہجرت کے بعد اللہ کے دین کی توحید اور دین کی اساس پر قائم ہے جیسے پاکستان۔ پاکستان کا مطلب ہے لا الہ الا اللہ۔ یہ بھی نظریاتی مملکت ہے مگر یہاں صرف دعوے ہیں جبکہ وہاں عمل بھی ہے۔ سعودی حکومت نہ صرف سعودیہ میں توحید کی پاسبان ہے بلکہ پوری دنیا میں توحید کی نشرو اشاعت میں بھی کردار ادا کر رہی ہے پوری دنیا میں سعودیہ کے مراکز اور ان کے تعاون سے چلنے والی مساجد موجود ہیں۔ مدینہ منورہ اسلامیہ یونیورسٹی سے ہزاروں فضلاء پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور اللہ کی توحید کا کام کر رہے ہیں۔ بتاؤ کونسا حاکم ہے جو خدمات میں آل سعود جیسا ہو؟ ابھی حال میں ہی ملک سلمان بن عبدالعزیز کا کردار میڈیا پر پوری دنیا نے دیکھا ہے۔ کسی میں طاقت ہے جو امریکہ کے صدر اوباما کو کھڑا چھوڑ کر باجماعت نماز ادا کرنے کیلئے چلا جائے۔ یہاں ادنیٰ سا کوئی افسر آجائے تو نماز کیلئے اسے چھوڑ کر جاتے ہمیں شرم آتی ہے مگر امریکہ جو سپر پاور ہے اس کے صدر کو کھڑا چھوڑ کر امیر سلمان بن عبدالعزیز نماز ادا کرنے چلا گیا اس سے زیادہ کسی کی نیکی، تقویٰ اور صالح ہونے کی کیا دلیل ہو سکتی ہے؟ اور متقی اور موحد لوگ ہی جہاد کریں گے۔ تو کامیاب ہوں گے سعودی عرب کا بقا تحفظ حرمین سے ہے اور تحفظ حرمین آل سعود کے ساتھ ہے۔ ہمیں ان کی نیکی اور تقویٰ میں کوئی شک نہیں اگر ان میں خرابیاں ہیں تو خرابیوں سے کون پاک ہے؟ جبکہ ان کی نیکیوں کا پلڑا ان کی خرابیوں سے بہت بھاری ہے یہ تینوں باتیں ذہن نشین کر لیں کہ سعودیہ کا تحفظ حرمین سے، حرمین اور سعودیہ کا تحفظ آل سعود کے ساتھ مشروط ہے۔

ہم ان کے تحفظ سلامتی کیلئے دعا کرتے ہیں۔ حرمین کے تحفظ کیلئے دعا کرتے ہیں اور اس کی حفاظت کیلئے ہر طرح کے عملی اقدام کیلئے تیار بھی ہیں یہ ہم نے واضح کر دیا کہ حرمین کی محبت ہمارے عقیدہ کی اساس ہے اس وقت تک عقیدہ اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت مکمل نہیں جب حرمین سے محبت نہ ہو ہماری حکومت اور ارباب اقتدار لوگ اب تک جو کر رہے ہیں وہ حرمین کے تقدس کے منافی ہے۔

الحمدللہ ہم نے واضح اور شفاف نظریہ حرمین کے بارے میں پیش کردیا ہے۔ یادرکھو! جو بھی میلی آنکھ حرمین کی طرف اٹھی تو اللہ اپنے گھر کی حفاظت کریگا آج سے پہلے ابرہہ ہاتھی لیکر نکلا آج تو ایٹمی طاقت موجود ہے مگر اس وقت پرندوں نے اتفاق کیا اپنی چونچوں میں چھوٹی کنکریاں لیکر ان ہاتھیوں پر پھینکیں۔ اللہ نے ان کنکریوں کو میزائل اور بم کی طرح کردیا جس کے گرنے سے ہاتھی بلبلا اٹھے اور تڑپ کر مرنے لگے جو اللہ کے گھر کو تباہ کرنے نکلے تھے خود تباہ ہوگئے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ''﴿الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل. الم یجعل کیدھم فی تضلیل. وأرسل علیھم طیراً أبابیل. ترمیھم بحجارۃٍ من سجیل. فجعلھم کعصف مأکول﴾'' کھائے ہوئے چارے اور بھوسے کی طرح اللہ نے ان غاصبوں کو تباہ و برباد کردیا آج بھی یہ حوثی اللہ کی توفیق سے تباہ و برباد ہوں گے۔

اللہ ہمیں حرمین کے تقدس اور محبت سے سرشار کردے، اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے تقاضے اللہ پورے کرنے کی توفیق عطا کرے۔ اللہ ملحدین کے عزائم کو خاک میں ملادے اور اپنے گھروں کی حفاظت فرمائے۔ سعودی عرب اور سعودی خاندان جو اس وقت حاکم ہے اللہ ان کی حفاظت فرمائے۔ اللہ ہمیں دین و دنیا میں اپنے رسول کی محبت اور اس کی تقاضے پورے کرنے کی توفیق عطا کرے اور توحید کے نور سے ہمارے ظاہر و باطن کو منور فرمادے (آمین)۔

حرمت مکہ مکرمہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا:

''اللہ نے اس شہر کو زمین و آسمان کی تخلیق کے روز ہی حرمت والا قرار دیا ہے، وہ اللہ کی حرمت کی وجہ سے روز قیامت تک حرام ہے۔ اور مجھ سے پہلے اس میں قتال کرنا حلال نہیں کیا گیا، اور میرے لیے بھی دن کے کچھ وقت کیلئے حلال کیا گیا، وہ اللہ کی حرمت کے باعث روز قیامت تک کیلئے حرام ہے اس کے درخت کو کاٹا جائے اور نہ ہی اس کا شکار بھگایا جائے اور نہ ہی اس کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے سوائے اس شخص کے جو اس کا اعلان کرے، اور نہ ہی اس کی گھاس کاٹی جائے۔'' [بخاری (1834) و مسلم (1353)]

یمن۔۔۔۔۔رافضی اور ہدم کعبہ

خطاب: امام الحرم المکی فضیلۃ الشیخ سعود الشریم مترجم: محمد عاطف الیاس

حمد وثناء کے بعد!

بہترین بات اللہ کا کلام ہے۔ بہترین طرز زندگی محمد ﷺ کا طرز زندگی ہے جبکہ بدترین امور دین میں نئی ایجادات ہیں۔ اس طرح ہر نئی ایجاد بدعت ہے۔

جان رکھو! کہ اللہ کا تقویٰ بہترین زادراہ اور اعلیٰ ترین غایت ہے۔ فتنوں سے بچنے کی پناہ گاہ ہے اور اللہ کے بعد اسی پر اعتماد ہے۔ اللہ نے اسکی تلقین اولین وآخرین کو فرمائی ہے۔ فرمایا:

﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ﴾ (النسآء: ۱۳۱)

''تم سے پہلے جن کو ہم نے کتاب دی تھی انہیں بھی یہی ہدایت کی تھی اور اب تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔''

سنجیدہ معاشرے کی خاصیت ہے کہ وہ اپنے استحکام، توازن اور وحدت کی بنیادیں محفوظ رکھنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کیلئے ہر وقت چوکنا اور تیار رہتا ہے۔ صلاحیت خواہ دینی ہو یا ثقافتی، سیاسی ہو یا معاشی، وہ اسے اندرونی یا بیرونی امن وامان کی حفاظت پر لگانے سے کبھی نہیں کتراتا اور نہ اس کے معاملے میں کوئی کوتاہی برتتا ہے۔

ہاں! اللہ کے بندو! یہ حفاظت کسی معاشرے کی اولین ترجیح نہ ہو جسکے بدلے وہ کوئی قیمت قبول نہ کرے اور نہ اس میں کسی شک یا وہم کا شکار ہو تو وہ معاشرہ ایسی غفلت میں پڑ جاتا ہے کہ جس کے بعد سمجھ بوجھ کی توقع بھی باقی نہیں رہتی اور ایسی بے پروائی کا شکار ہوتا ہے کہ جس کے بعد ہوشیاری وبیداری کا کوئی سوال نہیں۔ یوں وہ بدنظمی وانتشار کا شکار ہو جاتا ہے کہ ان امور کے نتیجے میں کسی بیرونی دشمن کے لئے آسان نوالہ بن جاتا ہے جو اس پر آنے والے مصائب کے انتظار میں بیٹھا ہوتا ہے یا کسی اندورنی منافق فرد کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوتا ہے جو اس کا حصہ ہونے کے باوجود کسی دوسرے کی حمایت کرتا ہو، اور معاشرے کے جسم کو اندر سے دیمک کی طرح عرصہ دراز سے کھا رہا ہو اور مصیبت کے اوقات کو اپنے لیے غنیمت جانتا ہو۔

سمجھدار معاشرہ وہی ہے جو اندرونی وبیرونی دشمن میں فرق نہ کرے۔ اس کے حاکم اور عوام ہر طرح کے دشمن سے اپنی حفاظت اولین فرض سمجھتے ہیں کیونکہ امن وسلامتی کی ضرورت میں تو کوئی حاسد دشمن ہی شک کر سکتا ہے۔ کسی معاشرے کا جنگوں سے محفوظ ہونا نعمت خداوندی ہے کہ جس کا شکر لازم

ہے۔بے حد رحم اور شفقت فرمانے والے کی مہربانی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴾

''چونکہ قریش مانوس ہوئے (یعنی جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس) لہذا ان کو چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔''

اللہ کے بندو! انہی مقاصد کے پیش نظر اہل سنت والجماعت کے عقائد میں سے ہے کہ ایسے حکمران کی تقرری لازم ہے جو لوگوں کے حقوق ادا کرے، ان کے دین کی حفاظت کرے اور ان کے دشمنوں کو ان سے دور رکھے۔

اس امت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ دنیا کا پہلا گھر عطا فرما کر اس پر احسان فرمایا ہے۔اسی باکمال کعبے کی طرف لوگ پیدل اور سوار ہو کر دور دراز علاقے سے چلے آتے ہیں۔یہ بیت اللہ قدیم بلند ارکان ہے، مضبوط بنیادوں والا ہے اور ایسا گھر ہے جو کہ ہر زمان ومکان پر غالب ہی رہا ہے۔

تاہم تاریخ کے بعض ادوار میں یہ کعبہ بھی حاسدوں کے حسد سے اور لالچیوں کی لالچ زدہ نظروں سے محفوظ نہیں رہا۔تخریب کاری کے ہاتھ وقتاً فوقتاً اس کی طرف بڑھتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کی رعایت اور مسجد نبوی کی نگہبانی کا موقع اس حکومت کو عطا فرمایا۔تب سے اس حکومت نے حرمین کو ہر طرح سے محفوظ و مامون رکھا۔

تاہم بغض وحسد سے بھرے دلوں اور بد مقصد لوگوں پر یہ نعمت بہت گراں گزری اور وقتاً فوقتاً ان کی لالچ بھری دھمکیاں سنائی دیتی رہیں۔صرف اس لئے کہ حرمین کی پاسبانی ان کے ہاتھوں میں نہیں بلکہ اس لئے وہ تخریب کاری کی نیت رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے قبلے اور آپ ﷺ کی جائے اسراء میں استحکام واستقرار نہ رہے۔

حسد بھرئی ان دھمکیوں کے ذریعے وہ چاہتے ہیں کہ بیت اللہ کی حرمت پامال کریں جس طرح پہلے بھی چوتھی صدی ہجری میں ماہ حرام میں مفسدین نے اس کی حرمت پامال کی تھی، انہوں نے حاجیوں کا خون بہایا اور کم پیش تیس ہزار حاجیوں کو مار ڈالا، ستم ظریفی دیکھیے! کہ بعض کو تو صفا مروہ کے درمیان قتل کیا گیا۔پھر کعبے کا دروازہ اکھیڑا گیا، کعبے کا حسین لباس سلب کر لیا گیا اور حجر اسود کو بائیس سال تک چھپائے رکھا یہاں تک کہ اس زمانے کے فقہاء، مناسک حج کی کتابوں میں لکھتے رہے کہ طواف کے دوران حجر اسود کیطرف اشارہ کرنا مستحب ہے، اگر وہ پایا جائے۔یہاں تک اللہ نے اپنے فضل وکرم سے حجر اسود کو دوبارہ لوٹا دیا۔

اللہ کے بندو! یہ سب ان گروہوں کا کیا دھرا تھا جن کا اسلام سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں۔ بلاد حرمین آج بھی اس طرح کے گروہوں اور لالچی نگاہوں سے محفوظ نہ رہ سکا۔ یاد رہے کہ یہ ملک کسی گروہ یا مسلک کا ملک نہیں۔ یہ کسی گروہ کا ملک کس طرح ہوسکتا ہے؟ یہ تو ایک مشرق اور مغرب میں پھیلی امت اسلامیہ کا حصہ ہے۔

بلاد الحرمین کی قیادت اس ذمہ داری کو خوب سمجھتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے کندھوں پر رکھا ہے کہ مسلمانوں کے قبلے کی حفاظت کرے اور آپ ﷺ کے دار الھجرۃ کی نگہبانی کرے۔ آپ ﷺ کے اس قول کا بھی وہ خوب سمجھتی ہے کہ:

''دشمن سے مقابلے کی تمنا کبھی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے عافیت ہی کا سوال کرو۔ مگر جب مقابلہ سر پر آپڑے تو ثابت قدمی سے کام لو۔''

وہ یہ بھی بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ کچھ لوگ جھاگ پر جھاگ منہ میں لاتے ہیں، افواہیں پھیلاتے اور پروپیگنڈا کرتے ہیں اور منہ میں آتا ہے بکتے چلے جاتے ہیں، ایسے لوگ ملک میں انارکی پھیلانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، اس کا امن امان ختم کرنے کے لیے چالیں چلتے ہیں۔ ان چالوں کا سرغنہ ایک معلوم گروہ ہے جس کی کچھ دوسرے گروہ مدد کر رہے ہیں اور غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ بلاد الحرمین اپنا دفاع کرنے کے قابل نہیں! مشکلات میں فیصلے کرنے کے قابل نہیں!

ایسے لوگوں نے عوام کو ایک تاریک سیاہ رات سے ڈرا رکھا ہے جس میں وہ ہمارے عقیدے، بنیادوں اور مقدسات کے نشانہ بنائیں گے۔ اس خوف و ہراس کو ختم کرنے کے لیے بتوفیق الٰہی ''عاصفۃ الحزم'' شروع کیا گیا جو ایک حلیم انسان کے غصے اور حکیم آدمی کے صبر سے عبارت ہے۔ کیا خوب کہا عرب کے قدیم شاعر نے کہ اس کا کلام اسی موقع کے لیے کہا گیا محسوس ہوتا ہے:

''اے گلے کے غدود میں مبتلا انسان! کیا تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ہمیں جنگ کا کچھ تجربہ نہیں، حالانکہ ہم جنگ کے شیر ہیں، اگر ہم جنگ کے قابل نہیں تو کون جنگ کر سکے گا؟ ہمارے سوا وہ کون ہے جو صبح و شام جنگ کیلئے تیار رہتا ہے؟ ہمیں جنگ سے یوں ڈراتے ہو جیسے ہمارے دلوں کے ساتھ جنگ باندھ نہ دی گئی ہو!''

یہ جنگ اب واجب ہو چکی ہے۔ اسے بیدار ضمیر دھکیل رہا ہے۔ دراصل یہ ان شہسواروں کی جنگ ہے جو حرمین کے دفاع کے لے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ جو سرزمین یمن کی قدر و قیمت بھی جانتے ہیں، جانتے ہیں کہ یمن تو ایمان و حکمت کی سرزمین ہے۔ مگر افسوس کہ یہ سرزمین گروہ بندی کی وجہ سے ظلم و تشدد کا سامنا کر رہی ہے۔ اس ظلم و ستم نے اسے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور ہر شے کو تہس نہس کرنے

کی نوید سنا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اہل ایمن کو امن و مان سے رکھے! اللہ ان سے اور ان کی سرزمین سے دل ہلا دینے والی اور آنکھ اشکبار کر کرنے والی مصیبتیں رفع فرمائے! وہ اہل یمن ہی تو ہیں جن کے متعلق آپ ﷺ کا فرمان ہر شخص کی زبان پر عرصہ دراز سے ہے کہ: ''حکمت تو یمنی ہے۔''

''عاصفۃ الحزم'' تو سرکش بے لگاموں کی لگام ہے، یہ حرمین شریفین کی حمایت وحفاظت ہے۔ لالچی ہاتھوں کے کھیل سے اس کا بچاؤ ہے۔ یہ جنگ حکمت اور ایمان کی سرزمین میں مظلوم بے یار و مددگاروں کی نصرت و مدد ہے۔

''طوفان جنگ خطبوں سے کہیں زیادہ بلیغ ہے اور سخت و بروقت فیصلے ہمارے سربراہوں کی خصلت ہے۔ پڑوسی ہونے کے باوجود اس ہاتھ نے ہمارے ملک کے ساتھ خیانت کی جس سے ہم ادب واحترام کے ساتھ مصافحہ کرتے تھے۔ ہم ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتے رہے لیکن اس کی وجہ کمزوری نہ تھی۔ اب وہی ہاتھ لگائی بجھائی کرنے لگے۔ پھر فیصلے کے آسمان پر عقابوں کی مانند جہاز پھیل گئے جو افق میں بادل کی طرح نظر آنے لگے۔ اس کعبے کی حفاظت کرنے لگے جس کے پروردگار کے سامنے ساری مخلوق سربسجود ہے۔ ان بلند حوصلہ جانبازوں کو کسی شے نے نہ ڈرایا بلکہ شہابوں کی طرح دشمن پر برسنے لگے۔ اللہ پر بھروسہ رکھو اور بڑھتے جاؤ۔ بالیقین، اس کی طرف سے آپ کو فتح یابی اور مدد حاصل رہے گی۔''

اے اللہ! اہل یمن کے حالات کی اصلاح فرما! اے سارے جہاں کے پروردگار! اہل یمن کو حق پر اکٹھا فرما! مسلمانوں کے ملکوں کی ہر دشمن سے حفاظت فرما! بلاد حرمین شریفین کی ہر بغض رکھنے والے مکار سے حفاظت فرما! مسلمانوں کے تمام ملکوں کی حفاظت فرما!

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَٱتَّقُوا ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (ال عمران)

''اے لوگوں جو ایمان لائے ہو! صبر سے کام لو، باطل پرستوں کے مقابلہ میں پامردی دکھاؤ، حق کی خدمت کے لیے کمربستہ رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔''

دوسرا خطبہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرو بن معدی کرب سے جنگ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: اگر شدت اختیار کر جائے تو انتہائی بد ذائقہ، جو اس میں صبر کرے، پہچانا جائے اور جو اس میں بزدلی دکھائے، تباہ ہو جائے۔

شاعر نے خوب کہا:

''جنگ ابتدا میں حسین نوجوان لڑکی لگتی ہے جو ہر بے خبر کے سامنے اپنی زینت دکھاتی ہے۔ جب شدت اختیار کر جائے، میدان گرم ہو جائے تو یہ بیوہ بڑھیا بن نکلتی ہے۔ سفید بال، ناپسندیدہ رنگ والی بن جاتی ہے۔ دیکھنے والے کو گھن آتی ہے۔ سونگھنے یا قریب جانے سے سلامتی عزیز تر نظر آتی ہے۔''

بلاد حرمین کی اللہ حفاظت فرمائے! اس نے ''عاصفہ الحزم'' کی ابتدا کی ہے۔ یہ جنگ دراصل ایک حلیم کا غضب ہے۔ بے وقوفوں کی زیادتیوں نے اس کی حلیمی ختم کر ڈالی۔ یہ دراصل ایک صبر کرنے والے کا حکمت بھرا اقدام ہے۔ حاسدوں کی دھمکیوں نے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا ہے۔ اس کا حال تو شاعر یوں بیان کرتا ہے:

''ایسا جنگجو ہے کہ اگر اسے جنگ کاٹے تو یہ اس کو چبا ڈالتا ہے اور اگر جنگ اپنی پنڈلی کھول لے تو یہ بھی پنڈلی کھول کر تیار ہو جاتا ہے۔ اللہ کے بندو! ہمارا فرض ہے کہ ذہن نشین کر لیں کہ مال کی طرح جنگ کے بھی کچھ چور ہوتے ہیں۔''

اللہ کے بندو! جنگ کے چور امن وامان، وحدت واتحاد اور فتح وکامیابی چرا لے جاتے ہیں، امت کی بدخواہ، ڈرانے اور ہمتیں پست کرنے والے ان چوروں کے سردار ہیں! ایک طرف بلاد حرمین کی نصرت وتوفیق پر حسد کرنے والے ہیں جبکہ دوسری طرف پرانا کینہ پرور جو اندرونی وبیرونی منافقوں کے حال میں جھلکتا ہے۔ نہ یہ (عاصفۃ الحزم) کی کامیابی چاہتے ہیں اور نہ جنگ کا خاتمہ انہیں خوش کرتا ہے۔ بلاد حرمین تو خطرے میں ہے اس کا عقیدہ، اس کا امن وامان اور اسکے مقدسات دشمنوں کے حملوں کی زد میں ہیں۔

اگر جنگیں کبھی ایسی ضرورت بن سکتی ہیں کہ ان سے بچنا مشکل ہو تو حرمین شریفین تو ایسے بابرکت ہیں کہ جن کی حفاظت لازم ہے۔

''اگر نیزوں کے علاوہ کوئی سواری ہی نہ ہو تو انہی پر سوار ہونے کے سوا کیا چارہ ہے؟!''

بلاد حرمین اللہ کی توفیق سے حاسدوں اور بد ارادہ لوگوں کے سامنے ایک مضبوط قلعہ ثابت ہوگی۔ یہ ایسی چٹان ہوگی کہ جس پر حقیر مقاصد کے حاملوں کے سینگ ٹوٹ جائیں۔ تاہم لازم ہے کہ اللہ کے فضل وکرم پر، اتحاد واتفاق پر اور تفرقے سے بچاؤ پر اس کا شکر ادا کریں۔

سچ کہا اللہ تبارک وتعالیٰ نے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن تَنصُرُواْ ٱللَّهَ يَنصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ أَقۡدَامَكُمۡ﴾ (محمد)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط

جمادے گا۔"

اے اللہ! دین کی وجہ سے مغلوب لوگوں کی ہر جگہ مدد فرما! اے اللہ! فلسطین میں ان کی مدد فرما! اے اللہ! فلسطین میں ان کی مدد فرما! اے اللہ! فلسطین، شام، یمن اور اے رب العالمین! تمام ممالک میں ان کی مدد فرما' آمین!

مکہ مکرمہ میں قتل وغارت اور ناحق خون بہانا حرام ہے

حضرت ابوشریح عدوی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے اگلے روز فرمایا، جسے میرے کانوں نے سنا، میرے دل نے یاد کیا اور میری آنکھوں نے اسے دیکھا۔ آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائی پھر فرمایا:

"بے شک مکہ ایسی جگہ ہے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے' اور اسے کوئی لوگوں نے حرام قرار نہیں دیا، جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کیلئے حلال نہیں کہ وہ اس میں خون ریزی کرے اور اس کے درخت کاٹے"

الحدیث[بخاری (4295) ومسلم (1354)

دفاع حرمین ایک دینی فریضہ

خطاب: امام کعبہ فضیلۃ الشیخ خالد علی الغامدی مترجم: مولانا قاری صہیب احمد میر محمدی

حمد وثناء کے بعد: آپ سب پر اللہ کی طرف سے سلامتی، رحمت اور برکتوں کا نزول ہو۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کی عظیم عوام کو شاد اور آباد رکھے۔ اے پاکستانی سپوتو اور بہادرو! مرحبا! خوش آمدید! آپ کا یہاں آنا مبارک ہو! اللہ آپ کو شاد وآباد رکھے، آپ کا مرتبہ بڑھائے۔ آپ کو عزت دے، آپ کا درجہ بلند کرے۔ آپ کو صحت وعافیت عطا کرے اور ہم سب کو اپنے نبی محمد ﷺ کے ساتھ نعمتوں سے بھری جنتوں میں جمع فرمادے۔

اے پاکستان کی عظیم عوام! تم عظیم لوگ ہو یقیناً تم لوگ ہمیشہ اور ہر روز اپنے ایمان اور اسلام کی سچائی کے ناقابل تردید دلائل پیش کرتے رہے ہو۔ سرزمین حرمین، ارض وحی اور خطہ رسالت کے دفاع میں تمہاری طرف سے ہر روز اور ہر لمحے پیش کی جانے والی عظیم اسلامی مثالیں ہمارے مشاہدے میں ہیں۔

اے پاکستان کی عظیم عوام! اس سب کچھ کے بعد بھلا کون ہے جو آپ سے محبت نہیں کرے گا؟ کون ہے جو آپ کی قدر نہیں کرے گا؟ کون ہے جو آپ کی عزت نہیں کرے گا؟ بولیے۔۔!! بولیے۔۔!! بھلا ان مضبوط دلائل کے بعد کوئی ایسا ہوسکتا ہے جو آپ سے محبت نہ کرے؟ آپ کی عزت نہ کرے اور جو آپ کی قدر نہ کرے، سوائے کسی کینہ پرور دشمن یا کج نہاد شیطان کے۔ آپ کی وارفتگی کے بدلے میں آپ لوگوں سے محبت رکھنا اور آپ لوگوں کا احترام کرنا چھوٹا سا ممکنہ تحفہ ہے جو آپ کو دیا جاسکتا ہے۔ پاکستان کے ان مسلمان اور بابرکت عوام کی خاطر جو ہماری کم سے کم جو ذمہ داری بنتی ہے وہ یہی ہے کہ ہم اس کے ساتھ محبت، احترام اور قدر افزائی کا سلوک کریں اور اس کی مدد اور تائید کریں۔

اے برادران گرامی! اے حاضرین مجلس! اے اکابر علماء! آج کی یہ نشست جو مرکزی جمعیت اہل حدیث کے زیر اہتمام شیخ علامہ امیر ساجد میر، شیخ عبد الکریم اور جمعیت اہل حدیث کے دیگر اراکین، برادران اور علماء کی زیر قیادت لاہور میں منعقد ہو رہی ہے۔ یہ نشست اس سلسلے کی ایک دوسری علامت اور دلیل ہے۔ اس بات کی دلیل اور نشانی کہ پاکستان کو سرزمین حرمین سے محبت ہے۔ ہم اس مبارک کوشش پر امیر جماعت اپنے والد بزرگوارم، جناب علامہ ساجد میر کے مشکور ہیں اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے توفیق اور راست روی کا سوال کرتے ہیں۔

ہم اس جمیعت اہل حدیث کے بھی شکر گزار ہیں جس کا نام ہی اہل حدیث ہے اور ان کے شرف اور مرتبے کیلئے تو اتنی بات ہی کافی ہے۔ اہل حدیث ہی تو اہل نبی ہیں، اہل حدیث ہی تو احباب محمد ﷺ ہیں، اہل حدیث ہی اللہ کے پیارے ہیں۔ آپ لوگوں کی عظمت اور فخر کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ اہل حدیث ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ اللہ کے اولیاء کون ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: کہ ''اگر وہ اہل حدیث نہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں؟'' [شرح صحیح مسلم (143/2)]

اے برادران گرامی! بلا شبہ یہ دلیل ہے اس اخلاص کی، اس جذبے کی اور اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ اس محبت کی جو اس جماعت کو حاصل ہے اسی طرح میرے لیے یہ بھی مسرت، عزت اور سعادت کی بات ہے کہ میں یہاں موجود اہل اسلام کے تمام مکاتب فکر اور دیگر جماعتوں کو بھی سلام پیش کروں جو اسلام کی خدمت میں، اسلام اور مسلمانوں کی نصرت میں قابل قدر کاوشیں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو شاد و آباد رکھے، اللہ تعالیٰ سب کو برکتیں عطا فرمائے۔ ہم سب اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کیلئے اپنا اپنا کردار ادا کر رہے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم اور احسان سے سب اسلام کی مدد کر رہے ہیں۔

اے برادران گرامی! خادم حرمین شریفین شاہ سلمان کی قیادت میں مملکت نے اللہ اور اس کی مخلوق کے سامنے عہد کر رکھا ہے کہ حرمین کی خدمت کی پاسبانی کرے گی، کیونکہ حرمین شریفین مشرق و مغرب میں آباد پوری امت کا اثاثہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سعودی حکومت اور اس خاندان کو شاہ عبدالعزیز کے دور ہی سے حرمین کی خدمت و پاسبانی کیلئے چن رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مملکت کو اس عظیم خدمت اور ان مبارک مقامات نگہبانی کا شرف عطا فرمایا ہے۔ بلا شبہ حرمین شریفین مشرق و مغرب کے تمام مسلمانوں کے دل میں بستے ہیں۔ حرمین کی پاسبانی ہر مسلمان کی شرعی ذمہ داری ہے۔ حرمین کی نصرت ایک دینی فریضہ ہے اور حرمین کی پاسبانی ہر مسلمان و عورت پر فرض ہے جبکہ حکومت اس ذمہ داری کو بہترین انداز سے نبھا رہی ہے۔ اس مبارک ملک کے مسلمانوں بلکہ تمام مسلمانوں نے حرمین شریفین کو اس خطرے سے بچانے کیلئے اپنی اپنی قوت و استعداد کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ سنگین خطرہ جو حرمین کو ان ظالموں کی طرف سے پیش تھا جو خطہ حرمین پر قابض ہونا چاہتے ہیں لیکن اللہ نے انہیں رسوائی سے دوچار کیا اور ان کی چال کو انہی کے گلے کا پھندا بنا دیا اور یہ سب کچھ اللہ کے فضل کے ساتھ ساتھ ان کوششوں سے ممکن ہوا جو خادم حرمین اور اتحادی قوتوں کی طرف سے کی گئیں۔ اس لیے ہم عظیم پاکستانی عوام کے شکر گزار ہیں جنہوں نے حرمین کی نصرت و پاسبانی کیلئے عظیم اور مضبوط دلائل پیش کیے اور خادم الحرمین کی حکومت کی حرمین کی پاسبانی کیلئے جو کی جانے والی کاوشوں کی مکمل تائید بھی کی ہے۔

برادران گرامی! یمن میں جو کچھ ہوا، یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں مختصر الفاظ میں اس کی

سرگزشت کچھ یوں ہے کہ وہ وہاں ایک سرکش اور باغی جماعت ہے، جس نے شرعی حکم کے خلاف بغاوت کی ہے جو کئی سالوں سے امن وامان کو تہہ وبالا کر رہی ہے اور کوشاں ہے کہ یمن وہ سرزمین کہ جسے نبی کریم ﷺ نے ایمان اور حکمت کی سرزمین قرار دیا فتنے اختلاف، تفریق اور نزاع کو ہوا دے، اس جماعت نے مساجد گرائیں، حفظ قرآن کے ادارے مسمار کیے، بچوں اور عورتوں کو قتل کیا، بے گناہ اور معصوم خون بہائے اور یمن اور اس کے تمام وسائل پر قابض ہونا چاہا تا کہ یہ خطہ حرمین کی طرف بڑھنے کیلئے ایک پل کا کام دے۔ چنانچہ یمن میں ایک بہت بڑے فتنے نے جنم لیا۔ چونکہ آپ لوگ ہم سے دور بیٹھے ہیں، اس لیے اس فتنے اور اس کے نتیجے میں وقوع پذیر ہونے والے بہت سے نقصانات کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ قریب تھا کہ اس فساد عظیم کی وجہ سے یمن کا وجود ہی خطرے میں پڑ جاتا، لیکن حکومت یمن نے اپنے برادر اسلامی ملک سعودی عرب سے مدد مانگی۔ چنانچہ خادم حرمین شریفین کی حکومت نے یمن کی اس قانونی اور جائز پکار پر لبیک کہا، اور باغی وسرکش گروہ کے شر سے دفاع کی خاطر بلاد یمن کی مدد کیلئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وإن استنصر و كم في الدين فعليكم النصر" [الأنفال: 72] "اگر وہ دین کے معاملے میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے۔"

اس باغی اور سرکش گروہ کا ارادہ تھا کہ اس شورش کے ذریعے وہ بلاد حرمین شریفین تک رسائی حاصل کر کے مقامات مقدسہ کی حرمت کو پامال کر ڈالے لیکن سعودی عرب کی قیادت میں قائم اس عظیم اتحاد کی مدد سے حکومت یمن کی مدد کی اور ان کی درخواست پر عملی قدم اٹھایا گیا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے بلاد یمن کی مدد فرمائی، سازشیوں کی سازشیں ان کے اپنے خلاف پڑ گئیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے خادم حرمین شریفین کو بلاد یمن کی حفاظت کی توفیق عطا ہوئی۔

حاضرین مجلس! مختصر الفاظ میں بلاد یمن کے حالات میں نے آپ کے سامنے بیان کر دیئے ہیں۔ خادم حرمین شریفین کی قیادت میں اس عظیم اتحاد نے یمن کی مدد کا جو فیصلہ کیا تھا۔ وہ بالکل جائز اور قانونی تھا۔ یہاں تک کہ زمینی اور بین الاقوامی قوانین کی رو سے بھی یہ اقدام عین قانون اور ضابطے کے مطابق تھا۔ زمینی قوانین اور عام قانونی ضابطوں کے مطابق بھی اسکے جائز ہونے سے پہلے یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بھی عین مطابق تھا جس میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (وإن إستنصر و كم في الدين فعليكم النصر) [الأنفال: 72] "اگر وہ دین کے معاملے میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے۔"

سامعین محترم! ہماری اس مبارک ملاقات میں بہت سے علماء کرام، مبلغین، شیوخ الحدیث

اور ائمہ حدیث تشریف فرما ہیں۔ معاشرے کے چیدہ اور منتخب معزز محترم افراد کے ساتھ ساتھ تمام اسلامی تنظیموں اور جماعتوں کے نمائندے بھی یہاں موجود ہیں۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے اس پلیٹ فارم پر تمام جماعتوں اور اسلامی تنظیموں کو بھرپور نمائندگی بڑی خوبصورت اور امید افزا چیز ہے، عظیم کارنامے پر تمام لوگ شکریے کے مستحق ہیں اللہ کی قسم! اس مبارک موقع پر تمام جماعتوں، تنظیموں اور تحریکوں کی بھرپور شرکت سے ہمارا دل باغ باغ ہوگیا ہے۔

محترم بھائیو! مختلف اسلامی تنظیموں سے منسلک ہونے اور مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے کے باوجود اس مبارک موقع پر ہمارا آپس میں مل جل کر بیٹھنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ صرف اسلام اور قرآن و سنت ہی وہ طاقت ہے جو ہمیں متحد اور یکجا کرسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"(واعتصموا بحبل الله جميعا و لا تفرقوا)[آل عمران: 103] ''سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔''

چنانچہ محترم بھائیو! میری آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ ان دونوں کو قیمتی جانیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام و مرتبے اور علم و فضل کے جس عظیم رتبے پر فائز کر رکھا ہے اسے غنیمت سمجھیں اور خالص اسلامی تعلیمات اور قرآن و سنت پر عمل کو فروغ دیں۔ معاشرے کے تمام کے تمام طبقات کا رخ قرآن و حدیث کی طرف موڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت و دانائی، علم و فضل اور لوگوں کے دلوں میں جس محبت کا حق دار بنایا ہے، اس کی قدر کریں، پاکستانی معاشرے کے ہر درجے کے افراد کے دلوں میں آپ علماء کی قدر و منزلت کو خوب پہچانتے ہیں۔ لہٰذا آپ کو اس بات کی قدر کرتے ہوئے لوگوں میں پھیلی ہوئی غلطیوں کی اصلاح، صحیح اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور اسلام کے معتدل اور میانہ روی والے اسلوب کے پرچار کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

اے علما کرام، شیوخ الحدیث، اور مختلف جماعتوں کے قائدین حضرات! لوگوں کے دلوں میں موجود اپنے لیے محبت کو غنیمت سمجھو، اپنے آپ کو ایسے کاموں سے دور رکھیے جو اس ایمانی اتحاد، ربط باہم اور اتفاق کو پارہ پارہ کر دیں۔ آئیں ہم سب مل کر اپنے آپ کو صرف مسلمان بنالیں، یہ وہ نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے پسند فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اس نے تمہیں اپنے کام کیلئے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراھیم کی ملت پر اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور اس قرآن (میں بھی) تمہارا یہی نام ہے تاکہ رسول تم گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ پس نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ وہ ہے تمہارا مولیٰ بہت ہی اچھا ہے اور بہت ہی اچھا وہ مددگار۔''
[الحج:78]

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس نے تمہارا نام فلاں فلاں رکھا ہے بلکہ فرمایا کہ اس نے تمہارے لیے مسلم کا نام پسند فرمایا۔ مسلمانوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ کتاب وسنت اور حدیث مصطفیٰ ﷺ پر مضبوطی سے عمل کرتے ہیں۔ اس مبارک اجتماع کی قدر کیجئے اور یہ بات ذہن نشین کر لیجیئے کہ اسلام ایک قوت کا نام ہے۔ ایک کلمہ واحد کا نام ہے، آرا و خواہشات کے مختلف ہونے سے اسلام میں تفرقہ نہیں ڈالا جاسکتا۔ ہمارے اندر کوئی جتھہ بازی، گروہ بندی، تفرقہ بازی اور تعصب نہیں بلکہ ہم سب کے سب ایک امت اور ایک قوم ہیں۔ ہمارے اسی اتحاد کی برکت سے اللہ تعالیٰ خطرات اور دشمنوں کو ہم سے دور فرماتا ہے۔ دشمنان اسلام کو سب سے زیادہ تکلیف اس وقت ہوتی ہے جب وہ مسلمانوں کو باہم متحد و متفق اور مضبوط تعلقات کے رشتے میں جڑا دیکھتے ہیں۔ محترم بھائیو! میں آپ سے یہی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اتفاق واتحاد پیدا کریں۔ میں دوبارہ مرکزی جمعیت اہل حدیث اور اس کے امیر عزت مآب، بزرگوارم اور اپنے والد جیسے شیخ مکرم علامہ ساجد میر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس پروگرام کا اہتمام کیا۔

اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ انہیں مزید توفیق عطا کرے، کہ وہ بڑھ چڑھ کر اسلامی تعلیمات اور عقیدہ صحیحہ کی اشاعت کرسکیں۔ اسی طرح اس مبارک اجتماع اور ملاقات میں شریک تمام تنظیموں اور جماعتوں کا بھی ہم شکریہ ادا کرتے ہیں۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہم سب کے سب ایک امت اور ایک ہی کلمہ پڑھنے والی متحد قوم ہیں۔ ہمارا دین ایک ہے، ہمارا اسلام، عقیدہ قرآن اور نبی ایک ہے۔ ہم سب تمام ائمہ دین، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بے حد احترام اور عزت وتوقیر کرتے ہیں۔ یہ سب کے سب بڑے عظیم المرتبت امام تھے، ان سب کے ماننے والوں کی ایک بڑی جماعت ہے اور ان سے محبت کرنے والے بے شمار لوگ ہیں۔ یہ ائمہ کرام بھی باہم ایک دوسرے کو اسلامی بھائی سمجھتے تھے، باہم صلح وصفائی سے رہتے اور ایک دوسرے کی بات کو مانتے اور دوسروں کی رائے کا احترام کرتے تھے۔

ہمیں امید ہے کہ پاکستان میں موجود تمام جماعتیں، تنظیمیں اور دینی جامعات ان شاء اللہ ایک ہی دین، طریقے اور منہج کے حامل ہیں۔ میں ان تمام کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور ان کی کوشش کی قدر کرتا ہوں۔ بلاشبہ وہ سب کے سب بھلائی اور عظیم راہ پر گامزن ہیں۔

وفاق المدرس السّلفیہ، وفاق المدرس العربیہ اور جامعہ اشرفیہ وغیرہ اور دیگر دینی جماعتیں اشاعت اسلام، عقیدے کی توضیح و
تشریح، علوم شرعیہ اور معاون علوم کی تدریس کا جو فریضہ انجام دے رہی ہیں وہ بڑا ہی خیر وبرکت اور رشد و

ہدایت والا کام ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ انہیں توفیق مزید اور راست روی سے نوازے، ہم ان کے لیے ہر طرح خیر و برکت کی دعا کرتے ہیں۔

کچھ لوگوں کا میں نے نام لیا ہے اور جن کا نام نہیں لے سکا ان شاء اللہ وہ بھی اس دعاء خیر میں شریک ہیں۔

معزز سامعین و حاضرین میں ایک بار پھر آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اپنے اور آپ کے لیے اللہ تعالیٰ سے توفیق و راست بازی کا سوال کرتا ہوں۔

مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کا وبال

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایک لشکر کعبہ پر حملہ کرنے کا قصد کرے گا جب وہ بیداء کے مقام پر ہوں گے تو ان کے اول و آخر تمام لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا'' میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! ان کے اول و آخر کو کیسے دھنسا دیا جائے گا جب کہ ان میں ان کی رعایا بھی ہوگی، اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان کے اول و آخر سب کو دھنسا دیا جائے گا اور پھر انہیں ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔''

[بخاری (2118) و مسلم (2884)]

سعودی حکومت
تاریخ کے آئینے میں!

مولانا محمد اسحاق بھٹی

موجودہ سعودی حکومت کے قیام پر سو سال سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر اس کی تاریخ کے چند پہلوؤں کی وضاحت کر دی جائے۔

اس خاندان کا آغاز پندرھویں صدی عیسوی کے وسط سے ہوتا ہے، اس کے سب سے بڑے رکن کا نام سعود تھا، جس کی طرف یہ خاندان منسوب ہے۔ عربی تاریخ کی کتابوں میں اس کا شجرۂ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے: سعود بن محمد مقرن بن مرخان بن ابراھیم بن موسیٰ بن ربیعہ بن نافع بن اسد بن ربیعہ بن نظار بن معاد بن عدنان۔

سعود بن محمد عرب کی جس قوم سے تعلق رکھتا تھا، اسے 'عنیزہ'' کہا جاتا تھا اور اس کا قبیلہ ''مصالیح'' تھا، سعود اس قبیلے کا سردار تھا وہ عرب کے مشرقی خطے میں ''دہنا'' کے اس پار رہتا تھا۔ اسکی شادی حجر یمامہ یعنی ریاض کے امیر ابن درع کے خاندان میں ہوئی تھی۔ امیر ابن درع اور سعود آپس میں گہرے دوست تھے۔ 1446ء میں حجر یمامہ کے امیر نے سعود بن محمد کو اپنے یہاں آنے اور مستقل طور پر قیام پذیر ہونے کی دعوت دی۔ وہ آیا تو درعیہ کے قریب اسے کچھ زمین عطا کر دی گئی۔ اس علاقے کو ''قصیبہ' کہا جاتا تھا۔ سعود بن محمد کا خاندان وہاں آباد ہو گیا اور ان لوگوں نے وہاں اچھی خاصی عمارتیں بنالیں۔ خاندان کا سلسلہ نسل آگے بڑھا تو ان میں ایک شخص محمد بن سعود پیدا ہوا، جس نے عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو اس علاقے کی زمام امارت اپنے ہاتھ میں لی جو اس نواح میں ''امارۃ السعود درعیہ'' کے نام سے موسوم ہوئی۔ تاریخی اعتبار سے سعودی خاندان کے عہد امارت کو تین اہم ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا دور محمد بن سعود کے عہد سے شروع ہوتا ہے جو 1819ء تک چلتا ہے، اس دور میں اس خاندان کے یکے بعد دیگرے پانچ افراد برسر اقتدار آئے۔ پہلے محمد بن سعود 1726ء سے 1765ء تک منصب امارت پر فائز رہے۔ مشہور نجدی مصلح شیخ محمد بن عبدالوہاب کا تعلق اس خاندان سے انہی کے عہد میں قائم ہوا۔ ان کی وفات کے بعد دوسرے امیر عبدالعزیز بن محمد بن سعود ہوئے جو 1765ء سے 1803ء تک مسند امارت پر متمکن رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے سعود بن عبدالعزیز کا دور آیا جو 1803ء سے شروع ہو کر 1813ء میں ختم ہو گیا۔ پھر عبداللہ بن سعود نے زمام امارت ہاتھ میں لی۔ انہوں نے 1813ء سے 1817 تک حکومت لی۔ بعد ازاں اقتدار کی باگ ڈور مصر کے محمد علی اور ابن معمر

کے فوجی قبضے میں چلی گئی۔فوجی قبضے کی مدت دو سال (1817ء سے 1819ء تک) بنتی ہے۔پھر 1819ء میں مشاری بن سعود کا زمانہ امارت آیا جو صرف ایک سال پر مشتمل تھا۔یہ تمام سعودی حکمران بڑے باہمت، نیک طینت، وسیع الظرف،لوگوں کے خیر خواہ،فراخ حوصلہ اور کشادہ دست تھے۔

دوسرے کا آغاز امیر ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود کی امارت سے ہوتا ہے،اب اقتدار عبد العزیز بن محمد کے بیٹوں کے قبضے سے نکل کر اس کے بھائی عبداللہ بن محمد بن سعود کی اولاد کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔یہ دور 1819ء سے لے کر 1865ء تک چلتا ہے یعنی چھیالیس برس پر پھیلا ہوا ہے۔اس اثناء میں سعودی خاندان کے چھ امیر بر سر اقتدار آئے۔جس کی تفصیل یہ ہے: ترکی بن عبداللہ نے 1819ء سے لے کر 1833ء تک حکومت کی۔مشاری بن عبدالرحمٰن 1834ء، میں صرف چالیس دن امیر رہا۔فیصل بن ترکی (پہلی مرتبہ) 1834ء سے 1838ء تک چار سال عہدۂ امارت پر فائز رہے۔ خالد بن سعود کا دور امارت 1838ء سے 1841ء تک تین سال پر مشتمل ہے۔عبداللہ بن ثنیان 1841ء سے 1843ء تک اور فیصل بن ترکی (دوسری مرتبہ 1843ء سے 1865ء تک بائیس برس منصب امارت پر متمکن رہے۔

اس کے بعد نہایت خلفشار اور ہنگاموں کا دور آیا جو 1902ء تک چلا، چند الفاظ میں اس سے طرح بیان کیا جا سکتا ہے: عبداللہ بن فیصل کی امارت (پہلی مرتبہ) 1865ء سے 1869ء تک چار سال، سعود بن عبدالعزیز 1869ء سے 1874ء تک پانچ سال، عبداللہ بن فیصل کی امارت دوسری مرتبہ) 1874ء سے 1884ء تک دس سال۔رشید خاندان کا عہد اقتدار 1884ء سے 1889ء تک پانچ سال، عبدالرحمٰن الفیصل 1889ء سے 1891ء تک دو سال۔محمد بن فیصل 1891ء سے 1892ء تک ایک سال، رشیدیوں کا قبضہ 1892ء سے 1902 تک دس سال۔

رہا تیسرا دور تو یہ دور 1902ء سے جلالۃ الملک شاہ عبدالعزیز کے عہد امارت سے شروع ہوتا ہے، جسے موجودہ دور حکومت کا نقطۂ آغاز قرار دیا جاتا ہے۔اب ان تینوں ادوار کے بارے میں اختصار کے ساتھ چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں لیکن اس سے پہلے شیخ محمد بن عبدالوہاب کا تذکرہ نہایت ضروری ہے جو نجد کی اصلاحی تحریک کے اولین رکن تھے اور انہوں نے اس علاقے کی بہت بڑے مصلح کی حیثیت سے شہرت پائی۔ان کا تعلق سعودی امارت کے پہلے دور سے ہے۔وہ 1703ء میں پیدا ہوئے اور اپنے والد گرامی شیخ عبدالوہاب سے تعلیم کی جو اس علاقہ کے شہر ''حریملہ'' کے قاضی تھے اور اس نواح میں نہایت عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔عبدالوہاب نے 1740ء میں وفات پائی۔

ان کے بیٹے محمد بن عبدالوہاب نے بہ درجہ غایت گرمجوشی سے تبلیغ واصلاح کا سلسلہ شروع کیا

اور اس راہ میں بہت سی مشکلات سے دوچار ہوئے۔ بہت سے لوگوں نے انہیں شدید تکلیفوں میں مبتلا کیا لیکن وہ کسی تکلیف کی پرواہ کیے بغیر برابر آگے بڑھتے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ بے شمار لوگ ان کے ساتھ ہو گئے اور ان کا حلقہ دعوت واصلاح پورے علاقے میں پھیل گیا۔ اس وقت ان کے دائرۂ اثر ورسوخ نے مزید وسعت اختیار کر لی، جب انکا رابطہ امیر محمد بن سعود سے قائم ہوا۔ امیر محمد بن سعود 1746ء میں درعیہ کے منصب امارت پر متمکن ہوا اور 1765ء تک اس نے حکومت کی۔ 1747ء میں اس نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے ہاتھ پر بیعت کی اور دونوں کے درمیان یہ طے پایا کہ وہ احکام شریعت کی تبلیغ کریں گے۔ بدعات ورسوم، اوھام پرستی اور خلاف اسلام امور کے خاتمے کیلئے کوشاں ہوں گے اور اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے، چنانچہ دونوں اس عہد پر قائم رہے اور دونوں نے اپنی ہمت واستطاعت کے مطابق بے پناہ خدمات انجام دیں۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نے بانوے برس کی عمر پائی اور 1793ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

تھوڑے عرصے کے بعد حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ امیر محمد بن سعود نے اپنا پایہ تخت درعیہ کی بجائے ریاض کو قرار دے دیا۔ اب جیسے جیسے ان کا سیاسی اثر ورسوخ بڑھنے لگا، اسی نسبت سے مخالفت کے سلسلے میں بھی تیزی آ گئی۔ مکہ مکرمہ پر شریفی حکومت کا قبضہ تھا، انہوں نے امیر محمد بن سعود کو فریضہ حج ادا کرنے سے روک دیا۔ اس کے بعد 1765ء میں امیر موصوف وفات پا گئے۔

ان کے بعد ان کے بیٹے امیر عبدالعزیز مسند امارت پر فائز ہوئے۔ وہ نہایت بہادر، حوصلہ مند اور بے حد جری حاکم تھے۔ عوام میں ان کو بڑی مقبولیت حاصل تھی۔ مختلف قبائل وقصبات میں وہ خود جاتے اور لوگوں کی غمی خوشی میں شریک ہوتے۔ انہوں نے فروغ تعلیم کیلئے بڑی جدوجہد کی، شیخ محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ بھی اپنے باپ کی طرح ان کے نہایت مخلصانہ تعلقات تھے۔ جہاد کا سلسلہ بھی انہوں نے باقاعدہ جاری رکھا اور ریاض کے علاوہ نجد کے متعدد اضلاع پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا۔ حجاز کا حکمران شریف غالب ان کی طاقت سے اس قدر مرعوب ہوا کہ اس نے ان کے ساتھ صلح بھی کر لی اور ان کو اور ان کے نجدی ساتھیوں کو بھی از خود فریضہ حج ادا کرنے کی اجازت دے دی۔ 1803ء تک سعودیوں اور شریفیوں کی صلح رہی، اس کے بعد پھر جھگڑے شروع ہو گئے۔ اس اثناء میں امیر عبدالعزیز بن محمد نے طائف پر قبضہ کر لیا اور شریف غالب جدہ کی طرف بھاگ گیا۔ یہ واقعہ 1803ء کو پیش آیا۔

امیر عبدالعزیز بن محمد کے زمانہ امارت میں فتوحات کے دائرے نے بڑی وسعت اختیار کی۔ اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ 1799ء میں اس نے اپنے بیٹے سعود کی کمان میں عراق کی طرف جو فوجیں بھیجیں وہ کربلا تک پہنچ گئی تھیں جو عراق کے عین وسط میں واقع ہے۔ پورا عراق اس وقت ان فوجوں کی زد

میں تھا۔ان دنوں امیر عبدالعزیز کی سلطنت مشرق میں بحیرہ عرب سے لے کر مغرب میں بحیرہ احمر تک اور جنوب میں عراقی سرحدوں سے لے کر بیشہ اور عسیر تک وسیع ہو گئی تھی۔ چاروں طرف امن و امان کا شامیانہ تن گیا تھا اور اس پورے علاقے میں اسلامی احکام پر عمل ہونے لگا تھا لیکن آناً فاناً یہ ہولناک حادثہ پیش آیا کہ ایک دن امیر عبدالعزیز درعیہ کی مسجد طریف میں مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے ان کو قتل کر دیا۔ یہ حادثہ 1803ء میں پیش آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قاتل عراق کے ایک قصبے "العمارۃ" کا رہنے والا تھا اور شیعہ مسلک کا حامل تھا۔ وہ راہب کے بھیس میں درعیہ آیا اور کچھ عرصہ وہاں رہا، موقع پاتے ہی امیر موصوف کے جسم میں زہر میں بجھا خنجر گھونپ دیا اور وہ اسی وقت وفات پا گئے۔ کہا جاتا ہے کہ قاتل کو ان پر غصہ یہ تھا کہ ان کی فوجیوں نے کربلا کے بعض مشاہد کو منہدم کر دیا تھا۔

امیر عبدالعزیز کی وفات کے بعد مسند امارت ان کے بیٹے سعود کے سپرد ہوئی۔ یہ سعودی مملکت کے بانی کا پوتا تھا جو اپنے باپ کی طرح نہایت عاقل و فہیم، دور اندیش، صاحب جود و سخا اور جرأت مند حکمران تھا۔ صالحیت اور صلاحیت دونوں اوصاف اس میں پائے جاتے تھے۔ اس نے نو حج کیے اور ہر سال حج کے موقع پر کعبۃ اللہ پر چڑھانے کیلئے سرخ مخمل کا غلاف اپنے ساتھ لے کر جاتا تھا۔ وہ اپنے علاقے میں تعلیم عام کرنے کا انتہائی خواہش مند تھا چنانچہ اس خواہش کی تکمیل کیلئے مختلف مقامات پر اس نے بہت سے معلم بھیجے، جنہوں نے تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

یہ زمانہ ترکی میں عثمانی حکومت کا تھا، سعودی مملکت کی وسعت سے ترکی کی عثمانی حکومت بھی برافروختہ ہوئی۔ اس نے 1798ء میں اپنی فوجیں سعودی فوجوں سے لڑائی کیلئے "احسا" کی طرف روانہ کر دیں۔ جہاں سعودی فوجیں مقیم تھیں۔ ادھر شریف غالب بھی سعودی افواج سے جنگ کیلئے چل پڑا، مصر کا حکمران محمد علی بھی نجد پر حملے کیلئے کمر بستہ ہو گیا اور اس نے 1811ء میں اپنے بیٹے طوسون کی کمان میں نجد کی طرف فوجیں بھیج دیں جو بحیرہ احمر کے کنارے "ینبع" پر قابض ہو گئیں۔ ادھر نجدی لشکر نے شہزادہ عبداللہ بن سعود کی کمان میں مصری فوجوں پر حملہ کر دیا انہیں شکست دی۔ مصری فوج کا ایک حصہ واپس مصر چلا گیا۔

محمد علی نے اس سے اگلے سال 1812ء میں سعودیوں کے خلاف دوبارہ بہت بڑی مہم روانہ کی، جس نے شدید جنگ کے بعد مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا، اس کے بعد 1813ء میں جدہ اور مکہ معظمہ پر بھی مصری فوجیں قابض ہو گئیں۔ اسی سال امیر سعود نے وفات پائی، ان کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ بن سعود نے حکومت کی باگ ڈور ہاتھ میں لی۔ وہ 1813ء سے 1817ء تک برسر اقتدار رہا۔ یہ بھی اپنے پیشرووں کی طرح بلند حوصلہ اور جرأت مند امیر تھا لیکن مخالفین کی یلغار اتنی سخت تھی اور ان کے حملوں کا

سلسلہ اتنا تیز تھا کہ عبداللہ کو ان کے مقابلے میں شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ 1815ء میں مصر کے محمد علی کا بیٹا طوسون بہت بڑی فوج کے ساتھ امیر عبداللہ کے علاقے پر حملہ آور ہوا اور مارچ کے مہینے میں نجد میں داخل ہو کر اس نے الواس پر قبضہ کر لیا لیکن الواس کے مقام پر اس کے اور عبداللہ کے درمیان صلح ہو گئی مگر یہ صلح عارضی ثابت ہوئی۔ 1816ء میں محمد علی کے دوسرے بیٹے ابراھیم نے مصری فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لی اور عبداللہ سے جنگ شروع کر دی۔ ایک سال کی مسلسل اور خون ریز جنگ کے بعد وہ درعیہ پہنچ گیا اور 1818ء میں نجد کے دارالحکومت ریاض میں داخل ہو گیا اور اس پر قبضہ کر لیا۔ ابراھیم نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا، اس نے امیر عبداللہ بن سعود اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خاندان کے بہت سے افراد کو گرفتار کر کے قاہرہ بھیج دیا، جن میں خود امیر عبداللہ بھی شامل تھے۔ پھر 1820ء میں امیر عبداللہ، ان کی حکومت کے وزیر خزانہ اور سیکرٹری کو میدان اباصوفیہ میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ اس سے ایک سال قبل 1819ء میں امیر عبداللہ کے بھائی مشاری نے درعیہ پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی تھی، اسے بھی گرفتار کر لیا گیا۔

اسی زمانے میں عبداللہ کا ایک بیٹا جس کا نام ''ترکی'' تھا، ریاض آیا اور اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا لیکن محمد علی پاشا کی فوج نے اس کو بھی وہاں سے نکال دیا۔ 1822ء میں ترکی پھر میدان میں اترا اور محمد علی کی فوجوں پر حملہ کر کے انہیں شدید پریشانی میں ڈال دیا اور اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ اس نے کچھ عرصہ حکومت کی، اس کے بعد اسی خاندان کے ایک امیر نے قتل کر دیا اور اقتدار پر قابض ہو گیا۔ تھوڑے ہی عرصے بعد ترکی کے بیٹے فیصل نے دوبارہ اپنی آبائی سلطنت پر قبضہ کر لیا، یہی وہ فیصل ہے جس سے خاندان سعود کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور کی بہت سی تفصیلات تاریخ کی کتابوں میں مرقوم ہیں، جن کے یہاں بیان کی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ یہ امیر فیصل جس سے سعودی حکومت کی حکمرانی کے دوسرے دور کا آغاز ہوتا ہے، یہ دور بہت زیادہ مشکلات میں گھرا ہوا تھا۔ ایک طرف اس کے بیرونی مخالف تھے اور وہ تھے مصر اور ترکی کے حکمران اور اس کے ساتھ ہی حجاز کی شریفی حکومت۔ دوسری طرف خود اس کے خاندان کے لوگ اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے تھے۔ فیصل نہایت احتیاط اور انتہائی عقل مندی کے ساتھ ان سب کا مقابلہ کر رہا تھا۔

مسلسل پانچ سال سویز میں نظر بند رہا۔ آخر حالات سے مجبور ہو کر اسے مصریوں اور ترکوں سے تعلقات قائم کرنا پڑے۔ 1866ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے ساتھ ہی اس کے بیٹوں کے درمیان جھگڑے شروع ہو گئے۔ پہلے سعود امیر بنا، پھر اس کے بھائی عبداللہ نے مسند امارت سنبھالی۔ بعد ازاں عبدالرحمٰن اس منصب پر فائز ہوا لیکن امیر عبدالرحمٰن بھی اطمینان سے حکومت نہیں کر سکا۔ آخر 1888ء میں اسے اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر کویت میں پناہ لینا پڑی۔ امیر عبدالرحمٰن سعودی

حکومت کے موجودہ حکمران شاہ فہد کے دادا اور ان کے والد سلطان عبدالعزیز (ابن سعود) کے والد محترم تھے۔ امیر عبدالرحمٰن کویت جانے کے بعد ان کے بھائی عبداللہ کو امیر مقرر کیا گیا لیکن وہ برائے نام امیر تھا، اصل اختیارات امیر ابن رشید (یا شریفی خاندان) کے ہاتھ میں تھے۔

سعودی خاندان کی تاریخ مسلسل جدوجہد اور تابندہ حق وصداقت کی بہادرانہ مساعی سے بھرپور ہے۔ امیر عبدالعزیز جنہیں عرف عام میں سلطان ابن سعود کہا جاتا ہے۔ اس خاندان کے نہایت شجاعت پیشہ رکن اور عظیم الشان روایات کے امین تھے۔ وہ امیر عبدالرحمٰن کے فرزند ارجمند تھے۔ سعودی خاندان کے تیسرے دور کا آغاز اسی سلطان عبدالعزیز سے ہوتا ہے اس دور کا تسلسل اللہ کے فضل سے جاری ہے۔ عبدالعزیز کی ولادت 23 نومبر 1880ء کو دولت سعودیہ کے دارالحکومت ریاض میں ہوئی، جب ان کے والد امیر عبدالرحمٰن 1888ء میں نجد سے نکل کر شیخ کویت کے ہاں پناہ گزین کی حیثیت سے گئے۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ برس کی تھی۔

یہاں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ اس زمانے کی کویتی حکومت اور سعودی خاندان کے باہمی تعلقات خوشگوار نہ تھے لیکن ان کے درمیان نقطہ اتحاد یہ تھا کہ حجاز کی رشیدی اور شریفی حکومت کے یہ دونوں مخالف تھے، چنانچہ ''دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے'' کے اصول کے مطابق دونوں کے درمیان مصالحت ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ امیر عبدالرحمٰن نے کویتی حکومت کی مدد سے دو مرتبہ رشیدیوں پر حملہ کیا۔ یہ الگ بحث ہے کہ دونوں مرتبہ انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

اب چند باتیں سلطان عبدالعزیز (ابن سعود) کے بارے میں بیان کی جاتی ہیں۔ وہ بڑے ہوئے تو اپنے والد امیر عبدالرحمٰن کے پاس کویت چلے گئے، اپنے خاندان کی گزشتہ تاریخ سے وہ پوری طرح آگاہ تھے اور اپنی کھوئی ہوئی سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنے کیلئے انتہائی بے تاب تھے۔ انہوں نے بے سروسامانی کے عالم میں کس طرح کویت سے ریاض کا عزم کیا اور بالآخر اسے فتح کرنے اور اس پر اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ کس طرح کامیاب ہوئے؟ یہ نہایت حیرت انگیز واقعہ ہے اور اس مادی دور اور بے پناہ اسلحہ کے زمانے میں اس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ یہ سب اللہ کے بھروسے اور جذبہ صادق کی بناء پر ہوا، جس کی مختصر روداد یہ ہے:

1901ء میں جب کہ عبدالعزیز کی عمر بیس سال سے زیادہ تھی وہ تین سو کے لگ بھگ مجاہدوں کے ساتھ خفیہ طور سے صحرا میں نکلا۔ 11 جنوری 1902ء کو عیدالفطر کی نماز ریاض کے قریب ایک گاؤں ''ابو جفان'' میں پڑھی، اس وقت دو سو آدمی اس کے ساتھ تھے۔

عید سے دوسرے روز 12 جنوری 1902ء میں (2 شوال 1319ھ) کو اس نے اچانک

ریاض کا قصد کیا۔ سورج غروب ہوا تو دو سو میں سے صرف چالیس آدمی ساتھ لیے، ایک سو ساٹھ افراد کو ایک جگہ ٹھہرایا اور تاکید کی کہ اگلے دن دوپہر تک ہماری طرف سے کوئی اطلاع نہ پہنچے تو سمجھ لینا کہ ہم اپنے وطن کو دوسروں کی غلامی کے چنگل سے نجات دلانے کی کوشش میں موت کا لقمہ بن گئے ہیں، لہٰذا انتہائی عجلت کے ساتھ کویت چلے جانا۔

رات کی تاریکی بڑھی تو یہ چالیس افراد ریاض کے قریب پہنچے، وہاں عبدالعزیز نے پچیس آدمیوں کو ایک جگہ روکا اور اپنے بھائی محمد بن عبدالرحمٰن کو ان کا امیر مقرر کیا۔ انہیں بھی یہی تاکید کی کہ اگر ہمارے متعلق کل کسی وقت تک کوئی خبر نہ ملے تو فوراً کویت واپس چلے جانا۔ اب عبدالعزیز نے صرف پندرہ آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیا اور ان کے سمیت یہ کل سولہ آدمی مسافر کی حیثیت سے ریاض میں داخل ہوئے۔ رات قلعے کے سامنے ایک بے آباد مکان میں گزار دی، تمام افراد رات بھر قہوہ پیتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے، فجر کی نماز پڑھنے کے بعد قلعے پر حملے کی تیاری کر لی۔ جیسے ہی قلعے کا دروازہ کھلا، رشیدی حاکم یا مصر باہر نکلا، عبدالعزیز نے اسے دیکھتے ہی ساتھیوں کو اشارہ کیا اور خود بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اس پر جا گرا۔ حاکم مارا گیا اور عبدالعزیز اسی آن شہر پر قابض ہو گیا۔ یہ سلطان عبدالعزیز کا وہ جنگی کارنامہ تھا، جو ہزاروں جنگجو فوجی بھی آسانی سے انجام نہیں دے سکتے تھے۔ اس نے صرف پندرہ آدمیوں کے ساتھ بہت بڑا انقلاب برپا کر دیا اور چند ثانیوں میں ایک مضبوط حکومت کا تختہ الٹ کر رکھ دیا۔ عرب (بالخصوص نجد کے عرب) شجاعت و مردانگی میں بڑی شہرت رکھتے ہیں لیکن پندرہ آدمیوں کی رفاقت میں ریاض جیسے شہر کی تسخیر میں جو ایک مضبوط سلطنت کا دارالحکومت ہے، کامیاب ہو جانا خود ان کے نزدیک بھی انتہائی حیرت انگیز واقعہ اور نہایت تعجب خیز کارنامہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطان عبدالعزیز کی زندگی جرأت و شجاعت کے بے شمار واقعات کا حیران کن مرقع تھی ان کی تگ و تاز کے تمام پہلوؤں میں بے پناہ مجاہدانہ روح کارفرما تھی۔ عظمت و عزیمت کے جو نقوش انہوں نے اپنے پیچھے چھوڑے اور زمین عرب پر رقم کیے وہ تاریخ حکمرانی کا ایک تابندہ اور درخشندہ باب بن گئے ہیں۔ ریاض کی فتح کے وقت پندرہ افراد کو عبدالعزیز اپنے ساتھ لے گئے تھے، تاریخ کی کتابوں میں ان کے نام بھی مرقوم ہیں۔ اس مرد مجاہد نے کمال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے 1924ء میں ریاض سے مکہ معظمہ کا عزم کیا، جس پر ایک ظالم حکمران شریف حسین قبضہ جمائے بیٹھا تھا، اسے اس بلدۂ پاک سے باہر نکال دیا۔ اس کے بعد 1925ء میں پورے حجاز کو فتح کر لیا۔ پھر 8 جنوری 1926ء کو ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اب مکمل طور پر حرمین شریفین کی خدمات کا اعزاز انہیں حاصل ہو گیا تھا۔ 1927ء میں وہ نجد و حجاز کے فرمانروا قرار دیئے گئے اور انہیں بین الاقوامی حیثیت کا بہت بڑا حکمران مانا گیا۔ انہوں نے اپنے ان

آبائی علاقوں کو فتح کر کے ان میں اسلامی طرز کی حکومت قائم کی، اس پورے خطے میں شریف حسین کے زمانے میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی اور حجاز کے قافلے رہزنوں کے ہاتھوں ہمیشہ خطرات میں گھرے اور لوٹ مار کا شکار رہتے تھے۔لیکن سلطان عبدالعزیز نے نہایت اخلاص اور بے حد محنت کے ساتھ بہت تھوڑے عرصے میں اس قسم کی حکومت کی طرح ڈالی کہ لوٹ کھسوٹ اور بدامنی کا پوری مملکت میں قطعی طور پر خاتمہ ہو گیا۔اب سعودی عرب کسی گوشے میں کوئی شخص کہیں چلا جائے کسی نوع کے خطرے سے دوچار نہیں ہو گا۔

سلطان عبدالعزیز جہاں انتظامی صلاحیتوں سے پوری طرح بہرہ ور تھے وہاں بہت بڑے عالم دین سیاست دان بھی تھے۔سیاست عالم اور بین الاقوامی حالات پر وہ انتہائی گہری نظر رکھتے تھے اور مشکل سے مشکل مسائل نہایت آسانی سے حل کر دیتے تھے۔وہ عمر بھر اتحاد عرب کیلئے مساعی اور ان تمام ملکوں میں اسلامی اسلوب حکومت کے قیام کیلئے کوشاں رہے۔اس مسئلے کو انہوں نے اپنی زندگی کا بنیادی نصب العین قرار دے لیا تھا۔یہاں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ حجاز فتح کرنے کے بعد وہ اپنے والد محترم امیر عبدالرحمٰن کی خدمت میں کویت گئے، جہاں وہ اس وقت قیام پذیر تھے، ان سے نہایت ادب کے ساتھ مسند اقتدار پر متمکن ہونے کیلئے عرض کیا لیکن انہوں نے یہ بہت بڑی ذمہ داری قبول کرنے اور زمام حکومت ہاتھ میں لینے سے انکار کر دیا اور سعادت مند بیٹے سے کہا کہ یہ علاقہ چونکہ ان کی حسین تدبیر اور بہترین جنگی حکمت عملی کی بناء پر فتح ہوا ہے، اس لیے وہی اس پر حکومت کرنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔لیکن اس کے باوجود وہ ہمیشہ امور حکومت میں والد محترم سے مشورہ لیتے اور ان کے مشوروں کو نشان راہ قرار دیتے رہے۔امیر عبدالرحمٰن نے 1928ء میں وفات پائی۔

سلطان عبدالعزیز 23 نومبر 1880ء کو پیدا ہوئے تھے۔2 شوال 1319ھ (13 جنوری 1902ء) کو انہوں نے ریاض فتح کیا اور 9 نومبر 1953ء کو وفات پائی۔اس طرح انہوں نے شمسی حساب سے 51 سال حکومت کی اور 73 برس تیرہ دن عمر پائی۔

ان کے بعد ان کے بڑے بیٹے سعود کو امیر مقرر کیا گیا، وہ 12 جنوری 1902ء کو اس رات کویت میں پیدا ہوئے تھے، جس رات ان کے والد سلطان عبدالعزیز نے پندرہ رفقاء کی معیت میں ریاض پر قبضہ کیا تھا۔انہوں نے گیارہ سال حکمران رہنے کے بعد 2 نومبر 1964ء کو تمام اختیارات اپنے چھوٹے بھائی فیصل کے سپرد کر دیئے تھے اور خود حکومت سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔مسند اقتدار پر فائز ہونے سے چند مہینے بعد وہ اپریل 1954ء کو پاکستان کے دورے پر آئے تھے۔

فیصل بن عبدالعزیز (جو سعود کی علیحدگی کے بعد حکمران ہوئے) 1906ء کو پیدا ہوئے۔

1953ء میں انہیں ولی عہد سلطنت بنایا گیا، 1961ء میں نائب جلالتہ الملک کی ذمہ داریاں انہیں سونپی گئیں۔ شاہ فیصل ایک ترقی یافتہ بادشاہ تھے، انہوں نے سعودی عرب میں بہت سی اصلاحات کا نفاذ کیا، وہ تمام اسلامی ممالک کے اتحاد کے حامی تھے، اس سلسلے میں انہوں نے ایران سمیت تمام ملکوں کا دورہ کیا۔ وہ نہایت محتاط زندگی بسر کرتے تھے، ان کا زیادہ تر وقت دفتر میں یا مکان پر ملکی معاملات سے متعلق غور وفکر میں صرف ہوتا تھا۔ امور سلطنت کے بارے میں تمام کاغذات وہ خود پڑھتے اور ضروری احکام خود اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ وہ جمہوریت کے حامی تھے اور دنیا کی سیاست کے نشیب وفراز پر عبور رکھتے تھے۔ وہ شاہانہ زندگی سے گریزاں تھے، سادگی پسند اور عوام سے میل جول رکھتے تھے۔ اجتماعی اور ملکی مسائل ان کا اصل موضوع تھے۔ عرب رواج کے برعکس انہوں نے ایک ہی شادی کی وہ خالص اسلامی فکر کے حامل تھے۔

ملک میں تعلیم عام کرنے کے وہ بے حد شائق تھے، چنانچہ انہوں بہت سی تعلیم گاہیں قائم کیں، متعدد یونیورسٹیاں ان کی کوشش سے معرض وجود میں آئیں۔ سعودی عرب سے باہر متعدد ملکوں میں بھی انہوں نے تعلیمی ادارے قائم کیے اور ان کی مالی مدد کی۔ 1974ء کو لاہور میں جو اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس کے انعقاد میں انہوں نے پاکستان کی حکومت کے ساتھ بے حد تعاون کیا۔ غرض وہ بے شمار خوبیوں کے مالک اور بہت سے اوصاف کے حامل تھے۔

25 اپریل 1975ء کو اپنے بھتیجے کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ تمام دنیا میں ان کی اس حادثاتی موت پر انتہائی افسوس کا اظہار کیا گیا۔ مسلمان ملکوں میں خاص طور پر ان کی وفات کو شدید حزن والم کا باعث قرار دیا گیا۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ جب تک زندہ رہے ایک جرأت مند مجاہد کی طرح زندہ رہے اور جب موت آئی تو ایک شہید کی موت تھی۔

ان کے بعد ان کے بھائی شاہ خالد سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ وہ بھی اپنے پیشروؤں کی طرح نہایت فہیم وعاقل اور صاحب عزم وہمت حکمران تھے۔ ان کے زمانے میں بھی سعودی مملکت نے بڑی ترقی کی اور بہت سی نئی اصلاحات اس میں جاری کی گئیں۔ بین الاقوامی تعلقات میں بھی استحکام پیدا ہوا اور اسلامی ملکوں سے بھی روابط میں اضافہ ہوا۔

ان کی وفات کے بعد شاہ فہد کا دور آیا، یہ دور بھی ہر اعتبار سے سعودی حکومت کیلئے ارتقاء کا ضامن تھا۔ وہاں کے عوام بھی اس عہد میں انتہائی خوش تھے۔ اور دوسرے ملکوں سے روابط ومراسم کی حدیں بھی مستحکم ہیں۔ تمام معاملات نہایت حسن وخوبی سے سرانجام دیئے جارہے ہیں۔ شاہ فہد کے بعد شاہ عبداللہ کا دور حکومت آیا اب شاہ سلمان کا دور بہت عمدہ دور ہوگا۔ یہاں یہ یاد رہے کہ امیر محمد بن سعود

نے جب وہ درعیہ کے منصب امارت پر فائز تھے، 1747ء میں علاقے نجد کے مصلح شیخ محمد بن عبد الوہاب کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ان دونوں کے درمیان رابطہ قائم ہوا تھا۔ اس وقت طے پایا تھا کہ محمد بن عبدالوہاب اس علاقے میں دعوت واصلاح کی خدمات سرانجام دیں گے اور محمد بن سعود احکام شرع کے مطابق حکومت کی ذمہ داریوں کو نبھائیں گے۔ اس باہمی گفتگو پر تقریباً پونے تین سو سال عرصہ بیت چکا ہے اور اس طویل مدت میں نجد وحجاز کے وسیع خطوں میں بے شمار انقلابات رونما ہو چکے ہیں لیکن دونوں رہنماؤں کے درمیان جو فیصلہ طے پایا تھا، اس پر اب بھی عمل ہو رہا ہے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خاندان کو وہاں کی زبان اور تاریخ میں ''آل شیخ'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دونوں خاندانوں کے تعلقات نہایت مستحکم چلے آ رہے ہیں، کبھی کسی کو کسی سے شکایت پیدا نہیں ہوئی، علوم دینیہ اور دعوت اسلامی کے معاملات آل شیخ کے سپرد ہیں، جس میں حکومت کوئی دخل نہیں دیتی اور ملکی سیاست اور حکمرانی کے فرائض کی انجام دہی کے ذمہ دار آل سعود ہیں، اس میں آل شیخ بالکل مداخلت نہیں کرتے۔

حرمت مدینہ منورہ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک ابراھیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو، اس کے درمیان دو پہاڑں کے درمیانی علاقے کو حرام قرار دیتا ہوں کہ اس میں خون ریزی کی جائے، نہ قتال کیلئے اسلحہ اٹھایا جائے اور نہ ہی چارے کے علاوہ اس کے درخت کے پتے جھاڑے جائیں۔''

[مسلم (1374)]

پاک سعودیہ تعلقات، دوراہے پر

رانا شفیق خان پسروری

سعودی عرب ہمارے لیے حجاز مقدس کی پاک سرزمین ہونے کے باعث اور حرمین شریفین کے حوالے سے ہمیشہ سے ہی عقیدت واحترام کا محور اور ایمان و اسلام کا مرکز ٹھہرا ہے۔ صرف جذبہ ایمانی ومحبت کے باعث نہیں، بلکہ اپنی سچی دوستی، مخلصانہ بھائی چارے اور بے شمار احسانات کے باعث دنیا بھر کے ممالک میں پاکستان اور پاکستانیوں کے سب سے زیادہ قریب رہا ہے۔ کوئی سا بھی مرحلہ اور کوئی سا بھی موقع ہو، سعودی عرب نے ہمیشہ پاکستان کے کندھے کے ساتھ کندھا ملائے رکھا۔ سعودی عرب کے حکمران ہوں یا عوام الناس ہر کوئی پاکستان کی خوشی میں خوش اور اس کے غم میں غمگین ہوتا ہے۔ سعودی عرب سے پاکستان کا صرف سفارتی تعلق ہی نہیں، بلکہ اوپر سے لے کر نیچے تک، ہر سطح اور ہر شعبہ حیات سے متعلق عوام وخواص کا وہ تعلق خاطر ہے جس کی جڑیں اسلامی جذبہ اخوت سے مضبوط تر ہیں اور اس کا ہر فرد پاکستان پر اپنی محبتیں نچھاور کرتا دکھائی دیتا ہے۔ افغان مہاجرین کا بوجھ ہو یا سیاچن گلیشیر کی لڑائی، ایٹمی طاقت کا حصول ہو یا ایف 16 طیاروں کی کی خرید، کوئی بھی مرحلہ ہو یا کوئی اہم معاملہ سعودی عرب نے ہمیشہ، سب سے بڑھ کر پاکستان کا ساتھ نبھایا۔

شاہ فیصل شہید تو برملا پاکستان کو اپنا ملک اور اسلام کا قلعہ قرار دیتے تھے۔ جب مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بنا تو شاہ فیصل شہید ہی تھے جو دھاڑیں مار مار روتے تھے اور فرماتے تھے آج میرا کوئی بیٹا ہلاک ہو جاتا تو مجھے اتنا دکھ نہ ہوتا جتنا پاکستان کے ٹوٹنے کا ہوا ہے۔ جب پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کیا تو سعودی عرب کے عام لوگ بھی خوشی سے اچھلنے اور نعرہ ہائے تکبیر بلند کرنے لگے تھے۔ جیسے وہ خود ایٹمی طاقت بن گئے ہیں۔ ایٹمی دھماکوں کے بعد امریکہ و دیگر ممالک نے پاکستان پر معاشی پابندیاں لگائیں تو سعودی عرب نے پاکستان کیلئے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور عرصہ دراز تک پاکستان کو مفت تیل دیتا رہا۔ پاکستان اور پاکستانیوں کے ساتھ سعودی عرب کا حسن سلوک ایسا ہمہ جہتی اور اتنا بھرپور ہے کہ اس کا احاطہ کسی کیلئے ممکن نہیں، نہ اس کا شمار ہو سکتا ہے اور نہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ شاہ عبد اللہ مرحوم جب ولی عہد تھے وہ پاکستان آئے تو ان کے اعزاز میں شالیمار باغ لاہور میں ایک شاندار استقبالیہ دیا گیا۔ وہاں انہوں نے بے تکلفانہ انداز میں کہا تھا پاکستان ہمارا دوسرا گھر ہے۔ کچھ اسی طرح کے جذبات شاہ سلمان بن عبد العزیز کے تھے جب یہ ولی عہد تھے۔ سقوط ڈھاکہ کے بعد مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں پھنسے ہوئے پاکستانیوں کو پاکستان میں لاکر بسانے کیلئے سعودی عرب کے ادارہ رابطہ عالم اسلامی نے 15 ملین ڈالر کی خطیر رقم سے رابطہ ٹرسٹ قائم کیا جس کے چیئرمین موجودہ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف تھے، جبکہ اس کے

ممبران میں چودھری شجاعت حسین، میاں شہباز شریف، راجہ ظفر الحق اور مجید نظامی جیسی شخصیات تھیں۔ اس رابطہ ٹرسٹ کے تحت میاں چنوں اور دیگر علاقوں میں بستیاں قائم کر کے کتنے ہی پاکستانیوں کو لا کر بسایا گیا۔ آزاد کشمیر اور سرحد میں جب تباہ کن زلزلہ آیا تو اس وقت سعودی ٹی وی نے سعودی عوام کو اعانت کیلئے پکارا تو شاہ فہد مرحوم کی بیوہ نے اپنا سارا زیور امدادی فنڈ میں جمع کروایا۔ شاہ عبداللہ مرحوم نے اپنی جیب خاص سے 2 کڑور ریال، ولی عہد اور سابق بادشاہ سلطان بن عبدالعزیز نے ایک کڑور ریال اور سابق وزیر داخلہ نائف بن عبدالعزیز نے 50 لاکھ ریال پہلی جنبش کے طور پر دیئے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ ایسا چلا کہ ایک دن 80 کڑور ریال کی خطیر رقم تک جا پہنچا۔ ریاض کا سٹیڈیم امدادی سامان سے بھر گیا۔ یہ سامان اور رقوم پاکستان کے سیلاب متاثرین پاکستان کی وفاقی وصوبائی حکومتوں اور سعودیہ کی معاون تنظیموں کے ذریعے پہنچایا گیا اور پھر اس وقت کے سعودی سفیر بنفس نفیس ایک رضا کار کی طرح اپنے پاکستانی بھائیوں کے دکھ بانٹ رہے تھے۔ دیکھنے والے ان کے کیچڑ سے لتھڑے لباس اور ان کی انتھک جدوجہد کو دیکھتے تو انہیں احساس ہوتا کہ سعودی عرب کے خواص لوگوں کی محبت کا یہ عالم ہے تو عوام کی محبت کا عالم کیا ہوگا؟ پھر اسی سعودی سفیر نے کہا تھا: کہ اہل پاکستان کو ہمارا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں، پاکستان ہمارا اپنا وطن ہے، جس کی خدمت کرنا ہم پر واجب ہے۔ پاکستان اور اہل پاکستان پر جب بھی کڑا وقت آیا سعودی عرب نے پاکستان سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ ابھی 2014 میں پاکستان کو سعودی عرب کی طرف سے ڈیڑھ ڈالر ارب کا تحفہ ملا۔ جس سے پاکستانی معیشت کو سہارا ملا اور ڈالر 112 سے 98 روپے پر آ گیا۔ یہ سعودیہ کی پاکستان اور اہل پاکستان سے منہ بولتی محبت کا ثبوت ہے۔ اس بے لوث دوست اور محسن ملک کو اب پاکستان کی معاونت کی ضرورت پڑی ہے تو ہم چوں چرا میں کیوں پڑیں، ہمیں کھل کر سعودی عرب کا ساتھ دینا چاہیے۔ وزیر اعظم محمد نواز شریف نے اہل پاکستان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے خوب کہا ہے کہ ہم اپنے برادر ملک، سعودی عرب کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں گے۔ اور اگر حکومت پاکستان نے کہنے کے باوجود کندھے سے کندھا ملایا اور دوستی کو صرف باتوں سے نبھانے کی کوشش کی تو (خاکم بدھن) تنہائی کے اس دور میں ایک بے لوث دوست، مخلص محسن اور ہمدرد ملک کی دوستی سے ہاتھ دھو کر واقعتاً تنہا ہو جائیں گے!

سعودی عرب کا جرأت مندانہ فیصلہ

ملک عطا محمد جنجوعہ

مملکت سعودی عرب کی خارجہ پالیسی کا محور مسلم حکومتوں سے خوشگوار تعلقات قائم کرنا ہے۔ سعودی حکومت وہاں کے عوام اور حکومت کی سیاسی محاذ آرائی کے دوران غیر جانبدار رہتی ہے کسی مسئلہ پر اخلاقی سفارش کرتی ہے لیکن سرکاری دباؤ نہیں ڈالتی۔ محاذ آرائی کے ردعمل میں جو بھی حکومت برسر اقتدار آتی ہے تو سعودی حکومت اس سے دوستانہ تعلقات برقرار رکھتی ہے۔ یہ جرم نہیں بلکہ عدم مداخلت کی خارجہ پالیسی ہے۔ پاکستان میں حکومتیں تبدیل ہوتی رہیں لیکن سعودی اخوت میں ذرہ برابر کمی نہیں آئی۔ بلاشبہ مصر میں جارحانہ انداز سے فوجی انقلاب برپا ہوا لیکن حکومت کو تسلیم کرنا دراصل مصری عوام سے تعلق قائم رکھنے کا واحد ذریعہ تھا۔ سعودی عرب نے کسی طاغوتی قوت کے اشارے پر کسی اسلامی ملک پر حملہ کیا اور نہ ہی تخریبی کاروائیوں میں ملوث ہوا۔ اس کے برعکس عراق کی ایران سے محاذ آرائی ہوئی اور کویت پر جارحانہ انداز میں حملہ کیا۔ امریکہ نے افغانستان اور عراق پر یکے بعد دیگرے حملہ کیا تو چند مسلم ممالک نے امریکہ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ امریکہ تعاون کیا لیکن سعودی حکومت نے امریکہ کو فوجی سپورٹ فراہم نہیں کی۔ عوام کی ذہن سازی میں میڈیا پر اربوں کا کردار خصوصی اہمیت کا حامل ہے، امریکہ نے مسلم دنیا میں صہیونی ورلڈ آرڈر کی پیش قدمی کیلئے میڈیا پر اربوں ڈالر خرچ کیے ہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ کمیونسٹوں کا مقابلہ کرنے کیلئے مسلم خون کی ضرورت تھی تو میڈیا نے اسلامی تشخص کو اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ مجاہدین اور ان کے قائدین کا قد کاٹھ نمایاں کیا لیکن روسی فوج کے انخلا کے بعد جہادی لہر کو سیکولر میں تحلیل کرنا تھا تو اسی میڈیا نے روشن خیالی کی ترجمانی شروع کر دی اور افغان مجاہدین کو دہشت گرد کہنا شروع کر دیا۔ یہی میڈیا ہے جس نے سعودی عرب کے خلاف پروپیگنڈہ تیز کیا ہوا ہے تاکہ مسلم امہ میں سعودی حکمرانوں کے خلاف نفرت کی دیوار حائل کر دی جائے۔ امریکہ، یورپ، چین یا عالمی ادارہ پاکستان کو سودی قرضہ دیں تو میڈیا سراہتا ہے کہ قومی معیشت مستحکم ہوگی۔ جب سعودی عرب نے ڈیڑھ ارب ڈالر کی خطیر رقم دے کر امداد کی تو میڈیا نے سعودی عرب کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ حالانکہ سعودی حکومت قیام پاکستان سے لے کر اب تک ہر نازک موقع پر پاکستان کی اخلاقی و مالی مدد کرتی رہی ہے۔ مثلاً F-16 طیاروں کی خریداری، ایٹمی صلاحیت کا حصول، ایٹمی دھماکوں کے بعد کئی سال تک تیل کی مفت فراہمی 2005ء کا زلزلہ یا وقتاً فوقتاً آنے والے سیلاب میں سعودی عرب امت مسلمہ کا خیر خواہ ہے اسے حکومتوں کی تبدیلی سے کوئی غرض نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلم دنیا کے کسی ملک میں ناگہانی وبا پھوٹ پڑی یا قدرتی آفات کا سامنا ہوا تو سعودی حکومت نے دل کھول کر حکومتی سطح پر اخلاقی و مالی تعاون کیا اور اقوام

متحدہ میں مسلم موقف کی ترجمانی کی۔ عالمی سطح پر بھی مغرب اور مسلمانوں میں دو نظاموں کی جنگ ہے۔ دیگر مسلم ممالک نے امریکہ کے دباؤ میں آکر مغرب کے سیاسی، معاشی، تعلیمی پیکج کو اپنے ملک میں رائج کر دیا۔ البتہ سعودی عرب ایسا ملک ہے جہاں قرآن وسنت کو سپریم لا کی حیثیت حاصل ہے۔ شرعی نظام عدل کی وجہ سے عوام کی عزت، جان اور مال کو تحفظ حاصل ہے۔ اسلام کے معاشی نظام کی وجہ سے عوام کی بنیادی ضروریات کی معیاری اشیاء سستی اور وافر مقدار میں میسر ہیں۔ حکومت سرپرستی میں دعوت واصلاح کا شعبہ قائم ہے اور اسلام کی تعلیم سعودی نظام تعلیم کا بنیادی حصہ ہے۔ جہاں کی جامعات میں جدید تعلیم کے ساتھ اسلامی تعلیم کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ دنیا بھر سے مسلم طلبا علم حاصل کرنے کیلئے آتے ہیں جن کو معقول وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ جو فارغ ہو کر اسلام کی ترویج واشاعت میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ اسلامی نظام کی برکات کی وجہ سے سعودی عرب میں امن وامان اور معاشرہ خوشحال ہے۔ مسلم حکمرانوں کی نمایاں خوبی یہ ہونی چاہیے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا بندوبست کرتے ہیں۔ مسلم حکمرانوں میں سے کون کون اس پر عمل پیرا ہیں؟ ترقی پذیر ممالک کے سربراہ امریکی صدر سے چندمنٹ کیلئے ملاقات کرلیں تو وہ پھولے نہیں سماتے۔ امریکی صدر باراک اوباما سرکاری دورے پر بھارت گیا اس دوران وہ ایک گھنٹہ کیلئے پاکستان نہیں ٹھہرا تو میڈیا نے خارجہ پالیسی کو ہدف تنقید بنایا۔ امریکی صدر انڈیا سے واپسی پر سعودی عرب گیا جب وہ خادم الحرمین شریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز کو ان کے محل ملنے گیا تو عین اسی وقت نماز عصر کی اذان کی آواز گونجی تو شاہ سلمان دنیا کے طاقتور ترین انسان اوباما اور اس کی اہلیہ کو اکیلے چھوڑ کر مالک الملک کے دربار میں حاضر ہوئے وہاں موجودہ دیگر اعلیٰ سعودی عہدیدار جن میں ولی عہد شہزادہ مقرن بھی شامل تھے وہاں نماز پڑھنے کیلئے رب کے دربار میں حاضر ہوئے۔ عوامی حمایت حاصل کرنے کیلئے امریکہ مردہ باد کہنا آسان ہے لیکن عملی میدان میں رب کی حاکمیت کا اظہار جس طرح شاہ سلمان نے کیا ہے موجود دور کے کسی اسلامی سربراہی کو توفیق نہیں ہوئی۔ طاغوتی قوتیں اس تگ ودو میں ہیں کہ سعودی عرب میں انقلاب برپا کر کے نظام درہم برہم کر دیا جائے تا کہ وحی الٰہی کی حکمرانی کا خاتمہ کر کے خود ساختہ عوامی قانون رائج کیا جائے لیکن ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ ان شا اللہ! خطہ میں امریکہ کی یوٹرن پالیسی سے عرب ریاستوں کو اپنے تحفظ کا احساس ہوا ہے۔ خلیج تعاون کونسل نے ایک لاکھ افراد پر مشتمل متحدہ سیکورٹی کمان تشکیل کی ہے۔ مزید برآں سعودی عرب نے امریکہ اور اقوام متحدہ کے دوہرے معیار پر احتجاج کرتے ہوئے سلامتی کونسل کی نشست لینے سے انکار کر دیا ہے۔ سعودی عرب پہلے کی نسبت آزاد خارجہ پالیسی پر کاربند ہے اور اپنی دفاعی صلاحیت کو مستحکم کرنے پر بھرپور توجہ دی ہے۔ اسلام نے ظلم وبربریت کے مٹانے کیلئے قتال کا حکم دیا ہے لیکن بزور قوت دعوت دینے کی

اجازت نہیں دی۔ سعودی حکومت مسلم امہ کی طرف دعوت و اصلاح کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے لیکن کسی زبردستی عقیدہ تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کرتی۔ جبکہ ایرانی قیادت اپنے انقلاب بزور قوت برآمد کرنے کی تگ و دو میں ہے۔ اور دیگر مسلم ممالک میں اپنے حامیوں کو سپورٹ کر رہی ہے۔ طاغوتی قوتوں اور عالمی اداروں نے اس کی ریاستی مداخلت پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔ ایران نے یمن میں اپنے نظریاتی ساتھی حوثی قبائل کی بھرپور اعانت کی جنہوں نے یمن کے سب سے بڑے فوجی اڈے پر قبضہ کرلیا اور یمنی صدر منصور ہادی عدن کے صدارتی محل سے نکل کر ریاض سعودی عرب منتقل ہو گیا ہے۔ ساحلی شہر عدن کے قریب المہند کے فوجی اڈے پر امریکی و مغربی فوجی ماہرین تعینات تھے جو القاعدہ کے خلاف کاروائیوں میں یمن کی افواج کی راہ نمائی کرتے تھے۔ انہیں حکم ملنے پر واپس بلا لیا گیا تھا۔ حوثی جنگجو ساحلی شہر مخا اور ضالع میں داخل ہو گئے ہیں اور سعودی عرب میں جارحانہ کاروائی کرنے کا عندیہ دیا تو سعودی افواج توپ خانہ اور بھاری ساز و سامان لے کر یمن سرحد پہنچ گئیں۔ چنانچہ سعودی عرب اور اس کے اتحادیوں نے یمن میں حوثی باغیوں کے ٹھکانوں پر بمباری کی جس سے کئی ٹھکانے تباہ ہو گئے۔ اتحادی طیاروں نے صنعاء کے جنوب میں صدارتی محل کو تین بار نشانی بنایا جس پر باغیوں نے ایک ماہ قبل قبضہ کیا تھا اور صوبہ عمران میں حوثی باغیوں کے زیر کنٹرول آرمی بریگیڈ کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ سعودی عرب پاکستان کا دیرینہ آزمودہ دوست ہے اس نے ہر آڑے وقت میں پاکستان کی مدد کی۔ 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں سعودی عرب نے اعلانیہ پاکستان کا ساتھ دیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں پاکستان نے اپنے ایٹمی پروگرام کی بنیاد رکھنے کا اعلان کیا تو سعودی عرب نے بھرپور مالی تعاون کیا۔ جب پاکستان نے مئی 1998 میں ایٹمی دھماکے کیے تو سعودی عرب نے 5.5 ارب ڈالر کی امداد تیل کی شکل میں دینے کا اعلان کیا۔ پاکستان اور سعودی عرب نے 8 فروری 2014ء کو اعلان کیا تھا کہ دونوں ملکوں کے درمیان دفاعی تعاون فروغ دیا جائے گا۔ جبکہ اس کے مقابلے میں پاکستان کا ایک ہمسایہ ملک جس نے آج تک پاکستان کی کسی آفت یا مشکل وقت میں کبھی کوئی مدد یا تعاون نہیں کیا بلکہ الٹا یہاں تخریبی کاروائیوں اور فرقہ واریت کو ہوا دینے میں پیش پیش ہے، اب یمن میں بھی حوثیوں کی پشت پناہی وہی کر رہا ہے۔ طاغوتی قوتیں سعودی عرب کو ہدف بنانے سے قبل گرد و نواح علاقوں پر تسلط جما رہی ہیں تاکہ ممکنہ جارحانہ کاروائی کے دوران کسی قسم کی بیرونی امداد سعودی عرب نہ پہنچ سکے۔ اس نازک موقع پر حکومت پاکستان کا معاہدوں کی پاسداری اور مسلم برادری میں اعتماد بحال رکھنے کیلئے سعودی حکومت کے ساتھ دفاعی تعاون کرنا فرض اولین ہے۔ مزید برآں حرمین شریفین کی وجہ سے عرب دھرتی سے ہمارا روحانی مقدس رشتہ استوار ہے۔ ایمانی تقاضے کے تحت تحفظ کیلئے کمک ارسال کی جائے۔ چونکہ پاکستان داخلی مسائل سے دوچار ہے

اسے انتہائی محتاط انداز میں قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔ ارسال کردہ کمک کو سعودی دھرتی کے تحفظ کے فریضہ تک محدود رکھا جائے اور اسے کسی دوسرے ملک کی سرحد میں داخل ہوکر کاروائی نہ کرنے کا پابند کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عربوں میں اسلامی حمیت جاگ اٹھی ہے۔ عرب لیگ کے سربراہی اجلاس میں چالیس ہزار مزید مشترکہ فوج کے قیام پر اتفاق کرتے ہوئے کہا ہے کہ یمن میں سعودی عرب کی قیادت میں اس وقت تک فضائی کاروائیاں جاری رہیں گی جب تک حوثی باغی ہتھیار ڈال کر پیچھے نہیں ہٹ جاتے۔ مشترکہ فوج کسی بھی رکن ملک کو درپیش سیکورٹی چیلنجز کی صورت میں استعمال کی جا سکے گی۔ اعلامیہ میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کو شام میں جاری تنازعے کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ اعلامیہ میں سعودی عرب کی قیادت میں یمن میں حوثی باغیوں کے خلاف ''فیصلہ کن طوفان'' کے نام سے فضائی مہم کی حمایت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اتحادی طیاروں نے صنعاء میں باغیوں کا میزائل کا بڑا ذخیرہ تباہ کرنے کا دعوی کیا ہے اور عدن کا انٹرنیشنل ایئرپورٹ بھی قبائلیوں سے آزاد کرالیا ہے۔ اتحادی افواج کی یمن میں باغیوں پر قابو پانے کے آثار دیکھ کر معزول صدر کے صاحبزادے علی عبداللہ صالح نے سعودی حکام سے رابطہ کیا ہے کہ اگر وہ حوثی قبائل کے خلاف ہوجائیں تو انہیں اور ان کے والد کو معاف کردیں۔ علاوہ ازیں یمن کے ہزاروں شہریوں نے سعودی کاروائیوں کی حمایت کرتے ہوئے شہر کی سڑکوں پر مارچ کیا۔ مارچ میں شرکاء نے سعودی شاہ سلمان کی تصاویر اٹھا رکھی تھیں۔ حوثی باغیوں نے یمن میں چند کامیاب کاروائیوں کے بعد سعودی عرب میں گھس کر کاروائی کرنے کی دھمکی دی تو اللہ کے فضل وکرم سے عرب لیگ کی فوج جرأت مندانہ فیصلے کے تحت حوثی باغیوں کو کچلنے میں مصروف عمل ہے۔ کامیابی اس کے قدم چومے گی۔ ان شاءاللہ! امریکہ یا کسی طاغوتی چیلے نے سعودی عرب میں مذہبی وسیاسی خانہ جنگی کا جال پھیلا کر مداخلت کرنے کی سازش کی تو عرب فکری وعسکری محاذ پر بھرپور مزاحمت کریں گے۔ خدانخواستہ صہیونی چیلوں نے مدینہ منورہ کی طرف میلی نظروں سے دیکھا تو عرب مردانہ وار مقابلہ کرکے اسلاف کی تاریخ زندہ کریں گے۔ اور قیصر وکسریٰ کے پجاریوں کو گرجاؤں اور آتش کدوں کے علاوہ کہیں اور جائے پناہ نہ ملے گی۔ ان شاءاللہ۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔

مکہ مکرمہ کی عظمت ورفعت

مولانا رمضان یوسف سلفی

مکہ مکرمہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کا محبوب شہر ہے۔ اس مقدس شہر میں اہل ایمان کا قبلہ و کعبہ بیت اللہ شریف ہے جو تمام مسلمانوں کے دل کی دھڑکن اور آنکھوں کا سرور ہے جہاں ہمہ وقت جن وانس اور ملائکہ حمد وطواف میں مصروف رہتے ہیں۔ اور اس کی طرف منہ کر کے دنیائے اسلام کے لاکھوں مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور حج کے موقع پر لاکھوں مسلمان بلا تفریق رنگ ونسل مکہ مکرمہ اور بیت اللہ میں مناسک حج کی ادیگی کرتے ہیں۔ مکہ مکرمہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ یہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کا مسکن بنا۔ مکہ مکرمہ ہی وہ مبارک شہر ہے کہ جہاں نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اسی مقدس شہر میں نبی کریم ﷺ کے سر پر تاج نبوت رکھا گیا، اور اسی مبارک شہر میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر وحی الٰہی کا نزول ہوتا تھا اور آسمان سے رشد و ہدایت کے فرمان آتے تھے۔ اسی مقدس شہر میں نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ نے توحید کی شمع جلائی، ظلم وشر، شرک وبت پرستی کی تاریکیوں میں ڈوبی دنیا کو توحید وسنت کے نور سے روشن کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے یہاں سے اسلام کی عالم گیر تحریک شروع کی۔ جس نے ساری دنیا کو اسلام سے آشنا کیا۔

آج سے چودہ سو سال پہلے حضور ﷺ نے اس شہر میں توحید وسنت کی جو شمع روشن کی تھی اور **لا الہ الا للہ** کا جو بت شکن نعرہ رستہ خیز لگایا تھا اس کی بازگشت آج بھی پوری دنیا میں سنائی دے رہی ہے۔ بلا شبہ اسلامی تحریک کا یہ شہر اولین مرکز ہے۔

بقول شاعر

دنیا کے بت کدے میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم پاسبان ہیں اس کے وہ پاسباں ہمارا

مکہ مکرمہ اسلامی سطوت وعظمت کا عظیم مظہر ہے۔ مکہ مکرمہ کے بہت سے نام ہیں جو اس کی عظمت وشان اور اس کے بلند مقام کو ظاہر کرتے ہیں اہل علم نے مکہ مکرمہ کے پچاس سے اوپر نام شمار کیے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس شہر کے جو نام بیان کیے ہیں وہ یہ ہیں:

مکہ، بکہ، البلد، البد الامین، البلدۃ، ام القریٰ، معاد اور المسجد الحرام وغیرہ۔

مولانا رابع ندوی صاحب اس شہر کے بارے لکھتے ہیں:

''مکہ مکرمہ وادی ابراہیم میں واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی تقریباً ساڑھے تین سو فٹ بتائی جاتی ہے۔ اس کا عرض البلد 21 درجہ اور طول البلد 39.5 درجہ مشرقی ہے۔ ساحل سمندر سے تقریباً پانچ کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔ بکہ، مکہ، ام القریٰ اور البلد الامین اس کے نام ہیں۔ یہ جس وادی میں آباد ہے ہے پتھریلی اور تنگ وادی ہے۔ اس میں یہ شہر مکہ مکرمہ مشرق سے مغرب تک تقریباً کئی میل پھیلا ہوا ہے۔ شہر کا عرض بھی دو میل ہے اس کی وادی ابطح اور بطحاء بھی کہلاتی ہے (بطحاء سیلاب کی ہر اس گزرگاہ کو کہتے ہیں جو پہاڑی ہو اور جس میں سیلاب کے بعد ریت اور سنگ ریزے چھوٹ جائیں۔

مکہ مکرمہ کی یہ وادی دو پہاڑی سلسلوں سے گھری ہوئی ہے جو مغرب سے شروع ہو کر مشرق تک چلے گئے ہیں۔ ان میں ایک سلسلہ شمالی ہے اور ایک جنوبی ان دونوں سلسلوں کو اخشان کہتے ہیں۔ شمالی سلسلہ جبل، جبل القعیعان اور جبل لعلع، پھر ثنییہ کداء پر مشتمل ہے۔ کدا مکہ کے مشرقی حصہ میں واقع ہے جو کہ شہر کا بلند حصہ ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ اسی طرف سے داخل ہوئے تھے۔ شہر کے جنوبی مغربی سرے پر جبل عمر ہے، پھر وادی ہے، پھر جبل ابوقبیس، پھر جبل جندمہ ہیں، ان سب پہاڑوں کے دامن اور بعض کی بلندیاں اب عمارتوں سے پر ہیں۔ شہر کو چاروں طرف سے پتھروں کے ٹیلے یا چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں گھیرے ہوئے ہیں، جو ایک طرح سے ان فصیلوں کا بھی کام دیتی ہیں، حرم شریف کے وسط میں ہیں۔ شہر میں پانی کا ایک ہی چشمہ ہے جس کو زم زم کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں پانی کا کوئی خاص کنواں نہیں ہے۔ پانی کی کمی کی وجہ سے یہاں کی زمین میں کچھ کاشت نہیں ہو سکتی۔ اب دو ایک نہریں شہر میں دوسری جگہ سے لائی گئی ہیں۔ ان کی وجہ سے پانی کی سہولت ہو گئی ہے۔ اس کی مدد سے کچھ گھاس اور پودے بھی لگا دیے گئے ہیں۔ عہد عباسی ہی میں طائف کے قریب سے یہاں ایک نہر لے آئی گئی ہے، یہ نہر، نہر زبیدہ کہلاتی ہے، یہ عباسی خلیفہ امین کی والدہ زبیدہ نے بنوائی تھی، اور بعد میں اس کو ترقی دی جاتی رہی اب پانی پہنچانے کے دوسرے ذرائع بھی اختیار کیے گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے اب پانی کی بالکل قلت نہیں رہی مکہ چونکہ ایک وادی میں ہے، اس لیے ایام گزشتہ میں بڑے سیلابوں سے اس میں پانی بھر جایا کرتا تھا اور حرم شریف میں بہت پانی جمع ہو جاتا تھا، اب حکومت نے معلاۃ سے پہلے ایک بندھ بنا دیا ہے اور اسکے علاوہ حرم اور حرم کے آگے ایک زمین دوز بڑا نالہ بھی بنا دیا ہے جس میں شہر کا گندہ اور سیلاب کا پانی بہہ کر مکہ کے نشیبی حصہ ''مسفلہ'' کی طرف سے نکل جاتا ہے۔

پہاڑوں کے درمیان خصوصی طور پر گھرے ہونے کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں گرمی زیادہ اور سردی کم ہوتی ہے شہر کا موسم گرمیوں میں سخت ہوتا ہے اور بارش صرف جاڑوں میں ہوتی ہے اس کی سالانہ

مقدار چار پانچ انچ سے زیادہ نہیں، لہذا گرمی کا موسم مارچ سے شروع ہوکر آخر اکتوبر تک رہتا ہے، پہاڑوں سے گھرے ہونیکی وجہ سے موسم سرما میں سردی کم ہوتی ہے، ہواؤں میں سب سے بہتر ہوا مغربی ہوا ہوتی ہے یہ سمندر کی طرف سے آتی ہے، اس کے بعد شمالی ہوا، یہ بھی سمندر کی طرف سے آتی ہے اور سب سے گرم شرقی ہوا ہوتی ہے، جو خشک پہاڑوں پر سے گزرتی ہوئی گرم ہوکر آتی ہے، اس سے کم گرم جنوبی ہوا ہوتی ہے۔

اس کے پہاڑوں کو تورات میں جبل فاران بتایا گیا ہے یہ نام غالبًا فاران بن عمرو بن عملیق بادشاہ کی نسبت سے ہوا ہے۔اس شہر کو آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم نے اپنی اہلیہ حضرت حاجرہ اور اپنے شیر خوار بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو یہاں ٹھہرا کر آباد کیا تھا، اور پھر کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی تھی جب سے یہ شہر قرب وجوار بلکہ ساری دنیا کا مرکز بنا۔حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نسلیں یہاں مقیم ہوئیں اور کچھ نسلیں قرب وجوار میں بھی پھیلیں، آخر میں قریش یہاں کے متولی اور باشندے ہوئے، پھر یہیں قریش میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور آپ نے اپنی عمر کے ترپن سال یہیں گزارے، کعبہ اور کعبہ کی وجہ سے مکہ کی تعظیم اور احترام سارے جزیرۃ العرب میں یکساں طریقہ سے برابر کیا جاتا رہا، تمام عرب اسلام سے ڈھائی ہزار سال قبل ہی سے کعبہ کا طواف اور زیارت کرتے رہے ہیں۔

مکہ کی آبادی پہلے صرف خیموں میں رہتی تھی، ہجرت سے نصف صدی پہلے حضور ﷺ کے ایک جد قصیٰ بن کلاب جب شام سے آئے تو ان کے مشورے سے مکانات بننا شروع ہوئے، اور مکہ کے معاشرہ کو اور اس کی اجتماعی اور مذہبی ذمہ داریوں کو منظم کیا گیا، اور ان کو قصیٰ بن کلاب ہی نے سنبھالا، اس سے قریش کی اہمیت بڑھی اور یہ ذمہ داریاں ان میں مخصوص ہوگئیں، اسلام کے آنے کے بعد شہر کو برابر ترقی ہوئی، اب یہ اپنے قرب وجوار میں دور دور تک سب سے بڑا اور پورے عالم اسلامی کا سب سے اہم اور مرکزی شہر ہے۔

شہر کا شمالی مشرقی حصہ بلند ہے، اور معلاۃ کے نام سے موسوم ہے اسی میں شہر کا مشہور اور تاریخی قبرستان ہے جس کو المعلاۃ کہا جاتا ہے، یہ حجون اور کداء پہاڑیوں سے متصل ہے، یہاں سے مکہ مکرمہ میں داخلہ مسنون بتایا گیا ہے، عہد اول سے اب تک اسی قبرستان میں اہل مکہ کی تدفین ہوتی رہی ہے، معلاۃ کے بالمقابل شہر کے جنوب مغربی جزء میں شہر کا نشیبی محلہ مسفلہ ہے، معلاۃ سے بہہ کر آنیوالا سیلابی پانی اسی طرف سے باہر جاتا ہے، شہر کا مشرقی حصہ جبل جندمہ پر مشتمل ہے جس کے دامن میں بنی ہاشم کا خاندان آباد تھا، یہ جبل ابوقبیس کے متصلاً شمال میں ہے، شہر کے مغربی حصہ میں جبل عمر اور شمال مغربی حصہ میں

مقام کدی ہے، یہاں سے مکہ مکرمہ سے باہر جانا مسنون بتایا گیا ہے۔

حرم شریف کے شمال جانب کے علاقے کو الشامیہ کہا جاتا ہے، اسی کے بالمقابل حرم شریف کے جنوبی علاقہ کو مشہور محلّہ جیاد ہے، مکہ مکرمہ کا ممتاز محلّہ ہے، اسی کے پہلو میں مکہ کا مشہور پہاڑ جبل ابوقبیس ہے، شہر کے تقریباً وسط میں حرم شریف (مسجد حرام) ہے۔ (مجلّہ دعوۃ الحق لاہور ص: ۱۰۔۱۲ جنوری ۱۹۹۲)

مکہ مکرمہ کے فضائل و مناقب میں کئی ایک آیات قرآنی اور احادیث نبویہ وارد ہوئی ہیں، لہذا موقع کی مناسبت سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إن أول بيت للناس للذى ببكة مبارك وهدى للعالمين﴾ (سورۃ آل عمران:۹۶)

''اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ (شریف) میں ہے، جو تمام دنیا کے لئے برکت وہدایت والا ہے''۔

اس شہر مکہ شریف کا سفر حج کرنا اہل ایمان پر فرض قرار دیا گیا ہے جو صاحب استطاعت ہوں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيل﴾ (آل عمران:۹۷)

''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے''۔

مکہ مکرمہ میں واقع مسجد حرام میں نماز کا اجر بھی دیگر مساجد سے بہت زیادہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری اس مسجد میں (یعنی مسجد نبوی میں) ایک نماز کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے سے ایک ہزار گنا زیادہ اجر رکھتی ہے، سوائے مسجد حرام کے'' (صحیح بخاری ۱/۳۹۸)

ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں: ''میری مسجد (مسجد نبوی شریف) میں نماز پڑھنا کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے سے ایک ہزار گنا زیادہ اجر ہے سوائے مسجد حرام کے، اور مسجد حرام میں ایک نماز ادا کرنا کسی دوسری مسجد میں ایک لاکھ نماز سے افضل ہے۔ (ابن ماجہ ۱۴۰۶)

اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو امن کی جگہ قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ومن دخل كان آمنا﴾

اور جو اس شہر میں داخل ہو گیا امن میں آ گیا (آل عمران: ۹۷)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فتح کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''بلاشبہ اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اس دن سے ہی حرمت والا قرار دیا جب سے زمین وآسمان کی تخلیق ہوئی۔ یہ شہر قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی حرمت کی وجہ سے حرمت والا رہے گا۔ مجھ سے پہلے اس شہر میں کسی کو قتل وقتال کی اجازت نہیں دی گئی اور میرے لئے بھی بہت تھوڑے وقت کے لئے قتال کی اجازت ہوئی۔ پس یہ شہر قیامت تک حرمت والا ہی رہے گا۔'' (صحیح بخاری کتاب الحج)
سورۃ قصص میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اولم نمكن لهم حرما آمنا يجبیٰ اليه ثمرات كل شئی رزقا من لدنا﴾ (القصص:۵۷)
''کیا ہم نے ان کو امن وامان والے حرم میں جگہ نہیں دی۔ جہاں ہر قسم کے پھل کھینچے چلے آتے ہیں۔ جو ہمارے پاس سے رزق ہے۔''

نبی ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا: ''بلاشبہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور اہل مکہ کے لئے دعا فرمائی۔ میں نے مدینہ کو حرم قرار دیا جیسا کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو۔ اور میں نے مدینہ کے صاع اور مدّ میں اس سے دوگنی (برکت) کی دعا مانگی ہے جو ابراہیم (علیہ السلام) نے اہل مکہ کے لئے مانگی تھی'' (رواہ مسلم باب فضل المدینہ) اور حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی شہر ایسا باقی نہ رہے گا جہاں دجال نہ پہنچے گا سوائے مکہ اور مدینہ کے۔ اس کے ہر راستے پر فرشتے صف بستہ (حفاظت کیلئے) ہونگے جو دجال سے حفاظت کریں گے'' (صحیح بخاری ۲/۶۶۵)

حضرت عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو حزورہ کے مقام پر کھڑے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ نے (مکہ کی طرف مخاطب ہوکر) ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم (اے شہر مکہ کی سرزمین) تو اللہ کی سب سے اچھی زمین ہے اور اللہ کی سب سے پسندیدہ سرزمین ہے۔ اور اگر مجھے تیرے پاس سے نکالا نہ جاتا تو میں نہ نکلتا'' [ترمذی (3934) وابن ماجہ (3108)]

حزورہ ایک چھوٹا سا ٹیلہ تھا جہاں پر مکہ کا بازار لگتا تھا۔ یہ حرم شریف کی پہلی سعودی توسیع میں شامل کرلی گئی تھی۔

مکہ مکرمہ میں ظلم وتشدد کی بھی سخت مذمت اور وعید کی گئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ومن يرد فيه بالحاد بظلم نذقه من عذاب أليم﴾ (سورۃ الحج:۲۵)

''اور جو شخص اس میں (یعنی مکہ میں) کوئی ظلم والحاد (خلاف دین یعنی کفر وشرک کریگا) کام کا ارادہ کریگا ہم اس کو دردناک عذاب چکھائیں گے''۔

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ اسلام

غربت کی حالت میں تھا اور پھر غربت ہی کی حالت میں لوٹ آئے گا جیسا کہ شروع میں تھا۔ اور ایمان دونوں مسجدوں کے درمیان سمٹ جائے گا جیسا کہ سانپ اپنے بل (سوراخ) میں واپس آجاتا ہے۔" [مسلم (373)]

امام نووی فرماتے ہیں کہ دونوں مسجدوں سے مراد مکہ کی مسجد (مسجد حرام) اور مدینہ کی مسجد (مسجد نبوی شریف) ہے۔

مکہ مکرمہ کی حرمت

اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو آسمان وزمین کی پیدائش ہی کے دن سے حرمت والا شہر قرار دیا تھا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما نے منقول فرمان نبوی ہے: جسے ہم گزشتہ سطور میں فضائل مکہ مکرمہ کے ضمن میں درج کر چکے ہیں۔

اس شہر کی حرمت کا تذکرہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

''یہ شہر قیامت تک حرمت والا رہے گا اس کے (خودرو) کانٹوں کو نہ توڑا جائیگا، نہ ہی اس کے شکار کو پریشان کیا جائیگا، اس میں پڑی ہوئی چیز کو کوئی نہ اٹھائے گا سوائے اس کے جو (اس کے مالک تک پہنچانے) اعلان کرنے کی نیت سے اٹھالے (تو جائز ہے) نہ اس کی تازہ گھاس کو کوئی کاٹے گا'' (بخاری کتاب الحج ۲/۶۵۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریل امین علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور ان کو حرم کی حدود بتائیں اور ان حدود پر علامتیں نصب کیں۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے حضرت تمیم بن اسید خزاعیؓ کو فتح مکہ کے بعد ان حدود کی تجدید کے لیے بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے ان حدود کی تجدید کا کام انجام دیا۔

اس کے بعد سے مسلم خلفاء وامراء ہر دور میں مکہ مکرمہ کی ہر چہار سمت میں پائی جانے والی ان حدود اور علامتوں کی تجدید کا کام حسب ضرورت کراتے رہے۔ یہاں تک کہ حرم کی حد بندی کیلئے پائے جانے والی ان علامات ونشانیوں کی تعداد تقریباً ایک ہزار تک پہنچ گئی۔

حرم مکی کے حدود کا دائرہ 127 کلومیٹر پر محیط ہے۔ جس کی پیمائش و مسافت (550/300 کلومیٹر ہے) حدود حرم اور مسجد حرام کی درمیانی مسافت نئے راستوں سے اس طرح ہے۔

۱۔ مدینہ منورہ روڈ (تنعیم کی سمت (۶،۵ کلومیٹر)

۲۔ جدہ ہائی وے (۲۲ کلومیٹر)

۳۔ نئے لیث روڈ کی سمت (۱۷کلومیٹر)

۴۔ طائف روڈ (طریق سیل کی سمت) (۱۲٫۸۵۰کلومیٹر)

۵۔ طائف روڈ (ہدی کی سمت) (۱۵٫۵۰کلومیٹر)

اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ سے متعلق بہت سے احکام وابستہ فرمائے ہیں اور ان میں پائے جانے والے شعائر کی تعظیم کو خیر الاعمال فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے: ﴿ ذالک و من یعظم حرمات اللہ فھو خیر لہ عند ربہ﴾

''خوب یاد رکھو کہ جو شخص اللہ کے نام کی لگی چیزوں کا ادب کرے گا، رب کے حضور اسے اس کا اچھا ثواب ملنا ہے (سورۃ الحج آیت نمبر ۳۰)

ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿ ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب﴾ (سورۃ الحج آیت نمبر ۳۲)

''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم بجالائے تو یہ دل کے تقوی کا نشان ہے''۔

میقات سے احرام کی پابندی:

حرم مبارک کے تقدس اور اس کی حرمت کے پیش نظر کافروں کے لئے اس شہر مقدس میں داخل ہونے پر بڑی سخت پابندی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے کھلے لفظوں میں فرمادیا ہے کہ: ﴿ یا أیھا الذین آمنو انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا ﴾ (سورۃ توبہ آیت نمبر ۲۸)

''اے ایمان والو: یہ مشرکین نجس وناپاک ہیں، اب اس سال کے بعد آئندہ یہ لوگ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں''۔

جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کرے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ جس سمت سے مکہ مکرمہ جارہا ہے اس سمت میں واقع میقات سے احرام باندھے۔ مشہور میقاتیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ **ذوالحلیفہ**: یہ اہل مدینہ کی میقات ہے۔ ابیار علی کے مقام پر ہے مکہ مکرمہ سے اس کی دوری تقریباً چار سو کلومیٹر ہے اور مسجد نبوی سے اس کا فاصلہ بارہ کلومیٹر ہے۔

۲۔ **جحفہ**: یہ اہل شام ومصر اور ترکی والوں کی میقات ہے۔ نیز یہ میقات ان لوگوں کی بھی ہے جو اس سمت سے آنے والے ہوں۔ جحفہ کی آبادی کے آثار ختم ہو چکے ہیں۔ آج کل بالعموم رابغ سے لوگ احرام باندھتے ہیں۔ رابغ کی دوری مکہ مکرمہ سے ۱۸۳کلومیٹر ہے۔

۳۔ قرن منازل: یہ میقات اہل نجد اور اس سمت سے آنے والوں کی ہے۔ آب سیل کے نام سے معروف ہے۔ مکہ مکرمہ سے اس کی مسافت ۷۵ کلومیٹر ہے۔ وادی معرم اس کے محاذات میں واقع ہے۔
۴۔ ذات عرق: یہ اہل عراق اور اس سمت سے آنے والوں کی میقات ہے۔ مکہ مکرمہ سے اس کی مسافت ۹۰ کلومیٹر ہے۔ اس کے آثار مٹ چکے ہیں۔ اب اسکے مقابل ایک مقا خر بیہ ہے وہاں سے احرام باندھا جاتا ہے۔
۵۔ یلملم: یہ اہل یمن اور اس سمت سے آنے والوں کی میقات ہے۔ مکہ مکرمہ سے اس کی مسافت ۹۲ کلومیٹر ہے۔ اب یہ جگہ سعدیہ کے نام سے معروف ہے (بحوالہ مکہ مکرمہ ماضی وحال کے آئینہ میں از محمود محمد حمد)

مکہ مکرمہ کی اس قدر عزت وعظمت اور حرمت کے باوجود بعض ایسے بھی بد بخت گزرے ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ کی حرمت کو بالائے طاق رکھ کر اس شہر کے تقدس کو پامال کیا، بیت اللہ شریف میں قتل و غارت گری کی کوشش کی اور اپنے مذموم ارادوں کی تکمیل کے لیے اللہ کے گھر کو نقصان پہنچانے سے بھی گریز نہ کیا۔ آج کے دور میں جو لوگ مکہ مکرمہ پر چڑھائی اور قبضے کے بارے سوچ رہے ہیں ان کو ابرہہ کا انجام سامنے رکھنا چاہیے۔ تاریخ سیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ابرہہ صباح حبشی نے (جو نجاشی بادشاہ حبش کی طرف سے یمن کا گورنر جنرل تھا) جب دیکھا کہ اہل عرب خانہ کعبہ کا حج کرتے ہیں تو صنعاء میں ایک بہت بڑا کلیسا تعمیر کیا۔ اور چاہا کہ عرب کا حج اسی کی طرف پھیر دے مگر جب اسکی خبر بنو کنانہ کے ایک آدمی کو ہوئی تو اس نے رات کے وقت کلیسا کے اندر گھس کر اس کے خود ساختہ قبلے پر گندگی پوت دی۔ ابرہہ کو پتا چلا تو سخت برہم ہوا۔ اور ساٹھ ہزار کا ایک لشکر جرار لے کر کعبے کو ڈھانے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے لئے ایک زبردست ہاتھی بھی منتخب کیا لشکر میں کل نو یا تیرہ ہاتھی تھے۔ ابرہہ یمن سے یلغار کرتا ہوا مغمس پہنچا۔ اور وہاں اپنے لشکر کو ترتیب دے کر اور ہاتھی کو تیار کر کے مکے میں داخلے کے لئے چل پڑا، جب مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادی محسر میں پہنچا تو ہاتھی بیٹھ گیا اور کعبے کی طرف بڑھنے کے لیے کسی طرح نہ اٹھا۔ اس کا رخ شمال جنوب یا مشرق کی طرف کیا جاتا تو اٹھ کر دوڑنے لگتا، لیکن کعبے کی طرف کیا جاتا تو بیٹھ جاتا۔ اسی دوران اللہ نے چڑیوں کا ایک بڑا جھنڈ بھیج دیا جس نے لشکر پر ٹھیکری جیسے پتھر گرائے اور اللہ نے اسی سے انہیں کھائے ہوئے بھس کی طرح بنا دیا۔ یہ چڑیاں ابابیل اور قمری جیسی تھیں ہر چڑیا کے پاس تین تین کنکریاں تھیں، ایک چونچ میں اور دو پنجوں میں۔ کنکریاں چنے جیسی تھیں، مگر جس کسی کو لگ جاتی تھیں۔ اسکے اعضاء کٹنا شروع ہو جاتے تھے اور وہ مر جاتا تھا۔ یہ کنکریاں ہر آدمی کو نہیں لگی تھیں۔ لیکن لشکر میں ایسی بھگدڑ مچی کی ہر شخص دوسرے کو روندتا کچلتا، گرتا پڑتا بھاگ رہا تھا۔ پھر بھاگنے والے ہر

راہ پر گر رہے تھے اور ہر چشمے پر مر رہے تھے۔ ادھر ابرہہ پر اللہ نے ایسی آفت بھیجی کہ اس کی انگلیوں کے پور جھڑ گئے اور صنعاء پہنچتے پہنچتے چوزے جیسا ہوگیا۔ پھر اس کا سینہ پھٹ گیا، دل باہر نکل آیا اور وہ مر گیا۔ (الرحیق المختوم ص 95-96)

اس واقعہ کے بعد دنیا کی نگاہیں خانہ کعبہ کی طرف متوجہ ہوگئیں کیونکہ انہیں بیت اللہ شریف کی عظمت کا واضح نشان مل گیا اور یہ بات ان کے دلوں میں بیٹھ گئی کہ اس مقدس گھر کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تقدس کیلئے منتخب کیا ہے۔ اور ہر دور میں وہ اس کے تقدس کی حفاظت خود فرمائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز۔

الشیخ علامہ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کی شخصیت جماعتی، مذہبی اور علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ علامہ موصوف کا شمار عصر حاضر کے ممتاز علمائے کرام میں ہوتا ہے۔ مولانا حافظ غلام اللہ صاحب نے میلسی شہر میں ''تحفظ حرمین شریفین'' کے نام سے کانفرنس کا انعقاد کیا؛ جس میں ناصر السنۃ النبویۃ علامہ رحمانی نے ''تحفظ حرمین شریفین'' کے موضوع پر شاندار خطاب فرمایا۔ اس خطاب کو ہمارے تلمیذ رشید عبداللہ حیدر نے ترتیب دیا ہے اور راقم نے اس کی نوک پلک سنواری ہے۔ شیخ عبداللہ ناصر رحمانی کی اجازت سے افادۂ عام کے لیے اس خطاب کو شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام اسے پڑھ کر مستفید ہوں گے۔

مکہ مکرمہ میں بلاوجہ اسلحہ اٹھا کر چلنا ممنوع ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''مکہ میں اسلحہ اٹھا کر چلنا کسی کیلئے بھی حلال نہیں۔''

[مسلم (1356)]

عظمت مدینہ منورہ

قاری ذکاء اللہ حافظ آبادی

مدینہ منورہ کی عظمت و شان اور فضیلت میں متعدد احادیث مروی ہیں، جن کی صحت پر علماء کا اتفاق ہے۔ اس عظیم شہر کی شان رفیع کیلئے یہ کافی ہے کہ اسے دار الھجرۃ والسنۃ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور مہاجرین وانصار کا مرکز ہے، جن کے فضائل ومناقب قرآن وسنت میں منصوص ہیں، نیز نبی آخری الزمان، رحمت مجسم علیہ الصلاۃ والسلام کا مدفن بھی ہے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں: ''واختارھا بعد وفاته فجعل بها قبره و بها روضة من رياض الجنة و منبر رسول الله ﷺ وليس ذالك فى البلاد وغيرها '' کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کی قبر کیلئے اسے پسند فرمایا ہے، اس میں ریاض الجنہ اور آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا منبر ہے، اور یہ شرف و مقام کسی اور شہر کو حاصل نہیں ہوا'' (المدارک ۱/۶۲) نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے مدینہ اور اہل مدینہ کیلئے رزق میں خیر و برکت کی دعا فرمائی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگ جب پہلا پھل دیکھتے تو اسے رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس لے آتے آقا علیہ الصلاۃ والسلام اسے پکڑ کر یوں دعا فرماتے: ''اے اللہ ہمارے لیے ہمارے پھلوں اور ہمارے لیے ہمارے شہر مدینہ میں برکت فرما۔ ہمارے صاع اور مد میں بھی برکت فرما، پھر کسی چھوٹے بچہ کو بلاتے اور اسے وہ پھل عنایت کرتے'' [صحیح مسلم رقم (۱۳۷۳) ابن حبان (۳۷۴۷)] پیارے حبیب علیہ الصلاۃ والسلام نے مدینہ منورہ کو بھی بھٹی قرار دیا ہے۔ یعنی جس طرح اہل مدینہ کو ایمان کی پاکیزگی وطہارت نصیب ہوئی ہے تو ساتھ ہی سیئات سے نجات اور ہمہ قسم کے روحانی امراض سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے بیعت کی، پھر اس اعرابی کو مدینہ میں ہی بخار ہو گیا۔ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس آیا اور عرض کیا: اے آقا علیہ الصلاۃ والسلام! میری بیعت توڑ دیجیے تاہم آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے بیعت توڑنے سے انکار کر دیا، وہ اعرابی چلا گیا، رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''مدینہ بھٹی کی مانند ہے جو اپنے اندر برے آدمیوں کو باہر نکال دے گی'' [بخاری (۷۳۲۹) ابن حبان (۳۷۳۵)]

جس چیز کی حفاظت کا ذمہ جتنی بڑی ہستی اٹھا لے اسی قدر وہ چیز صاحب شان ہوتی ہے۔ مدینہ جیسے شہر مقدس کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مدینۃ الرسول علیہ الصلاۃ والسلام کی حفاظت باری تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: ''من اراد اهل هذا البلدة سوءً اذابه كما يذوب الملح فى الماء'': ''جو

آدمی اس شہر (مدینہ) کے باشندوں کے بارے ناپاک ارادہ رکھتا ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے اس طرح ختم کر دے گا جس طرح نمک پانی میں مل کر ختم ہو جاتا ہے" [مسلم (۱۳۸۶) مصنف عبد الرزاق (۱۷۱۵۳) مسند ابی عوانہ (۳۷۵۸)] مزید احادیث سے ثابت ہے کہ قرب قیامت یہی شہر اسلام کا قلعہ ثابت ہوگا اور دجال کے ظہور پر لوگوں کے ایمان وکفر کی کسوٹی بن جائیگا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "وہ مکہ اور مدینہ کے سوا ہر شہر میں دجال داخل ہوگا، اس کے ہر راستہ پر فرشتے صف بستہ ہو کر پہرہ دے رہے ہوں گے، پھر اہل مدینہ کو تین جھٹکے لگیں گے جس کے نتیجہ میں اللہ پاک ہر کافر اور منافق کو باہر نکال دے گا" [بخاری (۱۸۸۱) مسلم (۷۵۷۷۳) ابن حبان (۶۸۰۲)] مدینہ شہر کی عظمت اس سے بھی واضح ہوتی ہے۔ کہ قرب قیامت تمام روئے زمین سے ایمان ختم ہو جائیگا تاہم مدینہ المنورہ کی ایمانی کیفیت اپنی اصلیت پر قائم رہے گی۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا: "ان الاسلام بدأ غريباً و سيعود غريباً كما بدأوهويأرزبين المسجديين كما تأرز الحية في حجرها."

"بے شک اسلام آغاز دور میں بھی اجنبی تھا اور اخیر زمانہ میں بھی اجنبی ہوگا، جیسے اس کی ابتدا ہوئی تھی اور (قرب قیامت) مسجد نبوی اور کعبۃ اللہ میں چلا جائے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنی بل میں داخل ہو جاتا ہے" [مسلم (۳۷۳)] قاضی عیاض اس حدیث مبارک کی شرح میں لکھتے ہیں۔ "إن الاسلام بدأ في آحاد من الناس وقلة ثم انتشر وظهر ثم سيلحقه النقص والا خلال حتى لا يبقى إلا في آحاد وقلة أيضاً كما بدأ" اسلام آغاز میں چند وکم لوگوں میں تھا پھر پھیلا عام ہوا۔ پھر کم ہوا تا آنکہ ابتدائی دور کی طرح تھوڑے لوگوں میں رہ جائیگا۔ [المنھاج ۱/۳۸۳] اسی طرح مزید لکھتے ہیں۔

"ان الايمان اولاً و آخراً بهذا الصفة لأ نه في اول الاسلام كان كل من خلص ايمانه وصح اسلامه اتى المدينة إما مهاجراً مستوطناً و اما متشوقاً إلى رؤ ية رسول الله ﷺ و متعلماً منه و متقرباً ثم بعده في زمن الخلفاء كذالك و لاخذ سيرةالعد ل منهم والا قتداء بجمهور الصحا بة رضي الله عنه فيها ثم من بعد هم من العلماء الذين كا نوا سر ج الوقت وأ ئمة الهد ى لأ خذ السنن المنتشرة بها عنهم و كا ن كل ثا بت الايما ن منشرح الصدر به يرحل اليها ثم بعد ذا لک في كل و قت الى ز ماننا لز يا ر ة قبرالنبي ﷺ بمشا هد ه و آ ثا ر ه وآ ثا ر ه أصحا به الكرا م فلا يأ تيها إلا مؤ مـــن." "بیشک ایمان اول تا آخر اسی کیفیت میں رہے گا کیونکہ ابتدائے اسلام میں خالص ایمان اور درست اسلام والا ہی مدینہ منورہ میں تشریف لا یا کوئی مہاجر بن کر مستقل اقامت کی غرض سے تو کوئی

زیارت مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے شوق جنونی کی نیت سے کوئی حصول علم سے تو کوئی قربت رحمت مجسم علیہ الصلاۃ والسلام کے جذبہ سے۔ پھر اس کے بعد خلفاء راشدین کے زمانے میں بھی یہی صورت تھی لوگ ان کی پاکیزہ سیرت سے درس لینے اور جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اقتداء کیلئے سفر کرتے، پھر ان کے بعد وہاں کے علماء کرام سے (جو وقت کے چراغ اور ہدایت کے امام تھے) پیارے نبی ﷺ کی پھیلی ہوئی سنتوں کا درس لینے کی غرض سے لوگ حاضر ہوتے ہر کامل مومن اور جس کا سینہ لذت ایمانی سے بھرپور ہوتا مدینہ منورہ تشریف لاتا پھر اس کے بعد قبر نبوی ﷺ کی زیارت اسی طرح آپ علیہ الصلاۃ والسلام اور صحابہ رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے آثار سے تبرک کیلئے صرف اہل ایمان آتے رہے" (المنہاج ۱/۳۸۴)

کھجور کی ایک قسم عجوۃ بھی ہے جو حجاز مقدس کے علاقہ صرف مدینۃ الرسول علیہ الصلاۃ والسلام میں پائی جاتی ہے اس کی عظمت وشان فوائد اور تاثیر بیان کرتے ہوئے آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "من تصبح سبع ثمرات عجوۃ لم یضرہ ذالک الیوم سمٌ ولا سحر": "جو آدمی صبح سات عدد عجوہ کھجور استعمال کرتا ہے اس دن زہر اور جادو اس کے لیے نقصان دہ ثابت نہیں ہوتا" [(مسلم: ۵۴۶۰) ابوداؤد: ۳۸۷۶) مسند الحمیدی: ۷۰)] اب یہ امتیاز عالی شان مدینۃ المنورہ کے سوا کسی اور شہر کو حاصل نہیں ہے۔

جو آدمی مدینۃ الرسول علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی جائے اقامت بنا لے، پھر وہاں رہتے ہوئے مختلف ادوار واطوار میں اسے طرح طرح کی مصائب ومشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے اور وہ صبر کرتا رہے تو روز قیامت ایسے گنہگار کو شفاعت مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نصیب ہوگی۔ زبیر کے غلام یحنس فرماتے ہیں فتنہ کے زمانہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھم کے پاس بیٹھا تھا، ان کی باندی آئی، سلام کیا اور کہنے لگی اے ابو عبدالرحمٰن میں نے مدینہ منورہ کو خیرباد کہنے کا ارادہ کیا ہے کیوں کہ ہم پر (حالات) زمانہ سخت ہو چکے ہیں، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما نے اسے فرمایا: اے بیوقوف! بیٹھ جا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا" ولا یصبر علی آوائھا و شدتھا احدٌ الا کنت لہ شھیداً او شفیعاً یوم القیامۃ" "جو آدمی بھی مدینہ منورہ کی مصائب ومشکلات پر صبر کرتا ہے تو روز قیامت میں اس کے حق میں گواہی دوں گا یا (راوی کو شک ہے) فرمایا: سفارش کروں گا" [مسلم (۳۴۱۱) شعب الایمان بیہقی (۴۱۷۲) موطا امام مالک (۱۵۶۹)] کسی اور مقام یا شہر کی شدائد پر صبر کرنے والے کیلئے یہ خوشخبری نہیں ہے بلکہ یہ شان خاص صرف شہر رسول ﷺ کے باسیوں کی ہے جس طرح مدینہ منورہ طیبہ میں رہنا باعث عزت وافتخار ہے بعینہ اسی طرح مدینہ مقدسہ میں فوت ہونا بھی

باعث عزت وشرف ہے بلکہ شہرنبوی میں وفات پانے والے کیلئے بھی شفاعت نبوی کی خوشخبری ہے۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''من استطاع أن یموت بالمدینة فلیمت بها فانی اشفع ممن یموت بها۔'' ''جس کیلئے مدینہ میں مرنا ممکن ہوتو وہیں فوت ہو کیونکہ میں مدینۃ المنورہ میں مرنے والے کی شفاعت کروں گا''[ترمذی (۴۰۰۹) ابن حبان (۳۷۴۲) سندہ صحیح] مدینہ منورہ میں وفات اس قدر باعث عظمت ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی باری تعالیٰ سے اس کی دعا کرتے رہے۔سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے والد امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتی ہیں آپ رضی اللہ عنہ یہ دعا کرتے''اللهم ارزقنی شهادة فی سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولک ﷺ۔'' ''اے اللہ مجھے اپنے راستہ میں شہادت نصیب فرما اور اپنے رسول ﷺ کے شہر (مدینہ) میں مجھے موت دے۔''حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ (یعنی شہادت اور وہ بھی مدینۃ الرسول ﷺ میں دونوں چیزوں کا اجتماع ممکن نہیں) فرمایا: اگر اللہ نے چاہا تو وہ مجھے یہ (فضیلت) عطا فرمائے گا''[بخاری (۱۰۹۰) جامع الاصول ابن الاثیر (۲۳۷۷)] تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ کو مدینۃ الرسول ﷺ میں شہادت کی موت عطا فرمائی۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں مدینہ طیبہ کی حقیقی محبت عطا فرمائے۔(آمین)۔
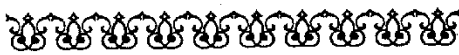
فضیلت مدینہ منورہ

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے ایک ایسی بستی میں قیام کرنے کا حکم دیا گیا جو دوسری بستیوں پر غالب آجائے گی، وہ اسے یثرب کہتے ہیں، جبکہ وہ مدینہ ہے، وہ لوگوں کو ایسے نکال باہر کرتی ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کچیل نکال باہر کرتی ہے۔''

[بخاری (1871) ومسلم (1382)]

سعودی عرب کے مثالی حکمران

عبدالرشید عراقی

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کا آباد کردہ ملک عرب اپنے زمانہ قیام ہی سے ساری دنیا کی دلچسپیوں کا مرکز بنا ہوا ہے اس ملک کی محبوبیت کا سب سے بڑا سبب اسلام ہے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا مولد اور اسلامی تحریک کا مرکز ہونے کی وجہ سے ساری دنیا میں مشرف ومعزز ہے۔اس ملک کو دنیا میں روحانیت اور بین الاقوامی اخوت اور ایک مکمل نظام زندگی کے داعی ہونے کا فخر حاصل ہے یہ ایک ایسے مقدس مرکزی مقام کی تولیت کا علمبردار ہے۔جس کے فدائیوں کی تعداد دنیا میں دو ارب کے قریب ہے یہ اپنی جدید وقدیم تاریخ، کلچر، تمدن کے لحاظ سے ساری دنیا میں ممتاز ہے۔

سرزمین عرب سے ہمارا روحانی اور تاریخی رشتہ ہے۔یہ سرزمین دین حق کا اصل سرچشمہ ہے، ہر روز اربوں مسلمان بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور ہر سال لاکھوں مسلمان دنیا کے کونے کونے سے حج کے لیے جاتے ہیں۔جوں جوں ذرائع آمدورفت میں آسانیاں پیدا ہوتی جارہی ہیں، یہ تعداد سال بسال بڑھتی جارہی ہے۔

سلطان عبدالعزیز آل سعود کا حجاز پر قبضہ:

مکہ، مدینہ اوران کے اطراف کے شہروں کو حجاز کہا جاتا ہے۔اور ریاض اوراس کے اطراف کے شہروں کونجد کہا جاتا تھا ۱۹۲۴ء میں سلطان عبدالعزیز آل سعود نے شریف حسین (جسکوشریف مکہ کہا جاتا تھا) کوشکست دے کر حجاز پر قبضہ کرلیا، اورنجد وحجاز دونوں کو ملاکر"سعودی عرب" نام رکھا۔اوراپنی حکومت کا اعلان کر کے شرعی حدود نافذ کردیں۔

سلطان عبدالعزیز کی حکومت کا شجرہ نسب:
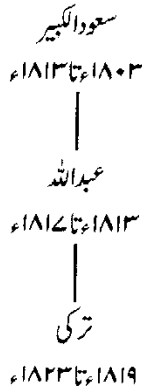
سعود الکبیر

۱۸۰۳ء تا ۱۸۱۳ء

|

عبداللہ

۱۸۱۳ء تا ۱۸۱۷ء

|

ترکی

۱۸۱۹ء تا ۱۸۲۳ء

سعودی عرب کا محل وقوع:

سعودی عرب کے شمال میں اردن اور عراق ہیں۔ مشرق میں خلیج عرب متحدہ امارات اور کویت ہیں۔ جنوب میں یمن اور سلطنت عمان ہیں اور مغرب میں بحر احمر ہے۔ سعودی عرب کا رقبہ ساڑھے آٹھ لاکھ مربع میل ہے یہ ملک اپنے محل وقوع کے لحاظ سے جغرافیہ عالم میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔

سعودی خاندان:

سعودی خاندان یعنی سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن اور ان کے بعد آنے والے تمام حکمرانوں یعنی سعود بن عبدالعزیز، فیصل بن عبدالعزیز، اور خالد بن عبدالعزیز کا لقب ''جلالۃ الملک'' تھا، لیکن فہد بن عبدالعزیز نے اپنا لقب خادم الحرمین الشریفین رکھا۔ ایک سچے مسلمان کے لیے اس سے بڑا اعزاز کیا ہو سکتا ہے۔ فہد بن عبدالعزیز کے بعد عبداللہ بن عبدالعزیز اور موجودہ حکمران سلمان بن عبدالعزیز نے بھی اپنا لقب خادم الحرمین الشریفین ہی پسند کیا ہے۔ اس خاندان نے اپنے آپ کو حرمین شریفین کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے۔

شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن فیصل:

شاہ عبدالعزیز بن عبدالعزیز بن فیصل ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء کو ریاض میں پیدا ہوئے اور یہ

وہ دور تھا کہ اس وقت کے خاندان میں اتفاق واتحاد کی بجائے افتراق وانتشار تھا۔ان کے چچا آپس میں دست وگریبان تھے۔ ہر ایک کی یہی کوشش تھی کہ حکومت اس کو مل جائے لیکن حکومت ان کے ہاتھوں سے نکل رہی تھی۔اور آل سعود زوال کی طرف رواں دواں تھے۔تا آنکہ نوبت یہاں تک پہنچی تو شاہ عبدالعزیز کے والد امیر عبدالرحمٰن بن فیصل کو ریاض سے جلاوطن ہونا پڑا۔اور اپنے اہل وعیال سمیت کویت چلے گئے۔اور نجد پر آل رشید کا قبضہ ہوگیا۔

تعلیم وتربیت:

جب شاہ عبدالعزیز نے ہوش سنبھالا تو والد محترم نے ان کی تعلیم وتربیت کا بندوبست کیا شیخ قاضی عبداللہ الخرزجی سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔اصول فقہ اور توحید کی تعلیم شیخ عبداللطیف سے حاصل کی۔جب ان کی عمر گیارہ سال کی ہوئی تو شرعی علوم پر مکمل عبور حاصل کر چکے تھے۔

سیاسی تعلیم:

شاہ عبدالعزیز کے والد عبدالرحمٰن ان کو ہمیشہ سفر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے اور امراء وعلماء کی مجالس میں بھی انکو اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور امیر عبدالرحمٰن ہمیشہ ان کو تلقین کیا کرتے تھے کہ

"امراء اور علماء کی مجالس میں پابندی کے ساتھ جایا کرو
تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ امراء وعلماء کی مجالس میں جو سیاسی
وعلمی اور دینی باتیں ہوتی ہیں ان سے تمہیں واقفیت حاصل ہو۔"

چنانچہ شاہ عبدالعزیز باقاعدگی سے امراء وعلماء کی مجالس میں شریک ہوتے تھے جب مجلس سے فارغ ہوکر گھر آتے تھے تو امیر عبدالرحمٰن ان سے دریافت کرتے تھے کہ آپ نے مجلس میں کیا سنا، ان کے اقوال کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور ساتھ ہی شاہ عبدالعزیز سے سوال کرتے تھے اگر تم بڑے ہوتے تو اس موقع پر کیا کرتے۔شاہ عبدالعزیز ان تمام سوالوں کا جواب اپنی صوابدید کے مطابق دیتے تھے۔

ریاض سے جلاوطنی:

ریاض پر آل رشید کے قبضہ کی وجہ سے شاہ عبدالعزیز اپنے والد گرامی کے ہمراہ کویت چلے گئے۔وہاں شیخ مبارک الصباح کی حکمرانی تھی۔شاہ عبدالعزیز اپنے خاندان پر گزرنے والی مشکلات کے بارے میں سوچا کرتے تھے کہ ان کے والد کس طرح کویت میں جلاوطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے۔ وہ ہمیشہ اپنے ملک کے بارے میں پریشان رہتے۔اس کی تعمیر وترقی کا خواب دیکھتے رہتے تھے کویت میں

میں شاہ عبدالعزیز کے جلاوطنی کے گیارہ سال گزارے۔

آل رشید سے نجد کی واپسی:

کویت کے قیام میں شاہ عبدالعزیز یہی منصوبہ بناتے رہے کہ کس طرح وہ اپنا ملک آل رشید سے واپس لیں۔شاہ عبدالعزیز نے بڑی مشکلات میں وقت گزارا۔وہ ہمیشہ اپنے بزرگوں اور اپنے آباؤ اجداد کے کارہائے نمایاں کے بارے میں سوچتے تھے۔شاہ عبدالعزیز قدآور،مضبوط جسم اور کڑیل جوان تھے۔ان کی حساس طبیعت انہیں ہمیشہ سوچ بچار میں مشغول رکھتی۔

اپنی مملکت واپس لینے کی پہلی کوشش:

شاہ عبدالعزیز کی عمر جس وقت ۲۱ سال کی ہوئی۔آل رشید سے اپنی مملکت واپس لینے کی کوشش کی اور ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے۔چنانچہ شاہ عبدالعزیز نے ریاض پر حملہ کر دیا۔اور اس جنگ میں آل رشید کو کامیابی ہوئی۔اور شاہ عبدالعزیز کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

دوسری کوشش اور شاہ عبدالعزیز کی کامیابی:

۵ شوال ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۵ جنوری ۱۹۰۲ء شاہ عبدالعزیز نے دوبارہ ریاض پر حملہ کیا اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔آل رشید کی فوج کا سالار اس جنگ میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ریاض میں داخلہ کے بعد شاہ عبدالعزیز کی طرف سے ایک منادی کرنے والے نے یہ اعلان کیا:

> اللہ اکبر! حکومت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور امیر عبدالعزیز بن
> عبدالرحمٰن بن فیصل آل سعود اس کے امین ہیں۔

ریاض کی فتح کے بعد امیر عبدالعزیز نے اپنے والد محترم کو کامیابی کی اطلاع دی۔تو وہ بہت خوش ہوئے امیر عبدالرحمٰن اس وقت کویت میں مقیم تھے۔شاہ عبدالعزیز نے انہیں ریاض واپس آنے کی درخواست کی چنانچہ انہوں نے اپنے لخت جگر کی درخواست پر ریاض آنے پر رضامند ہو گئے۔جب امیر عبدالرحمٰن کویت سے ریاض جانے کے لیے روانہ ہوئے اور اس کی اطلاع شاہ عبدالعزیز کو دی تو فرمانروا صاحبزادے نے اپنے پانچ سو جانثاروں کے ساتھ ''الدھنا'' کے مقام پر اپنے والد محترم کا استقبال کیا۔اور اپنے والد کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔

شاہ عبدالعزیز کی حکمرانی:

جب شاہ عبدالعزیز اپنے والد محترم کے ہمراہ ریاض پہنچے۔تو اہل ریاض نے ان کا بے حد احترام کیا۔امیر عبدالرحمٰن نے چند دن آرام کیا۔اور عوام وخواص ان کی خیریت دریافت کرنے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔اس کے بعد جمعہ کے دن ریاض کے جلیل القدر علمائے کرام کا مسجد

میں اجتماع ہوا۔اس اجتماع میں امیر عبدالعزیز اپنے والد کے ہمراہ شریک تھے۔اسی اجتماع سے امیر عبد العزیز نے اجتماع سے خطاب کیا۔اور اپنے والد محترم سے فرمایا: ''حکمرانی آپ کا حق ہے اور میں بطور ایک سپاہی آپ کے ماتحت کام کروں گا'' امیر عبدالرحمٰن بن فیصل نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اگر مجھے ریاض بلانے کا مقصد یہ ہے کہ میں حکمرانی سنبھال لوں گا تو یہ ناممکن ہے اس دوران علماء کرام نے مداخلت کی۔اور انہوں نے امیر عبدالعزیز سے کہا کہ بیٹے کو چاہیئے کہ وہ اپنے والد محترم کی اطاعت کرے۔انہوں نے امیر عبدالرحمٰن سے بھی کہا کہ وہ بیٹے کے جذبات کا احترام کریں۔

امیر عبدالرحمٰن نے کہا: ''حکمرانی عبدالعزیز کا حق ہے میرا نہیں'' چنانچہ امیر عبدالعزیز نے مشروط طور پر قبول کرلیا۔

شرط یہ تھی کہ: میرے والد میرے نگران ہوں گے اور میری ان امور کی طرف رہنمائی کریں گے جن میں مملکت کی بھلائی ہوگی اور اگر اس مملکت کی مصلحت کے خلاف کوئی بات ہوگی تو اس سے مجھے روکیں گے۔

امیر عبدالرحمٰن نے امیر عبدالعزیز کو جو ابتدائی نصائح اور ہدایات دیں وہ درج ذیل ہیں۔

امیر عبدالرحمٰن بن فیصل نے فرمایا:

''سنو! عبدالعزیز انصاف حکمرانی کی بنیاد ہے۔اگر تم حکمرانی چاہتے ہو تو عدل کا خیال رکھو۔ظلم سے بچتے رہو۔ہمیشہ پرہیز گاری کرو۔اور قوم کا ہر فرد خواہ والی ہو یا عام شہری وہ تمہارا محاسبہ کرسکتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بارے میں بہت غیرت والا ہے اس دن کو یاد رکھو جب تمہیں نہ مال، نہ حکمرانی نہ جاہ منصب اور نہ آل واولاد فائدہ دے گی۔''

شاہ عبدالعزیز کی بیعت:

اس کے بعد تمام لوگوں نے شاہ عبدالعزیز کی بحیثیت حکمران نجد بیعت کی اس وقت ان کی عمر ۲۲ سال تھی۔والد محترم امیر عبدالرحمٰن بن فیصل نے سعود الکبیر کی تلوار انہیں عنایت کی۔تلوار دینے کا اشارہ یہ تھا کہ بیعت صحیح ہوئی ہے۔امیر عبدالرحمٰن نے عبدالعزیز کو رہائش کے لیے آل سعود کا محل دے دیا اور خود عجلان والے گھر منتقل ہوگئے۔

شاہ عبدالعزیز بحیثیت حکمران نجد:

نجد کا حکمران بننے کے بعد شاہ عبدالعزیز نے مسلسل کوشش کرکے اپنی مملکت کی سرحدوں کو وہاں تک پہنچایا۔جو ان کے آباؤاجداد کے وقت تھیں۔اس کے بعد اپنے ملک میں جو اصلاحات کیں۔وہ ان کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ان کی اصلاحات کی مختصر روداد یہ ہے۔

بدوؤں کو رہائش فراہم کرنا اور ان کو تعلیم سے منور کرنا تھا۔

زراعت کے طریقے سکھانا تھا۔
بدو ایک جگہ جم کر نہیں رہتے تھے انہیں ایک مقام پر مستقل رہائش کا پابند بنایا جائے۔
شاہ عبدالعزیز نے جو اہم کارنامہ سرانجام دیا وہ یہ تھا کہ
ہر گاؤں میں ایک عالم دین کا تقرر کیا تا کہ وہ لوگوں کو اخلاق حمیدہ سکھائے کیونکہ یہ اسلامی تعلیم کی بنیاد ہے۔ عالم دین کی ذمہ داری تھی کہ گاؤں والوں کو اسلامی شریعت سے آگاہ کر کے ان کو اسلامی اخلاق سے مزین کرے۔ ان کی طبیعت اور عادات کی اصلاح کر کے آدمیت کے احترام اور ملک سے محبت کے جذبات سے روشناس کرائے۔ اس پروگرام میں لوٹ مار کا انسداد اور چوروں ڈاکوؤں کو ختم کر کے باہمی اتحاد اور وحدت کا درس بھی شامل تھا۔ یہ علماء مملکت کے لیے اخلاص، رواداری، اور علم وانصاف کا درس بھی دیتے تھے۔
شاہ عبدالعزیز کی اصلاحات میں ان کا یہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ انہوں نے اپنے ملک کے لوگوں کو بدوی زندگی سے نکالا اور حضری زندگی اختیار کرائی، جذبہ جہاد سے سرشار کیا اور انہیں زراعت پیشہ بنایا۔ اور ان اصلاحات میں شاہ عبدالعزیز کو سو فیصد کامیابی ہوئی۔ علاوہ ازیں شاہ عبدالعزیز نے علمائے کرام کے ذمہ یہ کام سونپا کہ
وہ لوگوں کو توحید کا درس دیں اور صحیح اسلامی عقیدہ سے آگاہ کریں۔

آل رشید سے آخری راؤنڈ اور شاہ عبدالعزیز کا حجاز پر قبضہ:

شاہ عبدالعزیز نجد کے حکمران تھے۔ حجاز پر آل رشید کی حکمرانی تھی۔ لیکن اہل حجاز آل رشید کی حکومت سے نالاں تھے۔ شریف مکہ حسین بن علی کی حکومت حجاز میں بدترین حکومت تھی۔ شریف مکہ کے آدمی حاجیوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے تھے۔ مکہ سے مدینہ جانے کا کرایہ ۱۵ عدد سونے کے برابر ہوتا تھا۔ لیکن شریف مکہ کے لوگ حاجیوں سے زیادہ وصول کرتے تھے، پانی کی راشن بندی تھی، بہت کم مقدار میں پانی تقسیم ہوتا تھا۔ پانی کی بہت زیادہ قیمت وصول کی جاتی تھی۔ اور پانی وافر مقدار میں نہ ملنے اور زیادہ قیمت ادا نہ کرنے کی وجہ سے حجاج پیاس کی وجہ سے وفات پا جاتے تھے۔ شریف مکہ کے اہل کاروں سے علمائے کرام بھی محفوظ نہ تھے۔ حالانکہ وہ شرک کے خلاف توحید کا درس دیتے تھے۔ بدعات، محدثات، اور خرافات کے خلاف آواز بلند کرتے تھے لیکن ان کی تبلیغی کاموں پر پابندی تھی۔
حجاز میں جو کچھ ہو رہا تھا۔ اسکی اطلاع شاہ عبدالعزیز کو ملتی تھی تو شاہ عبدالعزیز نے یہ پروگرام بنایا کہ حجاز پر قبضہ کیا جائے تا کہ وہاں صحیح اسلامی قوانین نافذ کیے جائیں۔ وہاں اللہ کا گھر ہے یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اس کے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا روضہ مبارک ہے۔ تمام ملکوں سے مسلمان

بیت اللہ کا حج کرنے اور مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کرنے کے لیے آتے ہیں۔ انہیں آرام پہنچایا جائے اورا نہیں جو مشکلات پیش آتی ہیں ان کا ازالہ کیا جائے۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز نے ۱۹۲۱ء میں حجاز کے شہر ''حائل'' پر قبضہ کیا۔ ۱۹۲۴ء میں ''طائف'' پر قبضہ کیا۔ ۱۹۲۴ء میں مکہ مکرمہ کو اپنے زیرنگین کیا اور ۱۹۲۵ء میں مدینہ منورہ اور جدہ پر قبضہ کرلیا۔اس کی بعد شاہ عبد العزیز نے نجد وحجاز کو ملا کر ملک کا نام ''سعودی عرب'' رکھا اور اب شاہ عبدالعزیز نجد وحجاز کے حکمران ہو گئے۔حجاز میں شاہ عبدالعزیز کی آمد سے سیاسی طور پر بہت اچھے اثرات پڑے کیونکہ شاہ عبدالعزیز نے کہیں بھی اپنے منصوبے کا زبردستی نفاذ نہیں کیا۔

حجاز پر شاہ عبدالعزیز کے قبضہ پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا تبصرہ:

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (1999ء) عالم اسلام کے نامور مفکر، مدبر اور دینی و مذہبی رہنما تھے۔ان کی دینی وعلمی اور مذہبی خدمات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔عربی زبان کے نامور ادیب اور نقاد و مبصر تھے۔شاہ عبدالعزیز کے حجاز پر قبضہ کے بعد حجاز اور پہلے جو حالت تھی اس پر جو تبصرہ فرمایا ہے اس کا کچھ حصہ مختصراً درج ذیل ہے۔مولانا موصوف فرماتے ہیں: ''کہ حجاز میں آل سعود کی آمد سے پہلے مرکز اسلام حجاز اور حرمین شریفین کے حالات میں کچھ ایسی ابتری واقع ہوئی کہ ان کو بیان کرنا بہت افسوس ناک ہے۔ امن مفقود تھا۔ جہالت اور ناخواندگی نے ہر طرف اپنا سایہ پھیلا دیا تھا۔عقائد میں فساد آ گیا تھا۔جاہلیت کے دور کی بعض رسومات دوبارہ رواج پذیر ہوگئیں تھیں اقتصادی حالت بہت خراب ہوگئی تھی۔طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔مولانا گرامی مزید لکھتے کہتے ہیں کہ ''جب آل سعود کی حجاز میں حکومت قائم ہوئی تو اس وقت ملک میں کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں ان کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

''حجاز میں امن قائم ہوا۔حاجیوں کے قافلے محفوظ ہو گئے۔نہریں کھودیں، پانی کی ریل پیل ہوئی۔غذائی اشیاء کی فراوانی ہوئی۔حاجیوں کو تنگ کرنے اور نقصان پہنچانے والوں سنگدل بدوؤں کا خاتمہ کیا گیا۔ظلم کا ہاتھ روک دیا۔حدود شرعیہ کو نافذ کیا۔توحید خالص کا پرچار کیا۔شرک و بدعت اور محدثات وخرافات کا خاتمہ کیا۔''

شاہ عبدالعزیز کی شخصیت:

شاہ عبدالعزیز کی شخصیت بڑی جامع تھی۔انہوں نے اسوۂ رسول اکرم ﷺ کے مطابق زندگی کو ڈھالا۔اور صحابہ کرامؓ کی اتباع کی۔اور ائمہ کرام و محدثین عظام کی پیروی کی۔ان کی شخصیت کو جن چیزوں نے جلا بخشی وہ یہ تھیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی توحید اور عبادت

(۲) شریعت محمدی کی اتباع

(۳) وحدت

شاہ عبدالعزیز کے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ شاہ عبدالعزیز اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''میں دین اسلام کا مبلغ ہوں۔ میں سلف صالحین کے عقیدے کا پابند ہوں اور سلف صالحین کا عقیدہ تمسک بالکتاب والسنہ ہے۔ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں کے اتحاد اور یگانگت کو پسند کرتا ہوں۔''

اخلاق وعادات:

اخلاق وعادات کے اعتبار سے شاہ عبدالعزیز پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ بہت زیادہ حلیم الطبع، کریم النفس، سخاوت میں اعلیٰ وارفع تبلیغ سنت نبوی ﷺ میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان میں انکساری بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ مہمان نوازی کے وصف سے بہت زیادہ متصف تھے۔ اپنے دل میں کسی سے کینہ اور بغض نہیں رکھتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز بین الاقوامی سیاست میں بہت ماہر تھے۔ اور بین الاقوامی سیاست کی چالوں سے پوری طرح باخبر تھے۔ انصاف کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے اور انصاف کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیتے تھے۔

گولڈن جوبلی:

۱۸ جولائی ۱۹۵۰ء کو شاہ عبدالعزیز نے اپنی بادشاہت کی گولڈن جوبلی منانی چاہی اور اس سلسلہ میں جدہ میں مکمل انتظام ہو چکا تھا۔ تمام غیر ملکی سفارتوں کو دعوت نامے بھیج دیئے گئے تھے۔ شاہ عبد العزیز نے احتیاط کے طور پر ریاض کے مفتی اعظم شیخ محمد ابراہیم سے فتویٰ پوچھا تو مفتی صاحب نے فتویٰ دیا کہ گولڈن جوبلی کی تقریب خلاف سنت نبوی ﷺ ہے یہ یہود ونصاریٰ کی رسم ہے، اس لیے اس سے پرہیز ضروری ہے، چنانچہ شاہ عبدالعزیز نے فوری طور پر یہ پروگرام منسوخ کر دیا اور کھانے پینے کا سامان جدہ اور اس کے مضافات کے غرباء ومساکین میں تقسیم کر دیا۔

وفات:

شاہ عبدالعزیز نے ۹ نومبر ۱۹۵۳ء کو طائف میں وفات پائی، عمر ۷۷ سال تھی اور تدفین ریاض میں ہوئی۔

شاہ سعود بن عبدالعزیز:

شاہ سعود بن عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن فیصل آل سعود اپنے والد محترم کی وفات کے بعد سعودی عرب کے پہلے فرمانروا ہوئے۔ ان کا عہد حکومت ۱۹۵۳ء تا ۱۹۶۴ء ہے۔

شاہ سعود کا سنِ ولادت ۱۹۰۰ء ہے اور جائے ولادت کویت ہے۔ گیارہ سال کی عمر میں دینی علوم کا آغاز

ہوا۔اور بہت جلد علوم دینیہ میں مہارت حاصل کر لی۔عملی زندگی میں ان کا پہلا سیاسی کام یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے ان کو قطر میں سفیر بنا کر بھیجا اور آپ جب تک سفیر رہے، سفارت کے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔شاہ سعود جب شاہ عبدالعزیز کی وفات کے بعد تخت نشین ہوئے تو اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''کہ اے میری قوم! میں اس تاریخی گھڑی میں یہ پسند کرتا ہوں کہ آپ کے سامنے یہ اعلان کروں کہ میں نے اپنے بھائی فیصل بن عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد مقرر کیا ہے۔میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمارے ہاتھوں کو تھام لے اور ہمیں سہارا دے۔''

شاہ سعود نے تخت نشین ہونے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ مجلس وزراء قائم کی۔جس کی قیادت ولی عہد امیر فیصل بن عبدالعزیز کے سپرد کی۔شاہ سعود نے بہت زیادہ دینی و علمی امور اپنے دور میں انجام دیئے۔شہروں میں دینی مدارس کھولنے کا حکم دیا۔اور ریاض میں ایک کالج بنایا جس میں دو شعبے قائم کیے۔ایک شرعی کالج دوسرا عربی ادب کا شعبہ، تعمیرات کی طرف بھی توجہ کی۔مسجد نبوی ﷺ کو مغربی دیوار کی طرف توسیع کی بنیاد رکھی۔اور اپنے ہاتھ سے چار پتھر نصب کر کے دین و دنیا میں ایسی سرخروئی حاصل کی کہ جس پر ان کی قسمت جتنا بھی ناز کرے کم ہے۔

مذہبی اور دینی امور انجام دینا اسلام کی اہم ترین بنیاد ہے۔شاہ سعود نے شعائر دینی کے قیام کے لئے خاص اہتمام فرمایا۔یہی اصول ان کے والد محترم شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن فیصل کا تھا۔جو شاہ سعود کو پورا ورثہ میں ملا تھا۔شاہ عبدالعزیز نے جب شاہ سعود ولی عہد تھے ایک خط لکھا تھا۔اس خط میں شاہ سعود کو یہ وصیت کی تھی کہ:

''نیت خالص ہو، اور اس بات کا عزم کرو کہ توحید کا کلمہ سربلند کرو گے خدا کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ کی مدد تمہارے ساتھ شامل حال ہوگی۔صدق و اخلاص کو لازم پکڑ و تو تمہیں بشارت ملے گی۔علماء کی عزت و احترام کرنا اور ان کی مجالس میں بیٹھنا تمہارے لیے سعادت کا موجب ہوگا۔'' چنانچہ شاہ سعود نے اپنے والد محترم کی نصائح پر عمل کیا اور جب تک حکمران رہے کامیابی و کامرانی نے ان کے قدم چومے۔

شاہ سعود اور امیر فیصل:

۱۹۵۷ء میں شاہ سعود نے اپنے بھائی امیر فیصل بن عبدالعزیز کو بہت زیادہ اختیارات دے دیے۔ولی عہد اور رئیس مجلس الوزراء کے علاوہ داخلی اور خارجی امور بھی امیر فیصل کے سپرد کر دیے تاکہ ملک زیادہ سے زیادہ ترقی کی راہ پر گامزن رہے۔چنانچہ شاہی فرمان جاری کیا گیا۔جس میں شاہ سعود

نے اعلان کیا: کہ

''بڑے غور وفکر کے بعد ہم اعلان کرتے ہیں کہ اپنے رئیس مجلس الوزراء کو جملہ مالی امور اور حکومت کی داخلہ اور خارجہ پالیسی کے تمام اختیارات سونپتے ہیں۔ مجلس الوزراء کے نظام میں غور وفکر کیا جائے اور اگر تغیر وتبدل کی ضرورت ہو۔ تو وہ تبدیلی کردی جائے ہم رئیس الوزراء کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ہمارے اس ارادے کو نافذ کرے اس کے بعد مجلس الوزراء میں کچھ ردو بدل ہوا۔

شاہ سعود کی معزولی:

۱۹۶۱ء میں شاہ سعود پر اچانک بیماری کا حملہ ہوا۔ اور اس کے علاج کے لیے ملک سے باہر چلے گئے۔ اور امیر فیصل بن عبدالعزیز کو اپنا نائب مقرر کر گئے۔ اور تمام جملہ امور امیر فیصل کو سپرد کر دیئے جب شاہ سعود کی بیماری زیادہ بڑھ گئی اور ان کے صحت یاب ہونے کی امید نہ رہی تو جمہور علماء نے شاہ سعود کو معزول کر کے ولی عہد امیر فیصل بن عبدالعزیز کو ملک کا نیا حاکم منتخب کرلیا۔ یہ آل سعود کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا فیصلہ تھا۔

وفات:

شاہ سعود بن عبدالعزیز نے ۱۹۶۴ء میں انتقال کیا۔ اور ان کی تدفین ریاض کے قبرستان میں شاہ عبدالعزیز کے پہلو میں ہوئی۔

شاہ فیصل بن عبدالعزیز:

شاہ سعود بن عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن فیصل آل سعود کے بعد دوسرے فرمانروائے سعودی عرب تھے۔ ۱۴ شوال ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء ریاض میں پیدا ہوئے۔ آپ کے ننھیال کے لوگ بہت نیک سیرت، پابند صوم صلوٰۃ اور علوم دینیہ سے بہرہ ور اور اتباع سنت کے شیدائی تھے۔ اور پورے طور پر احکام شرعیہ کے عامل تھے۔ شاہ فیصل کے نانا شیخ عبداللہ بن عبداللطیف تھے جو شیخ الاسلام امام توحید محمد بن عبد الوہاب کے پوتے تھے۔ شیخ عبداللہ بن عبداللطیف بڑے اعلیٰ مرتبہ ومقام کے عالم دین تھے۔ اور ان کا شمار نجد کے جلیل القدر اور صائب الرائے علماء میں ہوتا تھا۔ شاہ فیصل کی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے ہوا اور ۱۲ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ حفظ قرآن مجید کے بعد دوسرے علوم دینی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۸ سال کی عمر میں شاہ فیصل پختہ کار ہو چکے تھے اور ان کی فہم وفراست کا ان کے خاندان میں چرچا ہونے لگا۔ شاہ عبدالعزیز بھی ان کی فہم وفراست سے پوری طرح واقف ہو چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک شاہی فرمان جاری کیا کہ

''ہمارا بیٹا (فیصل) حجاز کی حکومت پر ہمارا نائب ہوگا''

چنانچہ حجازی حکومت کے جملہ امور انہیں سونپ دیئے گئے۔ تو آپ نے بڑے احسن طریقے سے حکومت کو سنبھالا۔ اور اپنے بلند کردار کی وجہ سے اہل حجاز کے ہاں مقبول ہو گئے۔

وزیر خارجہ کا منصب:

شاہ عبدالعزیز جب امیر فیصل کی فہم و فراست اور ان کی بلند کرداری سے پوری طرح واقف ہوئے تو انہیں ۱۹۳۰ء میں سعودی عرب کا وزیر خارجہ بنا دیا گیا۔ اس لیے کہ امیر فیصل غیر ممالک کے بارے میں ان کو جو معلومات حاصل تھیں۔ وہ ان کے دوسرے بھائیوں کو حاصل نہیں تھیں۔

رئیس مجلس شوریٰ:

۱۹۳۵ء میں شاہ عبدالعزیز نے انہیں ایک فرمان کے ذریعہ اس مجلس شوریٰ کا منصب عطا کیا۔ اور ساتھ ہی جملہ دفاتر اور دوسرے اداروں کو منظم کرنے کی ذمہ داری بھی انہیں تفویض کی گئی۔

ولی عہد مقرر ہونا:

شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن فیصل آل سعود نے ۱۹۵۳ء میں انتقال کیا تو شاہ سعود بن عبد العزیز سعودی عرب کے حکمران بنے تو امیر فیصل بن عبدالعزیز کو ولی عہد مقرر کیا گیا اور ساتھ ہی مجلس الوزراء کا رئیس بھی مقرر کیا گیا۔

فرمانروائے مملکت سعودی عرب:

شاہ سعود بن عبدالعزیز اپنی مسلسل بیماری کی وجہ سے ملک کے نظم و نسق کی طرف توجہ نہیں دے سکتے تھے۔ اس لیے انتظامیہ میں خرابیاں پیدا ہونے لگیں، جنہیں دور کرنے کے لیے یہ طے پایا کہ

''شاہ سعود بن عبدالعزیز برائے نام سربراہ مملکت رہیں گے اور نظم و نسق کی تمام تر ذمہ داری امیر فیصل بن عبدالعزیز پر ہوگی۔ جب شاہ سعود بن عبدالعزیز کی بیماری طول پکڑ گئی اور ان کے شفایاب ہونے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو جمہور علمائے کرام نے فیصلہ کیا: کہ

''شاہ سعود بن عبدالعزیز مملکت سے اپنی بیماری کی وجہ سے دستبردار ہو گئے اور ولی عہد امیر فیصل بن عبدالعزیز کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ چنانچہ شاہ سعود بن عبدالعزیز حکومت سے دستبردار ہو گئے۔ اور فیصل بن عبدالعزیز سعودی عرب کے فرمانروا بن گئے۔''

شاہ فیصل بن عبدالعزیز کا پہلا خطاب:

شاہ فیصل نے سعودی عرب کے عوام سے جو پہلا خطاب فرمایا وہ یہ تھا: کہ ''میں اپنی طرف سے جو تم بیعت لے رہا ہوں وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ اور بحکم شریعت پر لے رہا ہوں میں عہد کرتا ہوں کہ میں ہر امر میں شرع متین کا خادم رہوں گا میری یہ کوشش رہے گی کہ میں اس ملک کی حفاظت اور

جمہور کی خدمت میں بدستور کوشاں رہوں اور ان کی دین و دنیا کو بہتر بنانے کے لیے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھوں گا میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں سب کو ہدایت پر قائم رکھے اور رشد و ہدایت پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے، نیز وہ مجھے اور آپ کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا مبلغ بنائے اور دین اسلام کی نصرت کی توفیق بخشے۔"

۱۹۶۴ء میں شاہ فیصل نے حج کے موقع پر اسلامی ممالک کے نمائندوں کے سامنے اپنے خطاب میں فرمایا: کہ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم مسلمان ہوتے ہوتے کس طرح غیر اسلامی نظام کو تھامے ہوئے ہیں ہمارے مسلمان ہونے کی دلیل یہ ہونی چاہیئے کہ ہم قرآن کے نظام کی طرف مائل ہوں اور باطل کے نظاموں کو بالکل ترک کر دیں۔" شاہ فیصل کا یہ خطاب آب زرّیں سے لکھنے کے قابل ہے۔

اتحاد عالم اسلام:

شاہ فیصل بن عبدالعزیز اتحاد عالم اسلام کے بہت خواہاں تھے ان کی یہ خواہش رہی کہ اسلامی ممالک میں اتحاد قائم ہو جائے۔ شاہ فیصل نے عالم عرب میں اپنا مقام پیدا کیا ان کی تمام کوششیں اسلامی دنیا کو متحد کرنے پر مرکوز رہیں۔ عرب سربراہوں کی تیسری کانفرنس کاسابلانکا میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں شاہ فیصل نے یہ قرارداد باتفاق منظور کرائی کہ عرب اور غیر عرب مسلمانوں کے درمیان اتحاد و تعاون کے رشتوں کو مضبوط تر بنایا جائے۔ اس مقصد کے لیے شاہ فیصل نے اسلامی ملکوں کے سربراہوں کی کانفرنس کی تجویز پیش کی۔

سعودی عرب میں مختلف محکموں کی تاسیس:

شاہ فیصل بن عبدالعزیز نے اپنے ملک میں مختلف محکموں کو فعال و منظم بنانے اور ترقی کی راہ پر ڈالنے کے لیے مختلف اقدامات کیے، تعلیم، دینی مدارس کا قیام، تعلیم بالغاں، مدارس برائے تربیت اساتذہ، زنانہ مدارس، جامعات کا قیام، انجینئرنگ کالج، صحت ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کا قیام نئی سڑکوں کی تعمیر چنانچہ ملک میں سڑکوں کا جال بچھا دیا گیا۔ ۱۲۷ اہم سڑکیں تعمیر کی گئیں جن کا مجموعی فاصلہ ۵۶۳۶ کلومیٹر تھا۔ وزارت حج اور اوقات کا محکمہ قائم کیا گیا۔ حرم کعبہ اور مسجد نبوی میں توسیع کی گئی۔ وزارت اطلاعات ونشریات قائم کی گئی صنعت میں بھی کافی ترقی ہوئی۔

عرب اسرائیل جنگ:

۱۹۶۷ میں عرب اسرائیل جنگ ہوئی جس میں عربوں کو شکست ہوئی اور بیت المقدس پر اسرائیل کا قبضہ ہو گیا۔ اس وقت شاہ فیصل برطانیہ کے دورے پر تھے۔ انہوں نے اس پر بیان دیا: کہ "عربوں کے آپس میں اختلافات ان کا اپنا گھریلو معاملہ ہے اور اسے اس وقت کے ہنگامی دور میں اہمیت

نہیں دی جاسکتی۔ میرا ملک اسرائیل کے خلاف ہے دوسرے عرب بھائیوں کے ساتھ مل کر مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہے۔''

شاہ فیصل اور پاکستان:

شاہ فیصل کو پاکستان سے خصوصی لگاؤ تھا۔ ۱۹۵۴ء میں پاکستان کا پہلی بار دورہ کیا تو اہل پاکستان نے ان کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ اور سر آنکھوں پر بٹھایا۔ شاہ فیصل نے ایک تقریب میں فرمایا کہ

''پاکستان اسلام کی قوت کا سرچشمہ ہے میں جہاں بھی گیا میں نے سعودی عرب اور پاکستانی عوام میں گہری یگانگت پائی۔ مجھے کسی جگہ بھی دونوں ملکوں کے عوام میں کوئی فرق نظر نہیں آیا۔ مجھے توقع ہے کہ دونوں ملکوں کے عوام بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک رہیں گے۔''

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں شاہ فیصل نے ہر ممکن مدد کی۔ اور انہوں نے اعلان کیا کہ پاکستان کی ہم کھل کر ہر ممکن مدد کریں گے خواہ اس کے لیے کتنی بڑی قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔ ۱۹۷۱ء میں جب مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی خبر سنی تو زاروقطار رونے لگے اور یہ اعلان کیا کہ

۱۹۷۱ء کی جنگ میں پاکستان کو جو نقصان برداشت کرنا پڑا ہے سعودی عرب اس کی تلافی کے لیے پاکستان کی امداد کرے گا۔ شاہ فیصل نے اسلام آباد میں ایک شاندار اور وسیع مسجد تعمیر کرائی جس کا رقبہ ۱۸۹۷۰۵ مربع میٹر ہے اور اس کے ساتھ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی بھی کام کر رہی ہے۔ مسجد اور یونیورسٹی کے اخراجات سعودی حکومت برداشت کر رہی ہے (مسجد کا نام فیصل مسجد ہے)

شہادت:

۲۵ مارچ ۱۹۷۵ء کو شاہ فیصل کے بھتیجے فیصل بن ساعد بن عبدالعزیز نے شاہ فیصل بن عبدالعزیز کو شہید کر دیا۔ اور وہ ریاض کے قبرستان میں اپنے والد شاہ عبدالعزیز کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ۔

شاہ فیصل کی سیرت:

شاہ فیصل بن عبدالعزیز نیک سیرت، کریم النفس، حلیم الطبع، رحم دل اور دردمند دل رکھنے والے حکمران تھے۔ وہ دین اسلام کے شیدائی تھے۔ وہ سعودی عرب کے پہلے حکمران تھے جن کی وجہ سے سعودی عرب کو بین الاقوامی دنیا میں ایک خاص اہمیت حاصل ہوئی ان کے عہد میں نہ صرف اسلامی دنیا کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ بلکہ بین الاقوامی سیاست میں تیسرے طاقت ور بلاک کا افتتاح بھی ہوا۔ یہ شاہ فیصل ہی تھے جنہوں نے تیل کو ہتھیار کے طور پر استعمال کر کے امریکہ اور یورپ کی زبردست صنعتی دنیا کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

شاہ فیصل بن عبدالعزیز نے دین اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمت کی ہے وہ اس دور کے کسی فرد کے حصہ میں نہیں آئی۔ان کی ذات مسلمانوں کے لیے طاقت کا سب سے بڑا سرچشمہ تھی انہوں نے اپنی زندگی شریعت محمدی (ﷺ) کے اصولوں کے مطابق گزاری وہ ایک صالح بادشاہ تھے۔

شاہ فیصل میں ایک خصوصیت ایسی تھی جس کی وجہ سے وہ عوام میں بے حد مقبول تھے۔اور بڑے ملکوں کے سربراہ ان کی اس خصوصیت پر رشک کرتے تھے کہ ''وہ بادشاہ ہوتے ہوئے بھی صحیح معنوں میں اپنے آپ کو رعایا کا خادم تصور کرتے تھے''۔

شاہ فیصل کی زندگی پرسادہ تھی۔وہ مغربی لباس قطعاً پسند نہیں کرتے تھے۔ان کا کھانا بالکل سادہ ہوتا تھا،جن میں اُبلے ہوئے چاول زیادہ ہوتے تھے۔بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے اور غرباء و مساکین کی بہت زیادہ مالی امداد کرتے تھے۔

دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس:

فروری ۱۹۷۴ء میں لاہور میں دوسری سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ۲۵ سربراہان مملکت نے شرکت کی۔شاہ فیصل بھی ان سربراہان میں شامل تھے۔راقم نے انہیں بادشاہی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے مال روڈ پر گاڑی میں جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

شاہ خالد بن عبدالعزیز:

۲۵ مارچ ۱۹۶۵ء جب شاہ فیصل بن عبدالعزیز سعودی عرب کے فرمانروا مقرر ہوئے تو اپنے بھائی خالد بن عبدالعزیز کو ولی عہد بنایا۔۵ مارچ ۱۹۷۵ء کو شاہ فیصل کو شہید کر دیا گیا تو امیر خالد سعودی عرب کے فرمانروا بنے اپنے پہلے انہوں نے خطاب میں فرمایا: کہ

''میں اپنے بھائی شاہ فیصل شہید کی پالیسوں پر ہی عمل کرونگا اور ان سے سرنو انحراف نہیں کیا جائے گا۔''

چنانچہ انہوں نے اپنے سات سالہ دور حکومت میں اپنے اس عہد کو انتہائی عمدگی،سنجیدگی،اور مستقل مزاجی سے نبھایا۔سعودی پالیسی کا فوری نقطہ مسئلہ فلسطین رہا ہے اور تمام سعودی فرمانرواؤں کی یہ دلی خواہش رہی ہے کہ ارض فلسطین کو یہودیوں کے غاصبانہ قبضے سے آزاد کرایا جائے۔جب مسئلہ فلسطین کے بارے مصر کے صدر سادات نے لچک دار رویہ اختیار کیا تو شاہ خالد نے معاہدہ کیمپ ڈیوڈ کو مسترد کر دیا اور مصر کے ساتھ قریب قریب اپنے تعلقات منقطع کر دیئے۔شاہ خالد کے تدبر اور فہم و فراست ہی کا نتیجہ تھا کہ ان کے سات سالہ دور حکومت میں تنظیم آزادی فلسطین پہلے سے کہیں زیادہ منظم اور فعال قوت بن گئی۔ان کے دور میں یاسر عرفات نے اقوام متحدہ سے خطاب کیا اور اسلامی کانفرنس کے وائس چیئر مین

منتخب ہوئے۔شاہ خالد بن عبدالعزیز کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے عراق اور جنوبی یمن خوشگوار تعلقات قائم کیے۔ یہ دونوں ملک سویت یونین کے حامی تصور کیے جاتے تھے۔شاہ خالد کا ایک اور کارنامہ یہ ہے کہ خلیج کونسل برائے تعاون کو جنم دیکر چھ عرب ریاستوں کو ایک اتحاد میں منسلک کر دیا۔شاہ خالد کے اس اقدام کی وجہ سے عالم عرب میں سیاسی استحکام کو فروغ حاصل ہوا۔

جنوبی اور شمالی یمن کے درمیان تعلقات بہت زیادہ کشیدہ ہو گئے تھے مگر خالد کی مداخلت سے تعلقات بہتر ہو گئے۔اور دونوں حصوں میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔شاہ خالد پاکستان کے ساتھ بہت زیادہ محبت اور اخوت کا جذبہ رکھتے تھے انہوں نے ہر موقع پر پاکستان کو بھرپور اقتصادی امداد فراہم کی اور انہیں دفاعی لحاظ سے مضبوط تر بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ جب حکومت پاکستان نے امریکہ سے جدید ترین لڑاکا طیارے F-16 خریدنا چاہے تو امریکہ نے یہ شرط عائد کی کہ ایف ١٦ اس صورت میں آپ کو مل سکتے ہیں کہ ان کی قیمت فی الفور نقد ادا کریں مگر پاکستان کے پاس اس گراں بہا اسلحہ کی خریداری کے لیے سرمایہ نہیں تھا۔شاہ عبدالعزیز نے یہ رقم اپنی حکومت کی طرف سے ادا کرنے کا وعدہ کر لیا اس طرح یہ سودا طے ہو گیا۔

شاہ خالد بن عبدالعزیز نے اپنے ملک میں کئی رفاہی منصوبے پایہ تکمیل تک پہنچائے۔میڈیا کو آزادی دی۔جدہ میں پانی کے انتظام کو بہتر بنایا۔حفظان صحت کی خاص توجہ کی اور مختلف امراض کا قلع قمع کرنے کے لئے ایک بہت بڑا جدید ہسپتال قائم کیا۔ صنعت کو فروغ دینے کے لئے شاہ خالد نے بہت اصلاحات کیں۔

اخلاق و عادات کے اعتبار سے شاہ خالد بن عبدالعزیز انتہائی بردبار، متحمل مزاج اور پرسکون تھے۔اور بہت زیادہ کم سخن تھے۔نمود و نمائش سے سخت نفرت تھی۔ وہ اکثر وقت صحرا نوردی اور شکار کی نذر کرتے رہے۔ان کی محبوب غذا اونٹنی کا دودھ تھا۔ وہ عالم اسلام کے اتحاد کے بہت زیادہ خواہش مند تھے۔

وفات:

شاہ خالد بن عبدالعزیز نے ۱۹۸۲ء میں رحلت فرمائی۔اور ریاض میں اپنے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔

شاہ فہد بن عبدالعزیز:

شاہ خالد بن عبدالعزیز کے انتقال کے بعد ولی عہد فہد بن عبدالعزیز فرمانروا سعودی عرب ہوئے۔ان کا سن ولادت ۱۹۲۲ء ہے۔جب ۱۹۵۳ء میں شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن نے وفات پائی

تو فہد بن عبدالعزیز کی عمر ۳۱ سال کی تھی۔ شاہ عبدالعزیز نے اپنی حکومت کے آخری دور میں انہیں وزیر تعلیم مقرر کیا۔

وزیر تعلیم کی حیثیت سے انہوں نے سعودی حکومت کے دور افتادہ علاقوں کو تعلیم کی دولت سے روشناس کرایا۔ اور چار ہزار سکول کھولے۔ وہ پہلے وزیر تعلیم تھے جنہوں نے ملک میں تعلیم نسواں کو رواج دیا۔ ۱۹۶۲ء میں انہیں وزیر داخلہ بنا دیا گیا۔ اور ۱۹۶۴ء میں شاہ فیصل فرمانروائے سعودی عرب ہوئے تو انہیں وزیر داخلہ کے علاوہ نائب وزیر اعظم کا عہدہ بھی دے دیا گیا۔ وزیر داخلہ کی حیثیت سے انہوں نے اس وزارت کو انتہائی مؤثر بنا دیا۔ اور عوام کو بہت زیادہ سہولتیں دیں۔

۱۹۷۵ء میں شاہ فیصل شہادت سے سرفراز ہوئے تو شاہ خالد بن عبدالعزیز نے اقتدار سنبھالا۔ تو فہد بن عبدالعزیز ولی عہد اور نائب وزیر اعظم اول مقرر ہوئے۔ علاوہ ازیں سپریم کونسل آف ایجوکیشن اور وزرائے کمیٹی کے سربراہ کا عہدہ بھی ان کے پاس تھا۔

شاہ خالد کے دور حکومت میں جب کہ فہد بن عبدالعزیز ولی عہد اور نائب وزیر اعظم اول تھے۔ سعودی عوام کی فلاح و بہبود کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ان کی وجہ سے انہیں بہت زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔

۱۹۸۲ء میں شاہ خالد نے وفات پائی۔ تو فہد بن عبدالعزیز نے اقتدار سنبھالا۔ شاہ فہد بن عبد العزیز نے اپنے دور حکومت میں بے شمار فلاحی اور دینی امور انجام دیے۔ انہوں نے جو فرمایا اس پر عمل کر کے دیکھا۔ انہوں نے اپنی عملی زندگی میں ہمیشہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا۔ وہ ہر کام کی بنیاد قرآن مجید کی اعلیٰ وارفع تعلیمات اور رسول اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر رکھتے تھے۔

شاہ فہد نے عالم اسلام کو متحد کرنے میں بھی نمایاں کردار کیا۔ سعودی عوام کی بھلائی اور انہیں ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچانے میں بھی کسی قسم کا دریغ نہ کیا۔ تعلیم وصحت پر خاص توجہ دی۔ سکولوں اور ہسپتالوں کا ملک میں جال بچھا دیا۔ تعلیم نسواں کے سلسلہ میں علیحدہ سکول کھولے۔ اور اسی طرح معذور بچوں اور بچیوں اور اندھوں اور بہروں کے لئے بھی خاص طریق پر تعلیم کا انتظام کیا۔ اور اس کے علاوہ ذہنی طور پر کم تر (Abnormal) طلباء کے لئے جو عام بچوں کا ساتھ نہیں دے سکتے، تعلیم وتربیت کا علیحدہ انتظام کیا گیا۔

شاہ فہد بن عبدالعزیز کا عظیم علمی اور دینی کارنامہ:

شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس کا قیام ہے، یہ پریس مدینہ منورہ میں قائم کیا۔ اس پریس میں مختلف زبانوں میں کروڑوں کی تعداد میں قرآن مجید چھپوا کر ملکوں میں بھیجے اور مفت تقسیم کیے گئے۔

شاہ فہد نے اپنے بعد امیر عبداللہ بن عبدالعزیز کو ولی عہد نامزد کیا۔ شاہ فہد نے اگست ۲۰۰۵ء میں وفات پائی۔

شاہ فہد بن عبدالعزیز بہترین مدبر، مفکر، صاحب فہم وبصیرت اور منجھے ہوئے سیاستدان تھے۔ علاوہ ازیں بہت زیادہ منتظم تھے۔ انہوں نے اقتدار سنبھالتے ہی اپنے لئے خادم الحرمین الشریفین کا لقب اختیار کیا۔ ان کے عہد اقتدار میں بیت اللہ اور مسجد نبوی کی بہت زیادہ توسیع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ اور ان کی لغزشوں کو معاف کرتے ہوئے علیین میں جگہ دے۔

شاہ عبداللہ بن عبدالعزیزؒ:

اگست ۲۰۰۵ء میں شاہ فہد بن عبدالعزیز نے رحلت فرمائی۔ تو ان کے بعد ان کے بھائی امیر عبداللہ بن عبدالعزیز نے سعودی عرب کے تخت پر متمکن ہوئے۔ شاہ فہد بن عبدالعزیز طویل مدت سے بیمار چلے آرہے تھے۔ اس لئے انہوں نے حکومتی انتظامات شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کے سپرد کردیے تھے۔ شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے اپنے دور حکومت میں بے شمار دینی اور رفاعی کام کیے۔ مسجد الحرام اور مسجد نبوی ﷺ کی توسیع ان کا عظیم کارنامہ ہے۔ تعلیم اور صحت کی طرف خاص توجہ کی۔ شاہ عبداللہ یونیورسٹی اور پرنسس نورہ یونیورسٹی کا قیام بھی ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز بین المذاہب مکالمے کے بہت بڑے داعی تھے۔ وہ اعتدال پسند شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے نزدیک اسلام اعتدال پسندی اور تحمل کا مذہب ہے۔ انہوں نے بین المذاہب کانفرس میں اپنی وسعت نظری اور عالی حوصلگی کا شاندار مظاہرہ کیا۔ اور آفاقی سوچ کا بہترین مظاہرہ کیا۔ اس لئے ہمیں متحد ہونا چاہیے۔ تب ہی ہم کامیابی سے ہمکنار ہوسکتے ہیں۔

شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز پاکستان کے زبردست حامی اور خیر خواہ تھے۔ انہوں نے ہر مشکل وقت میں پاکستان کا ساتھ دیا۔ اور ہر ممکن امداد کی۔ شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے اپنے ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے بے شمار فلاحی کام کیے۔ شاہ عبداللہ کو جدید ترقی کا بانی کہا جاتا ہے۔ جب وہ ولی عہد تھے اور اس کے ساتھ نیشنل گارڈ سعودی عرب کے سربراہ بھی تھے تو انہوں نے بے شمار سہولتیں سعودی عرب کے عوام کو پہنچائیں۔

حجاج کرام کے لئے بے شمار بہترین انتظامات کیے۔ شاہ عبداللہ نے اپنے بھائی سلطان بن عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ وہ انتقال کر گئے تو دوسرے بھائی نائف بن عبدالعزیز کو ولی عہد بنایا۔ انہوں نے بھی اس دنیائے فانی سے کوچ کیا تو اپنے بھائی سلمان بن عبدالعزیز ولی عہد بنایا۔

شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے ۲۳ جنوری ۲۰۱۵ء کو جمعہ کے روز ۹۱ برس کی عمر میں وفات پائی۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

موجودہ حکمران سعودی عرب شاہ سلمان بن عبدالعزیز:

شاہ سلمان بن عبدالعزیز کی عمر ۷۹ سال ہے۔ ان کا سن ولادت ۳۱ دسمبر ۱۹۳۵ء ہے۔ وہ ۱۹ سال کے تھے جب ان کے والد محترم نے انہیں ریاض کا گورنر مقرر کیا۔ اور ۱۹۵۴ء میں شاہ سعود بن عبد العزیز نے ان کو ریاض کا میئر مقرر کر دیا۔ دسمبر ۱۹۶۰ء آپ نے اس عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ فروری ۱۹۶۳ء کو انہیں دوبارہ ریاض کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اور آپ ۲۰۱۱ء تک ریاض کے گورنر رہے۔ اور یہ مدت ۴۸ سال بنتی ہے۔ نومبر ۲۰۱۱ء شہزادہ سلطان بن عبدالعزیز نے انتقال کیا۔ جو اس وقت سعودی عرب کے ولی عہد اور وزیر دفاع تھے۔ تو ان کی جگہ آپ کو وزیر دفاع بنایا گیا۔ اور اس کے ساتھ "قومی سلامتی کونسل" کے رکن بھی نامزد ہوئے ۲۰۱۲ء میں برطانیہ اور امریکہ کا دورہ کیا۔ جون ۲۰۱۲ء ولی عہد نائف بن عبدالعزیز نے وفات پائی۔ تو آپ کو ولی عہد نامزد کیا گیا۔ اور ساتھ ہی نائب وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز کر دیا گیا۔ ۲۳ جنوری ۲۰۱۵ء کو شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے انتقال کیا۔ تو آپ کو سعودی عرب کا فرمانروا بنایا گیا۔

شاہ سلمان بن عبدالعزیز حفظہ اللہ بڑے کریم النفس، حلیم الطبع، نیک سیرت اور پابند صوم و صلوٰۃ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی عمر میں برکت عطا کرے۔ اور دین اسلام کی خدمت کی توفیق دے (آمین)

سعودی عرب کی منفرد حیثیت:

ہر علاقے کی اپنی انفرادیت ہوتی ہے۔ جس کے سبب سے وہ دیگر علاقوں سے ممتاز ہوتا ہے۔ اور یہ انفرادیت جغرافیائی خصوصیات اور تمدنی آثار کی مرہون منت ہوتی ہے۔ اس لیے سعودی عرب بھی اپنی جغرافیائی خصوصیات، تہذیب وتمدن اور تاریخی حقائق کی روشنی میں منفرد حیثیت کا ملک ہے۔ اس کی تاریخ انسان آفرینش سے قبل کے ادوار سے ملتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ

"وہ عرش کے نیچے بیت اللہ کی تعمیر کریں۔"

اس وقت سے اس خطہ ارض کو تقدس کا درجہ حاصل ہے۔ پھر ایک زمانہ گزرا کہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک اس سرزمین پر آئے بعد میں آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی کفار مکہ کے مظالم کے نتیجے میں بحکم فرمان الٰہی آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ رفتہ رفتہ اسلام پھیلنے لگا اور مسلمانوں کی قوت وشوکت میں اضافہ ہونے لگا۔

تاریخ ان زعماء اور اکابر کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ جو قوموں کے لئے قربانی دیتے

ہیں۔ آل سعود کے خاندان نے کئی سو برس تک قربانیاں دیں۔ ان کی قربانیاں نہ صرف عربوں کے لئے بلکہ عالم اسلام کے لئے اور کلمہ توحید کی سربلندی کے لئے تھیں۔ ان کی خدمات کو عرب اور عالم اسلام کا ہر شخص خراج تحسین پیش کرتا ہے اور رہتی دنیا کے لئے ان کی خدمات یاد رکھی جائیں گی۔

آل سعود کے بانی سعود بن محمد بن مقرن تھے جنہوں نے ۱۷۲۵ء میں وفات پائی۔ ان کے بڑے بیٹے محمد بن سعود بن محمد بن مقرن تھے۔ جنہوں نے شیخ محمد بن عبدالوہاب سے ایک معاہدہ کیا تھا۔ معاہدہ یہ تھا کہ

ہم دونوں مل کر عقیدۂ توحید کی نشر و اشاعت، معاشرہ کی اصلاح اور کلمہ توحید ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کی سربلندی کے لئے جہد و جہد کریں گے۔

آل سعود کی حکومت کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلا دور محمد بن سعود سے شروع ہوتا ہے یعنی ۱۷۲۶ء تا ۱۸۲۴ء تک

اس دور میں ۷ حکمران رہے یعنی

(۱) محمد بن سعود (۲) عبدالعزیز محمد بن سعود (۳) سعود بن عبدالعزیز (۴) عبداللہ بن سعود (۵) عثمانی اور مصری حکمرانی۔

دوسرا دور ۱۸۲۴ء سے ۱۹۰۲ء

اس دور میں ۳ حکمران رہے یعنی

(۱) ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود (۲) مشاری بن عبدالرحمٰن (۳) فیصل بن ترکی (پہلی بار) ۱۸۳۴ء سے ۱۸۳۹ء تک

(۴) خالد بن سعود (۵) عبداللہ بن ثنیان (۶) فیصل بن ترکی (دوسری بار) ۱۸۴۳ء تا ۱۸۶۵ء تک

(۷) عبداللہ بن فیصل (پہلی بار) ۱۸۶۵ء تا ۱۸۷۱ء تک (۸) سعود بن فیصل

(۹) عبدالرحمٰن بن فیصل (پہلی بار) ۱۸۷۵ء تا ۱۸۷۶ء

(۱۰) عبداللہ بن فیصل (دوسری بار) ۱۸۷۶ء تا ۱۸۸۷ء

(۱۱) محمد بن رشید آل رشید کی حکمرانی ۱۸۸۷ء تا ۱۸۸۹ء

(۱۲) عبدالرحمٰن بن فیصل (دوسری بار) ۱۸۸۹ء تا ۱۸۹۱ء

(۱۳) آل رشید (پہلی بار) ۱۸۹۱ء تا ۱۹۰۲ء

تیسرا دور ۱۹۰۲ء

اس دور میں اس وقت ۲۰۱۵ء تک درج ذیل حکمران رہے۔

(۱) شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن فیصل ۱۹۰۲ء تک
(۲) شاہ سعود بن عبدالعزیز ۱۹۵۳ء تا ۱۹۶۴ء
(۳) شاہ فیصل بن عبدالعزیز ۱۹۶۴ء تا ۱۹۷۵ء
(۴) شاہ خالد بن عبدالعزیز ۱۹۷۵ء تا ۱۹۸۲ء
(۵) شاہ فہد بن عبدالعزیز ۱۹۸۲ء تا ۲۰۰۵ء
(۶) شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز ۲۰۰۵ء تا ۲۰۱۵ء
(۷) شاہ سلمان بن عبدالعزیز (موجودہ حکمران) ۲۳ جنوری ۲۰۱۵ء

آل سعود احیائے شریعت محمدی ﷺ کے شروع ہی سے پابندر ہے۔ اور انہیں اس بات پر فخر تھا وہ ہر خوشی پر شریعت کی پابندی کرتے ہیں۔ شاہ فیصل بن عبدالعزیز حافظ قرآن تھے۔ ان کی نماز جنازہ شاہ خالد بن عبدالعزیز نے پڑھائی۔ آل سعود کے ہاں رسم تاجپوشی نہیں ہے بلکہ بیعت کا طریقہ ہے۔ اور بادشاہ قرآن حکیم پر ہاتھ رکھ کر قرآن وسنت کے مطابق حکومت چلانے کا عہد کرتے ہیں۔

بادشاہ کی وفات کی صورت میں سعودی پرچم کبھی بھی سرنگوں نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس پر کلمہ توحید ''لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا۔ ان کی قبریں بھی سادہ اور زمین کے برابر ہوتی ہیں۔

ان کا یہ فعل فرمان نبوی ﷺ کے مطابق ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ نے قبر کے پختہ بنانے اور اس پر کوئی عمارت بنانے یا قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔'' [صحیح مسلم (980)]

آل سعود شروع سے لے کر آج تک شریعت کی پیروی میں فرمان نبوی کی پیروی کر رہے ہیں۔

مدینہ میں مشکلات پر صبر کرنے والے کیلئے رسول اکرم ﷺ کی شفارش

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری امت میں سے جو شخص مدینہ کی بھوک اور اس کی تکلیف پر صبر کرے گا تو روز قیامت میں اس کی شفارش کروں گا۔'' [مسلم (1378)]

یمن کے باغی حوثی اور دفاع حرمین شریفین

حمید اللہ خان عزیز

مشرق وسطیٰ میں پچھلے چند سالوں میں تیزی سے آنے والی اچانک تبدیلیوں کے کئی پہلو قابل غور ہیں:

تاریخ میں اگر جھانک کر دیکھا جائے تو پتا یہی چلتا ہے کہ امریکہ نے اپنے مفادات کا حصول اس خطے سے وابستہ کر رکھا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں میں منافرت پھیلانے اور فرقہ واریت کا بیج بو کر جو حکمت عملی ترتیب دی تھی، آج اس کے واضح نتائج آنا شروع ہو گئے ہیں۔ اسی طرح ملت کا ناجائز پودا اسرائیل جو اہل فلسطین پر ظلم وستم کی وجہ سے اپنی تاریخ سے نہایت بدترین دور سے گزر رہا ہے۔ اس کی تمنا بھی یہی ہے کہ فی الحال چند سالوں تک عالم اسلام کے خلاف اس کو بہیمانہ وارداتیں اور مجرمانہ اقدامات دنیا کی نظروں میں نہ آسکیں۔ اس کے لئے یہ بات زیادہ مفید اور سود مند ہے کہ ملت اسلام کو آپس میں لڑا کر ان کی وحدت کو پاش پاش کر دیا جائے۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس اور دیگر یورپی ممالک جن کے پاس اسلحہ اور جدید ٹیکنالوجی کے اہم ذرائع وافر پائے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک مسلمانوں میں خون آشام جنگ ان کے لئے زیادہ نفع بخش ثابت ہو سکتی ہے۔

قرآن مجید نے تو اسلام اور ملت اسلام کے خلاف یہود ونصاریٰ کی سازشوں سے آج سے چودہ صدیاں قبل آگاہ فرمادیا تھا کہ: ﴿**ولن ترضی عنک الیھود ولا النصاری حتیٰ تتبع ملتھم قل إن ھدی اللہ ھو الھدی ولئن اتبعت اھواء ھم بعد الذی جاء ک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا نصیر**﴾ (البقرہ:۱۲۰)

''اور یہود تجھ سے ہرگز خوش نہ ہوں گے اور نہ نصاریٰ، یہاں تک کہ تو ان کے دین کی پیروی کرے۔ کہہ دے! بے شک اللہ کی ہدایت ہی اصل ہے اور اگر تو نے اس علم کے بعد جو تیرے پاس آچکا ہے، ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کی طرف سے تیرا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔''

امریکہ کی سرپرستی میں سنیوں کا قتل عام:

عراق میں امریکہ شیعہ حکومت کی مدد اور معاونت میں پیش پیش ہے اور داعش کی سرکوبی کے نام پر وہاں کے سنیوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے۔ شام کا صدر بشار الاسد نے اپنے ملک میں شیعت و ناصبیت کی ترویج کے لیے سنیوں کو باغی اور دہشت گرد قرار دے کر ان کو موت کے منہ میں اتار رہا ہے۔
یمن میں امریکہ نے کئی سال پہلے القاعدہ کے ٹھکانوں کو تباہ کرنے کے بہانے وہاں ہوائی اڈے قائم کیے تھے۔ اب اس نے لڑائی ختم کرنے کا اعلان کر کے وہ اڈے یمن سے باغی حوثیوں کے حوالے کر دیے

ہیں۔

عالمی قوتیں بعض نام نہاد مسلمان گروہوں کی بیساکھیوں پر چل کر اسلام کے خلاف اپنی سازشوں کو بہت تیزی سے آگے لا رہے ہیں، جس کا تازہ ترین ثبوت حوثی قبائل کی حرمین شریفین پر حملے کی دھمکیاں ہیں۔ یمن کا پسماندہ ترین اقلیتی فرقہ ''زیدی'' (جن میں اکثریت حوثی قبائل کے لوگوں کی ہے) اس کے دارالحکومت اور مشہور شہروں پر قبضہ بھی کر چکے ہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ معاملات کس قدر گھمبیر ہو چکے ہیں۔ منافرت اور سیاسی چپقلش آگ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ جسے شاید اب مذاکرات کے ذریعے قابو کرنے کا وقت بھی گزر گیا ہے۔

یمن کی جغرافیائی حدود اور تعارف:

یمن مشرق وسطیٰ کا ایک مسلم ملک ہے۔ اس کے شمال اور مشرق میں عمان اور سعودی عرب ہے جبکہ اس کے جنوب میں بحیرہ عرب اور مغرب میں بحیرہ احمر ہے واقع ہے۔ یمن کا دارالحکومت صنعاء ہے۔ گویا یمن حجاز مقدس کے ساتھ واقع ہے۔ اس کی آبادی دو کروڑ سے زائد ہے۔ شمالی یمن میں اکثریت ''زیدی فرقہ'' سے تعلق رکھنے والوں کی ہے۔ یمن کی آبادی کا 42 فیصد حصہ شیعہ افراد پر مشتمل ہے۔ اس میں سے 30 فی صد شیعہ زیدی 12 فی صد اسماعیلی اور امامی ہیں۔ اس کی 58 فی صد آبادی سنی آبادی شافعی مسلک سے تعلق رکھتی ہے۔ شیعہ آبادی میں سے 50 لاکھ افراد سادات ہیں۔

حوثی قبائل اور ان کا مسلک کیا ہے؟

سوال یہ ہے کہ یمن کے حوثی قبائل کون ہیں؟ اور ان کا مسلک کیا ہے؟ اور ان کے حکومت سے تنازع اور لڑائی کی آخر وجہ کیا ہے؟ ان سب سوالوں کا جواب جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ہمیں حقیقت کا علم ہونا چاہیے۔

تاریخی اعتبار سے حوثی شیعہ مسلک کی ایک شاخ ''زیدی'' سے تعلق رکھتے ہیں۔ دنیا میں یہ تأثر دیا جا رہا ہے کہ یمن میں شیعہ سنی لڑائی ہو رہی ہے۔ جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ حوثی کو معتقد بھی کہا جاتا ہے جو اپنے آپ کو اسلام سے منسوب کرتے ہیں۔ یہ فرقہ صرف یمن میں موجود ہے۔ حوثی یا زیدی چار اماموں کو مانتے ہیں۔ ان کے مذہبی اطوار اور طرز حکمرانی سنی مسلک کے مطابق ہے اور ان کا جھکاؤ امام شافعی سے عقائد کی طرف زیادہ ہے۔ جبکہ اب یہ زیدی یا حوثی اپنے فرقے سے اصول وضوابط سے ہٹ کر غالی عقائد رکھنے والے اہل تشیع ہی کی ایک معاشرتی، سیاسی اور مسلح دینی تحریک بن چکی ہے۔ جس نے اپنا نیا نام ''تحریک انصار اللہ'' متعارف کروایا ہے۔

''تحریک انصار اللہ'' دین وسیاست دونوں میں شیعوں کی جہادی تنظیم حزب اللہ کے نقوش قدم

کی پیروی کرتی ہے۔ان کے تمام تر افکار ونظریات کٹر رافضی شیعوں سے ملتے جلتے ہیں۔

تاریخ دانوں کے مطابق حوثیوں نے سلفی افکار کے خلاف اپنی پوری قوت لگائی اور اپنے مسلک کے فروغ کے لئے اقدامات کیے۔یمنی حکومت کے سابق صدر علی عبداللہ الصالح بھی زیدی شیعہ تھے۔

1992ء میں جوانوں پر یقین کے نام سے حوثی تحریک کا آغاز کیا گیا۔تحریک کے رہنما محمد الحوثی اوران کے بھائی حسین الحوثی تھے۔ماہرین کے مطابق حوثی قبائل نے زیدی مسلک کی بحالی کے لیے کام کیا اور حامیوں کی تعداد بڑھتے بڑھتے لاکھوں تک جا پہنچی۔2003ء میں عراق پر حملے کے بعد حوثی جوانوں نے احتجاجی مظاہرے کیے،گرفتاریاں کی گئیں۔علی عبداللہ الصالح نے حسین الحوثی کو مذاکرات کی دعوت دی۔لیکن حوثی رہنما نے انکار کردیا۔جس کے بعد 18جون 2004ء کو حسین الحوثی کو گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی۔جس پر حوثیوں نے تحریک شروع کردی لیکن 10ستمبر 2004ء کو حسین الحوثی قتل کردیا گیا۔جس پر تحریک نے مزید زور پکڑ لیا۔اور 2010ء تک جاری رہی۔سیز فائر کے بعد 2011ء میں حوثی یمنی انقلاب کا حصہ بنے۔گلف کونسل کی جانب سے کی جانے والی ڈیل کو مسترد کردیا گیا۔جس میں سابق صدر صالح کو معافی دینے اور مخلوط حکومت بنانے کا کہا گیا تھا۔اختلاف بڑھتا گیا اور حوثی قبائل نے یمن کے کئی علاقوں میں عمل داری قائم کرلی۔

موجودہ بغاوت کی حقیقت:

یمن میں موجودہ بغاوت اور شورش کا پس منظر کچھ اس طرح سے ہے کہ یمن کا سابق صدر علی عبداللہ صالح تقریباً 33 برس اقتدار سے چمٹا ہوا تھا اور یمن کے حالات کو خاصا کنٹرول کیا ہوا تھا اور بظاہر اس کے اقتدار کے ختم ہونے کے کوئی اثرات بھی نہ تھے۔فوج اس کے کنٹرول میں تھی۔چار سال قبل بیرونی قوتوں کے اشاروں پر اس کے اقتدار سے نجات حاصل کی گئی اور ایک قومی حکومت قائم کردی گئی۔اس میں تمام پارٹیوں سے مشاورت کی گئی۔سابق صدر علی عبداللہ صالح نے اپنے دور اقتدار میں حوثیوں کو دبائے رکھا اور سر نہ اٹھانے دیا۔لیکن اقتدار سے الگ ہونے کے بعد اس نے حوثی قبائل کو موجودہ عبوری حکومت کے صدر منصور ہادی کے خلاف اکسایا۔یہاں تک کہ انہیں بغاوت پر اتار دیا۔2014ء میں انقلابیوں نے صنعاء کے کچھ حصے پر بھی قبضہ کرلیا۔

چنانچہ 20جنوری 2015ء کو حوثیوں نے یمن کے دارالحکومت صنعاء پر حملہ کرکے صدارتی محل پر قبضہ کرلیا۔صدر منصور ہادی محل چھوڑ کر عدن بیٹھ گئے اور عدن ہی کو عارضی دارالحکومت بنالیا۔حوثیوں نے یمن سے آگے بڑھ کر سعودی سرحد کے اندر اپنے گروہ داخل کرکے ہر سو نار کی پھیلانے کی کوششیں

شروع کردیں۔

ادھر یمن کے بھگوڑے صدر ہادی نے اقوام متحدہ کے ساتھ خلیجی مسالک اور سعودی عرب سے درخواست کی کہ ان کی حکومت کو ناجائز طریقے سے ختم کیا جارہا ہے۔لہذا اخلاقی طور پر وہ ان کی مدد کریں۔ باغیوں سے اقتدار سمیت صدارتی محل اور پورے ملک کو واگزار کرایا جائے۔ ادھر سعودی حکومت نے یمن کے آئینی صدر منصور ہادی کی درخواست پرغور وغوض شروع کیا تو حوثیوں نے حرمین شریفین پر حملے کی دھمکی دے دی۔ بنابریں حرمین پاک پر حملہ کرنے کی ناپاک سازشیں شروع کردی گئیں۔

اصل میں سامراجی قوتیں ان حوثیوں، باغیوں، زیدیوں اور تحریکیوں کے پیچھے کھڑی ہیں۔جو ایک لمبے عرصے سے حرمین شریفین کے گرد اپنا حلقہ اور حصار قائم کرنا چاہتے ہیں۔یہ باطل قوتیں یادرکھیں کہ ایک صحیح العقیدہ مسلمان مکے اور مدینے سے والہانہ دل گداز محبت کرتا ہے۔حرمین شریفین اور مسجد نبویؐ کی پاسبانی کے لئے پوری مسلم دنیا ایک ہے۔

اس میں شک نہیں کہ عالمی طاقتیں سعودی عرب میں بالخصوص سیاسی، دینی، نسلی اور فرقہ واریت جیسے عنوانات کے تحت انتشار وخلفشار پھیلانے کے لئے طویل المدت پلاننگ میں مصروف عمل ہے۔یہ محض ایک اندازہ یا مفروضہ نہیں بلکہ یمن کے موجودہ کرب ناک حالات، دلدوز واقعات اس حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کررہے ہیں۔عالم اسلام کو اقتصادی سیاسی، معاشی اور اخلاقی طور پر لاچار کرنا کفر کی دیرینہ خواہش ہے۔ جسے روبہ عمل لانے کے لئے پتا نہیں اسے کیا کیا جتن کرنے پڑرہے ہیں۔۔۔!

مکہ مکرمہ اور عظمت حرمین شریفین قرآن وحدیث کے آئینے میں!

اب حرمین شریفین کا تحفظ کرنا صرف سعودیہ پر ہی نہیں تمام اہل اسلام کا یہ فریضہ ہے۔کیونکہ روئے زمین پر شہر مکہ سب سے پہلے آباد ہونے والا ہے۔اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں اس کی قدامت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿إن أول بيت وضع للناس للذى ببكة مبار كا وهدى للعالمين﴾ (آل عمران:٩٦)

”انسانوں کے لیے جو گھر سب سے پہلے بنایا گیا وہ جو مکہ میں ہے، جو سب جہان والوں کے لئے برکت اور ہدایت کا باعث ہے۔“

یعنی اس کائنات عالم میں سب سے پہلی عبادت گاہ مکہ مکرمہ میں بنائی گئی جو بیت العتیق، بیت اللہ، الکعبۃ اور المسجد الحرام سے ناموں سے معروف ہے۔رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بھی ہے۔

جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

سالت رسول اللہ ﷺ عن اول مسجد وضع فی الارض قال "المسجد الحرام" (صحیح مسلم)

''میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ: زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی، تو آپ ؐ نے فرمایا: مسجد حرام

یہی وجہ ہے کہ مکہ مکرمہ کو 'اُم القرٰی'، یعنی تمام علاقوں کی ماں کہا گیا۔ سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿**و ھذا کتاب انزلناہ مبارک مصدق الذی بین یدیہ ولتنذر ام القریٰ و من حولھا**﴾ (الانعام:۹۲)

''یہ مبارک کتاب ہم نے نازل کی، تا کہ آپ اس کے ذریعے ام القرٰی اور اس کے اردگرد رہنے والوں کو ڈرائیں۔''

یعنی شہر مکہ تمام خطوں، علاقوں کے لئے اساس (بنیاد) کی حیثیت سے جداگانہ مقام رکھتا ہے۔ اس کی قدامت پر سابقہ آسمانی کتب اور صحیفوں میں بھی کافی ثبوت موجود ہیں۔ آج جس شہر پر یمن کے حوثی حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن مجید اس کی عظمت کو بیان کرتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے تین مرتبہ اس شہر کی قسم کھائی، جیسا کہ سورۃ والتین میں آتا ہے:

﴿**والتین والزیتون وطور سینین و ھذا البلد الامین**﴾ (والتین:۱تا۳)

''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور اس امن والے شہر کی۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿**لا أقسم بھذا البلد**﴾ (البلد:۱)

''میں اس شہر کی قسم اٹھاتا ہوں۔''

بیت المقدس مسلمانوں کا پہلا قبلہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی دلی خواہش یہی تھی کہ ''کعبۃ اللہ'' مسلمانوں کا قبلہ بن جائے۔ آپ ﷺ کی اس خواہش کا ذکر سورہ البقرہ کی آیت نمبر ۱۴۴ میں یوں ہوتا ہے:

﴿**قد نری تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضھا فول وجھک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ و ان الذین اوتو الکتب لیعلمون انہ الحق من ربھم و ما اللہ بغافل عما یعملون**﴾ (البقرۃ:۱۴۴)

''ہم آپ ﷺ کے چہرے کو بار بار آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ اب آپ کو ہم اس قبلہ کی طرف متوجہ کریں گے، جس سے آپؐ خوش ہو جائیں آپؐ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں آپؐ جہاں کہیں ہوں اپنا منہ اسی کی طرف پھیرا کریں۔ اہل کتاب کو اس بات کے اللہ کی طرف سے برحق ہونے کا قطعی علم ہے اور اللہ تعالیٰ ان اعمال سے غافل نہیں جو یہ کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی خواہش کو پورا فرما دیا اور مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ ہی کو بنا دیا تھا۔

مکہ مکرمہ کو کھلا شہر قرار دینے کا مطالبہ کرنے والے منافقین مکہ شریف کے تقدس اور عظمت کے صاف منکر ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ مکہ مکرمہ حرمت والا شہر ہے اس کو امن کا گہوارہ بنانے اور برکت کی آماجگاہ بنانے کی دعا جناب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی۔

﴿إذ قال إبراهيم رب اجعل هذا بلداً امنا وارزق اهله من الثمرات من امن منهم بالله واليوم الاخر﴾ (البقرۃ:۱۲۶)

''یاد کرو جب ابراہیمؑ نے کہا: اے میرے پروردگار! اس شہر کو امن والا بنا دے اور اس کو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے باشندوں کو پھلوں سے رزق عطا فرما۔''

﴿أولم نمكن لهم حرما امناً يجبى اليه ثمرات كل شيء رزقاً من لدنا﴾ (القصص : ۵۷)

''کیا ہم نے انہیں امن والا حرم عطا نہیں کیا، جس کی طرف ہر طرح کے پھل لائے جاتے ہیں۔ یہ رزق ہم نے دیا۔''

﴿أولم يروأنا جعلنا حرما امنا ويتخطف الناس من حولهم﴾ (العنکبوت:۶۷)

''کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن والا بنا دیا۔ جب کہ ان کے اردگرد سے لوگ لوٹ لئے جاتے۔''

سورۃ آل عمران کی آیت ۹۷ میں اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

﴿ومن دخله كان امنا﴾ (آل عمران:۹۷)

''اس میں جو بھی داخل ہوا وہ امان میں آ گیا۔''

کفار مکہ نے جب آپ ﷺ کو مکہ کی سرزمین سے ہجرت پر مجبور کر دیا تو اس وقت آپ ﷺ کی زبان اقدس پر یہ الفاظ جاری تھے:

''والله إنك لخير أرض الله وأحب أرض الله إلى والله لولا أني خرجت منك ما خرجت''

''اللہ کی قسم! تو زمین کا سب سے بہتر حصہ ہے اور اللہ کی سب سے پسندیدہ ہے۔ اگر مجھے یہاں سے نکالا نہ جاتا تو میں نہ نکلتا۔'' (سنن ترمذی، المناقب، فضل مکہ، رقم: ۳۸۶۰۔ الصحیحۃ۔ تحت رقم: ۲۸۵۷)

یہ حدیث مبارکہ بھی مکہ کی افضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ ترمذی کی ایک اور روایت میں آپؐ نے مکہ مکرمہ سے اپنی محبت اور دلی وابستگی ان الفاظ میں ظاہر فرمائی:

''ما أطیبک من بلد واحبک إلی ولو لا أن قومی اخرجونی منک ما سکنت غیرک''

''تو کس قدر عمدہ شہر اور مجھے کس قدر محبوب ہے، اگر تیرے باشندے مجھے تجھ سے نہ نکالتے (تو) میں تیرے علاوہ اور کہیں نہ رہتا۔'' (سنن ترمذی، رقم: ۳۸۶۱)

مکہ مکرمہ بے شمار مقدسات کا شہر ہے۔ قرآن مجید میں تقریباً ۵۰ بار اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں سینکڑوں انبیاء ورسل، صحابہ کرام، اولیاء اللہ اور شہداءِ اسلام دفن ہیں۔ یہیں مقام ابراہیم، چاہ زمزم، صفاء مروہ، جنت کا پتھر حجر اسود اور قبلۃ المسلمین ہے۔ یہ شہر مہبط وحی بنا۔ اللہ نے اسی مبارک شہر کو مناسک حج کے منتخب فرمایا۔ اس شہر میں کانا دجال داخل نہ ہو گا۔ مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنے کا اجر وثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ اللہ نے ازل سے اس کی حرمت اور تقدس کو قائم فرما دیا۔

قرآن مجید کے حوالے سے آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿إنما امرت ان اعبد رب هذا البلدة الذی حرمها﴾ (النمل: ۹۱)

''مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی بندگی کروں، جسے اس نے حرمت والا قرار دیا ہے۔''

حرمین شریفین اور سرزمین مکہ کی اختصار کے ساتھ فضیلت و تاریخی حیثیت بیان کرنے کے بعد ہم دوبارہ لوٹتے ہیں باغی حوثیوں کے ناکام عزائم کی طرف۔

عالمی مبصرین کے مطابق ان حوثیوں کو امریکہ کی طرف سے خفیہ اسلحہ دیا جا رہا ہے تاکہ اسے سرزمین مکہ کے خلاف استعمال کیا جا سکے۔ گویا کہ ان مسلم ممالک کی دوران جنگ کا اصل ماسٹر مائنڈ امریکہ ہی ہے۔ ایک طرف امریکہ سعودیہ کا حمایتی نظر آتا ہے لیکن دوسری طرف انتہائی رازدرانہ طریقے سے یمن کے باغیوں کو حرمین اور سرزمین مکہ پر حملے کے لئے اکسا رہا ہے۔

خانہ کعبہ پر حملے کرنے والا ابرہہ الاشرم کا انجام:

خانہ کعبہ کی حفاظت کیلئے امت مسلمہ بیدار ہو۔ اس سے قبل کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو مزید کسی گہری آزمائش میں ڈال دے۔ یاد رکھیں! اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی خود بھی حفاظت کرنے والا ہے۔ یمن کے حوثیوں نے جب بھی حرمین کی طرف میلی نظر اٹھائی۔ تباہی ان کا مقدر رہی۔ خانہ کعبہ کے ساتھ یمن کے حوثیوں کی ایک تاریخی حیثیت چلی آرہی ہے، یمن کی تاریخ پڑھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے کم و بیش ۴۰ دن پہلے یمن کا رہائشی ابرہہ الاشرم نامی بدطینت شخص خانہ کعبہ کو گرانے کی غرض سے ہاتھیوں کا بہت بڑا لشکر لے کر نکلا اور مکہ مکرمہ سے کچھ دور اپنا پڑاؤ ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب کے اونٹ مکہ سے باہر چرنے کے لئے نکلے۔ ابرہہ کو جب معلوم ہوا تو اس نے شر پسندی کی نیت سے اونٹ پکڑ لیے۔ چنانچہ اپنے اونٹوں کی بازیابی کے لئے جناب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس گئے۔ ابرہہ نے ان کا مطالبہ سن کر کہا: میں تو تمہیں نہایت زیرک اور سمجھدار شخص سمجھ رہا تھا اور میرا غالب گمان یہ تھا کہ تم مجھ سے خانہ کعبہ کو بچانے کے لئے مذاکرات کرو گے۔ مگر تمہیں تو اپنے اونٹوں کی فکر پڑی ہوئی ہے۔ جناب عبدالمطلب نے ابرہہ کے سامنے ایک تاریخی جملہ کہا، جو عبدالمطلب پر یقین کا آئینہ دار تھا۔ اس نے کہا:

''اونٹ میرے ہیں، اس کا مالک میں ہوں، اس لئے تم سے لینے آیا ہوں'' کعبۃ اللہ، اللہ کا گھر ہے، وہی اس کا مالک ہے، وہ اپنے گھر کی حفاظت خود کرے گا۔''

پھر ابرہہ الاشرم کا جو حشر ہوا۔ اس کو قرآن نے سورۃ الفیل میں یوں بیان کیا:

﴿ألم تر كيف فعل ربك بأصحاب الفيل ٥ الم جعل كيدهم فى تضليل ٥ و أرسل عليهم طيراً ابابيل. ترميهم بحجارة من سجيل ٥ فجعلهم كعصف مأ كول﴾ (الفیل: ۱تا۵)

''کیا آپ ؐ کو معلوم نہیں کہ آپ ؐ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا۔ کیا ان کی تدبیر کو سرتاپا غلط نہیں کر دیا اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے، جو ان لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے، سو اللہ تعالیٰ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح (پامال) کر دیا۔''

تاریخ میں آتا ہے کہ جب ابرہہ حرمین شریفین پر حملہ کرنے کے لئے ہاتھیوں کے لشکر کو لے کر آگے بڑھ رہا تھا تو اس دوران جناب عبدالمطلب اور دیگر اہل مکہ اللہ کے گھر کی حفاظت کے لئے پہاڑوں پر چڑھ کر دعائیہ اشعار پڑھنے لگے، الفاظ یہ تھے:

لا هـــم إن الـــعـــبـــد يـــمـــنـــع

رحــلة فــــامـــنــع رحـــــالك
لا يــــغـــــلبــــن صــــليبهــــم
و مــحـــــالهــم غــدوا مــحـــالك
ان كـــــنـــــت تـــــاركهــــم و
قبــلتــــنـــا فــأمــر مـــابــدالك

حوثیوں نے شروع ہی سے حرمین شریفین سے دشمنی رکھی ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ کا ایک دردناک باب ۳۱۷ھ میں حوثیوں کے آباؤ اجداد نے مکہ پر حملہ کیا، جس سے ۱۷۰۰ حجاج کرام نے جام شہادت نوش کیا۔ ان کی دردیدہ دھنی دیکھیئے کہ حجراسود کو اس کے مقام سے اکھیڑ کر بحرین لے گئے اور کئی عرصہ تک وہ حجراسود کو اپنے قبضہ میں لے بیٹھے رہے۔ آخر ۳۳۹ھ میں اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد سے اسے واپس اپنے اصلی مقام پر لا رکھا گیا۔

دین کی شعار اسلام کی توہین کرنے والا باغی ہوتا ہے۔ ایسے فتنہ پرور کا سر کچلنا حکومت وقت کی ذمہ داری ہے۔ اور یہ باغی چاہے عربی ہو یا عجمی شیعہ ہو یا سنی۔

سعودیہ نے جب دیکھا کہ حرمین پر حملے کرنے والے درپردہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو رہے ہیں تو اس نے ۲۶ مارچ (۲۰۱۴ء) سے باغیوں کی سرکوبی کے لئے فضائی حملوں کا آغاز کر دیا۔ پاکستان، مصر، سوڈان، کویت، قطر، متحدہ عرب امارات، مراکش، اردن، بحرین کے علاوہ ترکی نے بھی کھل کر سعودیہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

یمنی سرحد پر اس وقت سعودی عرب کے ۱۰۰، قطر کے ۱۰ فائٹر جیٹ، بحرین کے ۱۲، متحدہ عرب امارات کے ۳۰ اور کویت کے ۱۵ جیٹ طیارے دین دشمن باغیوں کے خلاف جنگ میں شامل ہو چکے ہیں۔ اسی طرح سعودی عرب نے اپنی ایک لاکھ ۵۰ ہزار اسلحہ و دیگر جنگی ساز و سامان سے لیس فوج بھی یمنی سرحد پر اتار دی ہے۔

بظاہر امریکی اس کاروائی کے حق میں ہے اور برطانیہ بھی اس کی حمایت کے اشارے دے رہا ہے۔

حوثی باغیوں کا قرآنی علاج:

قرآن بھی ان باغیوں کا یہی علاج بتاتا ہے: ارشاد ہوتا ہے:

(۱) ﴿وان نکثوا أیمانهم من بعد عهدهم و طعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمة الکفر انهم لا ایمان لهم لعلهم ینتهون﴾ (التوبة: ۱۲)

''اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر طعن کرنے لگیں تو (ان) کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ عجب نہیں کہ (اپنی حرکتوں سے) باز آجائیں۔''

(۲) ﴿بل نقذف بالحق على الباطل فيدمغه فاذا هو زاهق ولكم الويل مما تصفون﴾ (الانبیاء:۱۸)

''بلکہ ہم حق کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور باطل اسی وقت نابود ہو جاتا ہے اور جو باتیں تم بناتے ہو، ان سے تمہاری خرابی ہے۔''

حرمین کے تقدس اور حرمت کی خاطر ریاض میں عرب ممالک کا ایک مشترکہ اجلاس ہوا جس میں خلیج کے تمام ممالک نے ''عرب اتحاد'' کے نام سے ایک دفاعی فورم قائم کیا ہے۔ جس کی رو سے کسی بھی ملک پر حملہ اپنے آپ پر خیال کرتے ہوئے مشترکہ افواج کے ذریعے دفاع کیا جائے گا۔ فی الحال اس مقصد کی خاطر ۴۰ ہزار پر مشتمل عرب فوج کا اعلان کر دیا گیا۔

تازہ ترین اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ باغی دستے سعودی حدود میں داخل ہونے کے لیے مسلسل پیش قدمی کر رہے ہیں۔ جس سے حالات مزید ناگفتہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ انٹرنیشنل میڈیا کے مطابق سعودی سرحدوں پر بھی لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ عرب اتحاد کی فوجی کاروائی اور سعودی فضائی حملوں سے باغی حوثیوں کا نقصان شمار سے باہر ہے۔ اس مقابلہ میں دس سعودی فوجی زخمی اور ایک کمانڈر شہید ہوئے ہیں۔

یمن کے حوثی قبائل عرب اتحاد فوج کا مقابلہ کرنے اور کسی بھی قسم کی پیش رفت کرنے کے قابل بالکل نہیں تھے لیکن ان کی پشت پر سامراجی قوتیں ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر خود ایران ان کا بڑا مدد گار و معاون ہے۔

کیا یہ فرقہ واریت کو سپورٹ نہیں ہے؟؟

یمن میں سعودی مداخلت پر شور برپا کیا جا رہا ہے اور سوالات اٹھائے جا رہے ہیں شام میں سنیوں کے خلاف بشار الاسد کے ظالمانہ اقدامات کو کس قانون کے تحت ایران نے درست قرار دیا۔ کیا یہ فرقہ واریت کو سپورٹ نہیں ہے؟ اگر اس وقت یہ بات نہیں کی گئی تو اب کہنے کو کیا تک بنتی ہے؟

ایرانی پاسداران انقلاب اور حزب اللہ نے شام میں براہ راست مداخلت کی اور سنیوں کے خلاف قتل کے فتوے جاری کیے اور کشت وخون کو جہاد کے نام سے سند جواز فراہم کیا۔ عراق میں داعش کے خلاف کاروائیوں میں ایران کے فتوؤں کو سند بنایا جا سکتا ہے تو یمن میں سعودی ایکشن پر تلملاتے کا

آخر کیا مطلب ہے؟ جس قانون اور ضابطے کے تحت ایران نے عراق اور شام کے سیاسی معاملات پر کاروائی کی تو اسی آرٹیکل اور قانون کے تحت اگر سعودی عرب نے قدم اٹھایا تو کوئی مسئلہ کیسے بن گیا؟؟

صیہونیت کی گود میں پلنے والے دانشور آج منہ پھاڑ کر اتحاد کا درس دے رہے ہیں۔ یہ دانشور کیا اس وقت اپنے نانا جان کے گھر سو رہے تھے، جب شام میں دو لاکھ انسانوں کو قتل کر دیا گیا۔ اتحاد کا درس دینے والے ایران کو نصیحت کیوں نہیں کرتے کہ وہ اپنی حدود سے تجاوز نہ کرے اور مشرق وسطی کے معاملات میں خود کو زبردستی لے آ کر اس کا چیمپئن بننے کی کوشش نہ کرے۔ کیونکہ اس کے کردار سے امت مسلمہ کا باہمی اتحاد و اتفاق پارہ پارہ ہو رہا ہے۔

ظلمت خیال دانشوروں سے ایک سوال:

کچھ ظلمت خیال دانشور کہتے ہیں کہ سعودی حکومت کو حوثیوں کی سرکوبی میں ابھی آگے نہیں جانا چاہیے تھا۔ ان کے خیال میں باغیوں نے ابھی کون سا حملہ کیا تھا۔ ہم ان دین فروش اور ملت فروش دانشور سے پوچھتے ہیں:

"کیا دشمن کا اس وقت تک انتظار کیا جاتا ہے جب تک وہ شہر کی فصیل پر کمندیں ڈال کر اور دروازہ توڑ کے اندر داخل نہ ہو جائے۔"

یہ اصل میں منہ کے میٹھے اور اندر کے منافق لوگ ہیں۔ جب عراق اور شام کو خون میں نہلایا جا رہا تھا تو اس وقت انہوں نے اتحاد کا شور برپا کیوں نہ کیا۔ اگر وہاں شیعہ سنی لڑائی پیدا نہیں ہوئی تو یہاں ہمیں اس خطرے سے کیوں آگاہ کیا جا رہا ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو جائیں گے، ملکی سرحدوں کا استحکام ناممکن ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

ایران مشرق وسطی کا چیمپین بننا چاہتا ہے:

اس کا صاف جواب تو یہ ہے کہ ایران کو مشرق وسطی میں کھلی چھوٹ دی جائے، اسے یمن بحرین، یا پاکستان اور سعودیہ وغیرہ میں دخل اندازی کا حق حاصل رہے۔

مسلم ممالک میں جب بھی فسادات ابھرے، اس کے پیچھے ایران نکلا۔ اب بھی ایران نہیں مان رہا کہ حوثیوں اور سعودیہ کے مابین جنگ میں اس کا ہاتھ ہے۔ جب کہ اس کا منافرت آمیز کردار کسی سے ڈھکا چھپا ہے ہی نہیں۔ حکمت اور اعتدال کا سبق دینے والے کچھ خوش فہم طبقات یہ کہہ رہے ہیں کہ ایران کی پشت پر بھی امریکہ ہے اور سعودیہ بھی امریکہ کے اشارے پر چل رہا ہے۔ جذبات سے لبریز یہ جملے ویسے تو خوشنما ہیں لیکن ہیں مکمل طور پر حقیقت سے خالی۔ کیونکہ سعودیہ نے حوثیوں کے ٹھکانوں کو نشانہ بنایا ہے تو امریکہ کو اعتماد میں لیا اور نہ اس سے کوئی مدد مانگی۔ جبکہ دوسری طرف ایران کو شام، عراق،

افغانستان میں راہ دینے والا صرف امریکہ ہے۔

ایران اور امریکہ دوسرے کے مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔ اگر امریکہ ایران کے خلاف ہوتا تو قطعاً وہ عراق اور شام کو اہل تشیع مذہب کے پیروکاروں کے حوالے کبھی نہ کرتا۔ یہ کیسا عجیب اتفاق ہے کہ امریکہ نے مشرق وسطی میں جن مسلم ممالک کو اپنی چیرہ دستیوں کا شکار کیا تو وہاں حملہ کے بعد ایران نواز لوگوں کو ہی اقتدار کا حق دار ٹھہرایا۔ اس سے امریکہ اور ایران دونوں کی دوغلہ پالیسی واضح ہوتی ہے۔

ایران کے منافرت آمیز کردار کی تاریخ:

حوثیوں کا سرپرست ایران ہے، جس کا اہم ثبوت یمن میں جاری آپریشن ''فیصلہ کن طوفان'' سے شروع ہونے کے دوسرے روز ایران اور امریکہ کا ایٹمی معاہدہ پر متفق ہو جانا ہے۔ جہاں تک سعودیہ کا معاملہ ہے۔ یہاں اہل حدیث اہل سنت کی اکثریت ہے جن کا عقیدہ توحید ہی ان کے امن کی ضمانت بنا ہوا ہے۔ صیہونیوں کو سعودیہ کا امن ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ وہ اس مقدس اور امن کے مرکز کو تہہ و بالا کرنے کیلئے ہر سازش اور ہر حربہ استعمال کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔

باخبر ذرائع کے مطابق انہوں نے منصوبے کا خاکہ کچھ اس طرح سے ترتیب دیا ہے کہ خلیج عرب اور سعودی عرب میں ایران نواز مذہبی حکومت کا قائم کر دیا جائے۔ اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایران کے مجتہدین نے یہ اعلان کیا کہ:

''عراق، شام اور لبنان میں ہمارا کنٹرول ہے۔ اور اب یمن میں بھی ہم پہنچ چکے ہیں، اس کے بعد حرمین شریفین مین بھی ہماری حکومت ہوگی، ہمارا کنٹرول ہوگا۔''

چنانچہ ایران نواز گروپ نے اپنے پالیسی سازوں کی ہم نوائی میں سعودی عرب کے مشرقی خطوں دمام، جبیل اور شرقیہ میں نہایت وسیع پیمانے پر جائیدادیں خریدنا شروع کر دیں ہیں۔ سعودیہ میں مشرقی علاقوں کی اہمیت بڑھ جاتی ہے کیونکہ ان علاقوں میں تیل کے کنوئیں ہیں۔ علاوہ ازیں سعودیہ کا دوسرا اہم ترین خطہ مدینہ منورہ کا ہے۔ یہاں بھی ایرانی باشندوں نے اپنی تعداد میں کافی اضافہ کرلیا ہے۔ مدینہ منورہ دینی اعتبار سے عالم اسلام کے لئے قلب کا مقام رکھتا ہے۔ اس لئے عالمی استعمار نے اپنے سازشی کارندوں کے ذریعے ان دو اہم مقامات کو منتخب کر کے جامع پلاننگ کے ساتھ اپنی دسیسہ کاریاں بڑھا رہے ہیں۔ اس لئے سعودی عرب میں یمن کے حوثیوں کی اس بغاوت میں ایران کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اندازہ کریں کہ حج امت مسلمہ کا عظیم بابرکت اجتماع ہے اور مکہ مکرمہ تمام مسلمانوں کا روحانی مرکز ہے۔ اس کے امن کو سبوتاژ کرنے کے لئے ایران نے متعدد بار کوشش کر چکا ہے۔ یہاں اس کو کچھ مثالیں دینا عبث نہ ہوگا۔

(۱) ۱۴۰۷ھ میں حج کے موقع پر سب سے بڑی شر انگیزی پھیلائی گئی۔

(۲) اسی طرح ۱۴۰۹ ہجری میں حج کے حلقوں میں ایران نواز شر پسندوں نے مکہ مکرمہ میں مظاہرے کیے، جس میں اسلحہ لہرایا گیا اور دھماکے کیے گئے۔

(۳) ۱۴۱۰ ہجری میں مشرقی ریجن اور المعیصم سرنگ میں تباہی پھیلائی گئی۔

(۴) ۱۴۱۳ ہجری میں مدینہ منورہ میں ایران نواز لوگوں نے مختلف مظاہرے کیے۔ اسی طرح مدینہ منورہ کے جنت البقیع میں ایرانی حاجیوں اور مقامی شیعہ لوگوں نے حرمین کے خلاف جو مشترکہ کاروائی عمل میں لائے اس سے بیت اللہ کو بے حرمتی کا واقعہ پیش آیا۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے حرمت مکہ کا خیال رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ احکام حج بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج کی آیت ۳۰ میں ارشاد فرمایا:

﴿ذلک و من یعظم حرمات اللہ فھو خیر لہ عند ربہ﴾ (الحج:۳۰)

"جو بھی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کریگا تو یہ اس کے رب کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے۔"

ابن ماجہ کی ایک روایت میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ملتا ہے:

"لا تزال ھذہ الأ مۃ بخیر ما عظموا ھذہ الحرمۃ حق تعظیمھا"

"یہ امت اس وقت تک خیریت سے رہے گی، جب تک اس حرمت کی کما حقہ تعظیم کریگی (سنن ابن ماجہ: المناسک، فضل مکہ، رقم: ۳۱۰۹)

مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرنے کا وبال:

ان سب واقعات اور حقائق سے ایران کی عالم اسلام کے مرکز مکہ مکرمہ اور قلب مدینہ منورہ کے خلاف تمام سازشیں پردہ الٹ رہی ہیں ان سب حقائق کے ثبوت ہو جانے کے باوجود سعودی عرب نے حج کے لئے آنے والے ایرانی زائرین پر کبھی کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ ایران کو مکہ کی بے حرمتی کرنے کا وبال یاد رکھنا چاہیے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿یاأیھا الذین امنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشھر الحرام ولا الھدی ولا القلا ئد و لا آمین البیت الحرام یبتغون فضلاً من ربھم ورضو انا واذا حللتم فاصطادوا ولا یجرمنکم شنان قوم ان صدو کم عن المسجد الحرام أن تعتدوا وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الا ثم والعدوان واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب﴾ (المائدہ: ۲)

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے شعائر کی بے حرمتی نہ کرو، نہ ادب والے مہینوں کی نہ حرم میں

قربان ہونے والے اور پٹے پہنائے گئے جانوروں کی جو کعبہ کو جا رہے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو بیت اللہ کے قصد سے اپنے رب تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا کی نیت سے جا رہے ہوں۔ ہاں جب تم احرام اتار ڈالو تو شکار کر سکتے ہو۔ جن لوگوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا ان کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ حد سے گزر جاؤ۔ نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے رہو اور گناہ ظلم زیادتی میں مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔''

ایک اور مقام پر تو واضح ارشاد فرمایا کہ:

﴿ومن یرد فیه بالحاد بظلم نذقه من عذاب ألیم﴾ (الحج:۲۵)

''جو بھی وہاں ظلم کے ساتھ الحاد کا ارادہ کرے گا، ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔''

اصل حقیقت یہ ہے کہ ایران کے بجٹ کا ۳۰ فیصد ایران کی تعمیر و ترقی اور اس کے انفراسٹرکچر پر خرچ ہوتا ہے ۷۰ فی صد سرمایہ ایرانی انقلاب کے پھیلاؤ اور ایکسپورٹ کیلئے مخصوص کیا جاتا ہے۔

حرمین اور خطہ پاک مکہ مکرمہ سے ایران کی ازلی مخالفت:

یمن کے حوثیوں کی طرح ایران بھی حرمین شریفین اور اس پاک خطہ سے شروع ہی سے بغض و عناد رکھتا ہے۔ تاریخ اسلام کی دبنگ ہستی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سلطنت فارس کو فتح کر کے شرک کی قوتوں کے پرخچے اڑا دیے۔ ایران کو فتح کر لیا۔ لیکن ایران کو اپنی یہ شکست برداشت نہ ہوئی۔ اس نے بدلہ لینے کے لئے کئی طرح کے جال بُنے۔ سازشیں کیں۔ بظاہر تو کچھ مسلمان ہو گئے، مگر اندر سے منافقت جوش مار رہی تھی۔ ان کی دسیسہ کاریوں کا پہلا شکار امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ جنہیں ایک ایرانی نژاد مجوسی ابولؤلؤ فیروز نے خنجروں سے حملہ کر کے شہید کر دیا۔ آپؓ کی شہادت کے بعد سیاسی اور سازشی ٹولہ کو مزید شہہ مل گئی اور وہ مزید متحرک ہو گئے۔ حتی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دلخراش واقعہ پیش آیا۔ پھر اسی ٹولہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اپنا وار کیا۔ ملت اسلام کی نیک اور ممتاز ترین ہستیوں کو ہم سے جدا کر دیا تھا۔ پھر اسی سازشی ٹولے کی مکروہ چالوں سے سانحہء کربلا جیسا عظیم اور دلگداز سانحہ پیش آیا۔ یہ تاریخ کی وہ باتیں ہیں۔ جن کو آج کا کوئی مورخ جھٹلا نہیں سکتا۔ تمام حقائق ریکارڈ پر ہیں۔ یہ حقیقت افروز معلومات مسلکی اختلافات یا جذباتیت کی بنا پر نہیں لکھی جا رہی ہیں۔ بلکہ اگر ان تاریخی حقائق کو ایک طرف رکھ کر ایران کے کردار کو ٹٹولہ جائے، تب بھی یہ ہر جگہ اور ہر مقام پر مشکوک نظر آئے گا۔

کیا اس حقیقت سے آنکھیں موندی جا سکتی ہیں کہ عراق کے معاملے پر ''مرگ بر امریکا'' کا نعرہ بلند کرنے والے ایران کا قبضہ امریکہ نے نہیں دلایا؟

ایران کو اسرائیل اور امریکہ کا دشمن کہنا محض خوش فہمی ہے:

عالم کفر ہمیشہ طویل ترین پالیسی بناتا ہے اور پھر اس پالیسی کو مقبول کرنے کے لئے مسلم حکمرانوں پر ڈورے ڈالتا ہے۔ چنانچہ بروقت حقائق کا ادراک نہ کرنے سے خطیر نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ عام طور پر یہ باور کرایا جاتا ہے کہ ''ایران، اسرائیل کا دشمن ہے'' جبکہ پاکستان اسرائیل کو کانٹے کی طرح چھبتا ہے۔ وہ پاکستان کو اپنا سب سے بڑا دشمن قرار دیتا ہے۔ اور پاکستان کو سعودیہ عرب اور دیگر عرب ریاستوں سے دور کرنے کے لئے ایران کو استعمال کر رہا ہے۔ اس تلخ حقیقت کا انکشاف کویت کے ایک اخبار ''الرائے'' نے اپنی ایک رپورٹ میں کیا ہے:

''امریکہ کے ایک سابق سفیر فرڈ ہود، جو امریکی دفتر خارجہ میں شام کے متعلق امور کے نگران بھی رہ چکے ہیں، کا کہنا ہے کہ انہوں نے ایرانی عہدیداروں کو قریب سے دیکھا ہے اور ان سے کئی مشترکہ اجلاس بھی ہوئے ہیں۔ ایرانی حکام اسرائیل کی بجائے سعودیہ کو اپنا دشمن اول خیال کرتے ہیں۔''

اس لیے یہ کہنا کہ ایران اسرائیل اور امریکہ کا دشمن ہے، محض خوش فہمی ہے۔ ایران نے عرب دنیا میں مقبول ہونے کے لیے یہ نعرے لگائے تھے۔ عام طور پر یہ بات بھی کہی اور سنی جاتی ہے کہ امریکہ ہمیں خانہ جنگی میں مبتلا کر کے اسرائیل کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ میرا ایک سوال ہے کہ آج تک سوائے بڑھک بازی کے، ایران نے اسرائیل سے کبھی کوئی جنگ کی؟؟

1943ء اور 1948ء اور 1957ء، 1956ء میں اسرائیل کے خلاف جتنی بھی سرکوبی کی گئی وہ سب عربوں نے کی۔ ایران نے سرے سے کوئی جنگ ہی نہیں کی۔ ایران اسرائیل کو اپنے مفادات کے خلاف کوئی خطرہ نہیں سمجھتا۔ ورنہ وہ کبھی عرب دنیا کیلئے مسائل پیدا نہ کرتا۔ اسی طرح آج ایران حرمین پر حملہ کے لیے حوثیوں کو اسلحہ، مال اور پیسہ افرادی قوت سب کچھ مہیا کر رہا ہے۔ اگر اسے حرمین سے محبت ہوتی تو وہ سعودیہ کی حمایت میں کھل کر سامنے آتا۔ سعودی عرب نے یمن کے خلاف جس کاروائی کا آغاز کیا ہے وہ صرف حرمین کے دفاع میں ہے۔ اس کا اہل تشیع کے مذہب وملت کے خلاف کاروائی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جبکہ ایران پینترا بدل بدل کر اسے فرقہ وارانہ رنگ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔

عرب وعجم کی کشمکش ہماری تاریخ کا بدقسمت باب ہے:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سعودی عرب عالم اسلام کیلئے دل کی حیثیت رکھتا ہے، اسے کوئی خطرہ ہو تو یہ خطرہ سارے عالم اسلام کیلئے ہے۔ اور سبھی اسلامی ممالک سمیت ہمیں بھی اس کا دفاع کرنا چاہیے۔ سعودی عرب کو خطرہ کہاں سے لاحق ہوسکتا ہے؟ ایک تو اسرائیل براہ راست جارحیت کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ وہ گریٹر اسرائیل کے نقشے لیکر صدیوں سے اس لمحے کا انتظار کر رہا ہے جب اللہ نخواستہ وہ مکہ مکرمہ اور

مدینہ منورہ کو اپنی ناپاک ریاست میں شامل کرنے کیلئے چڑھ دوڑے۔

دوسرا خطرہ ایران کی طرف سے بھی درپیش ہے۔ جس کے ساتھ سعودی عرب کے فکری و اعتقادی اختلافات ہیں۔ ایران اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کے لئے سعودی عرب پر اپنے دوست ممالک (امریکہ و اسرائیل) کی مدد سے حملہ کرنے کی کوشش میں ہے۔ لیکن خطے کے جغرافیائی سرحدیں ان کے ارادوں کی تکمیل میں بڑی رکاوٹ ہیں۔

عرب و عجم کی کشمکش ہماری تاریخ کا ایک بدقسمت باب ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ عالم اسلام کی سیاسی اور عسکری قیادت تا حال مسلم امہ کو درپیش اس خوف ناک چیلنج کا مقابلہ کرنے سے قاصر اور مفلوج دکھائی دے رہی ہے۔ یہ صورت حال اسلامی دنیا کے حکمرانوں اور تمام بااثر طبقات کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔

حرمین کی محبت میں امت مسلمہ سعودی عرب کی پشت پر جمع ہو جائے:

سعودی عرب اور سعودی حکومت کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ سعودی شاہی خاندان جسے خادم الحرمین شریفین کا اعزاز بھی حاصل ہے، نے ہر آڑے وقت میں امت مسلمہ کا ساتھ دیا۔ اب وہ حرمین کے تحفظ کیلئے ہماری طرف دیکھ رہے ہیں تو مدد سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں حرمین مسلمانوں کی عقیدت اور عقیدے کے محور و مرکز ہیں۔ اس کا تحفظ ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ حرمین کی محبت میں امت مسلمہ سعودی حکومت کی پشت پر جمع ہو جائیں۔ ایران کے سپریم کمانڈر آیت اللہ خامنہ ای کے خصوصی نمائندے علی شیرازی کا فارسی کی نیوز ویب پورٹل پر انٹرویو موجود ہے جس میں اس نے کچھ ایسے انکشاف کیے ہیں۔ جن کو پڑھنے سے سعودی عرب کے حوثیوں پر فضائی حملے کا پس منظر بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

''انصار اللہ، لبنان کی شیعہ ملیشیا حزب اللہ کی ایک شکل ہے جو یمن میں کامیابی کے بعد ایک نیا محاذ شروع کرے گی''

حوثی باغیوں کے ایک اور اعلان نے بھی خطرے کا الارم دے دیا ہے۔ انہوں نے اعلان کیا ہے کہ:

''سعودی عرب کے ملحقہ تین صوبوں نجران، عسیر اور جازان یمن کی سابق شیعہ سلطنت کا حصہ ہیں۔ لحاظہ ان پر قابض ہونا ان کا حق ہے۔''

اصل میں یہ سب حرمین شریفین پر قبضہ کرنے کے حیلے بہانے ہیں۔ اس نازک صورت حال کے سبب سعودیہ حکومت نے یمن کے حوثیوں کو اپنے اتحادی فوجوں کے ہمراہ زمینی اور فضائی حملے کیے ہیں

وہ بالکل جائز اور وقت کا تقاضا ہیں۔

پاکستان سعودی عرب کے احسانات کو نہ بھولے:

سعودی عرب اور پاکستان کے تعلقات ہر دور میں مثالی اور تاریخی رہے ہیں پاکستان کو جب مشکل حالات اور آفتوں نے گھیرا۔سعودی عرب اس کا بڑا بھائی بن کر سامنے آیا۔سعودی عرب نے ''آمریت'' اور ''جمہوریت'' پاکستان کے دونوں ادوار میں ہر ممکن امداد کی۔خصوصاً جب پاکستان کے ایٹمی دھماکے کرنے پر امریکہ ویورپین یونین نے اقتصادی پابندیاں عائد کر کے اسے سبق سکھانے کا فیصلہ کیا تو سعودی عرب نے پاکستان کو ایک لمبے عرصے تک مفت تیل کی فراہمی جاری رکھی۔

مسلم لیگ (ن) کی موجودہ حکومت کو اس کے قیام کے بعد یعنی 2013ء میں پاکستان کو ڈیڑھ ارب ڈالر دے کر ملکی معیشت کو استحکام بخشا۔سعودی عرب کے ساتھ ہماری عقیدت ومحبت اس وجہ سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ وہاں حرمین شریفین اور مسجد نبوی موجود ہیں۔ پاکستان اور سعودیہ عرب کے برادرانہ تعلقات کا سہرا سعودی فرمانرواؤں کو ہی جاتا ہے۔شاہ فیصل مرحوم نے کشمیر اور فلسطین کی آزادی کیلئے گڑگڑا کر دعائیں بادشاہی مسجد لاہور کے صحن میں مانگیں اور ان کے آنسوؤں سے ہماری صفیں تر ہو گئیں۔سعودی شاہی خاندان نے دنیا کی کسی بھی حکومت سے زیادہ پاکستان اور پاکستانیوں پر احسانات کیے ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ امریکی ریپبلکن یا ڈیموکریٹس میں سے کون پاکستان کا بہتر دوست ہے یا بھارتی کانگرس اور بی جے پی میں سے کس نے پاکستان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو یہ کہنا کون سا گناہ ہے کہ سعودی شاہی خاندان پاکستان کا محسن ہے۔اس نے ہمیشہ پاکستان کی کھل کر مدد وحمایت کی ہے۔اور اگر کی ہے تو کیا ہمیں احسان فراموش ہونا چاہیے یا ان کی آزمائش کی گھڑی میں ان کے ساتھ کھڑے ہونے کیلئے کس سوچ وبچار میں پڑ جانا چاہیے۔

ان سطور کے لکھنے کے دوران ہی حکومت پاکستان کا یہ اعلان سامنے آیا کہ سعودی عرب کی خود مختاری اور سلامتی کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔اس کے تحفظ کے لئے پر عزم اور بھر پور کردار ادا کریں گے۔ اس طرح دیگر مسلم ممالک سے بھی سعودی عرب کی حمایت اور مدد لینے کے لئے قیادت سے رابطہ کرنے کا کہا گیا۔اس خبر کا پورا متن روزنامہ جنگ کراچی میں یوں چھپا:

''اسلام آباد (نمائندہ جنگ رایجنسیاں) ملک کی سول اور فوجی قیادت نے اقوام متحدہ، او آئی سی اور عالمی برادری سے اپیل کی ہے کہ مشرق وسطی بحران سے حل کیلئے کردار ادا کیا جائے۔موجودہ صورت کا پرامن حل تلاش اور مسلم امہ کے اتحاد ویکجہتی کو برقرار رکھا جائے۔''

گزشتہ روز پرائم منسٹر ہاؤس میں وزیراعظم نواز شریف کی زیر صدارت اعلیٰ سطح کا ایک اہم

اجلاس ہوا۔ اجلاس میں شرق وسطی کی تازہ صورت حال کا تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ اجلاس میں وزیر اعظم نواز شریف کے مشرق وسطی بحران پر مسلم ممالک کی قیادت سے رابطوں کا بھی فیصلہ کیا گیا ہے۔

جاری اعلامیہ میں کہا گیا کہ اجلاس میں اس بات پر زور دیا گیا کہ پاکستان مشرق وسطی کی بگڑتی ہوئی صورت حال پر قابو پانے کے لئے بامقصد کردار ادا کرنے کو تیار ہے۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ وفاقی وزیر دفاع خواجہ محمد آصف کی سربراہی میں پاکستانی وفد منگل کو ایک دورے پر سعودی عرب جائیگا اور وفد وہاں سعودی دفاعی حکام سے ملاقات کریگا۔

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم نواز شریف نے کہا: پاکستان سعودی عرب کی سلامتی اور خودمختاری کی مکمل حمایت کرتا ہے اور وہ اس کے تحفظ کیلئے پرعزم اور بھرپور کردار ادا کرے گا۔ دریں اثناء اجلاس میں وفاقی وزیر خزانہ اسحاق ڈار، وزیر دفاع خواجہ آصف، وزیر اعظم کے مشیر خارجہ امور قومی سلامتی سرتاج عزیز، چیف آف آرمی اسٹاف جنرل راحیل شریف، چیف آف ایئر اسٹاف، ایئر چیف مارشل سہیل، ڈی جی آئی ایس لیفٹیننٹ جنرل رضوان اختر، قائم مقام آف نیول اسٹاف وائس ایڈمرل خان ہشام بن صدیق، سیکرٹری خارجہ اعزاز چوہدری اور دیگر اعلیٰ حکام شریک ہوئے۔"

اب پاکستانی وفد یہ دورہ مکمل کر کے واپس پاکستان آچکے ہیں۔ پاکستان سعودی عرب کی سالمیت اور حرمین کی بقاء کیلئے تعاون کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں وزیر دفاع خواجہ آصف کا بیان انتہائی معقول اور قابل ستائش ہے: انہوں نے کہا کہ: "مسلم امہ کی یکجہتی کے لئے پاکستان جو کردار ادا کرسکتا ہے کریگا، کسی ایسے اختلاف کو ہوا نہیں دیں گے، جس کے نتائج مسلم امہ کو بھگتنا پڑیں۔ سعودی عرب کی جغرافیائی سالمیت کو خطرہ ہوا تو ہر حالت میں ان کا ساتھ دیں گے۔۔۔ سعودی عرب کا مکمل دفاع کریں گے۔" اس موقع پر اپوزیشن لیڈر سید خورشید احمد شاہ کا بیان بھی نہایت اہم ہے۔ انہوں نے کہا: کہ" مسلمان اور پاکستان کی حیثیت سے مشرق وسطی کے حوالے سے بات کرنا ہمارا فرض بنتا ہے۔ سعودی عرب سے ہمارا نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے کیوں کہ اس کی بنیاد دین اور اسلام ہے۔ پاکستان کو یہ جلتی ہوئی آگ ختم کرنے کیلئے کردار ادا کرنا چاہیے۔ پاکستان کی قیادت کو چاہیے کہ حرمین شریفین کے تحفظ کے لئے سعودی حکومت کا آخری حد تک ساتھ دے۔ اور ہماری حکومت کو چاہیے کہ سعودی عرب یمن، شام سمیت تمام اسلامی ممالک میں جائیں اور عالم اسلام کو اندرونی خلفشار سے بچانے کے لئے کردار ادا کریں۔"

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اتفاق واتحاد نصیب فرمائے۔ حرمین شریفین کے تقدس، مکہ ومدینہ منورہ کی حفاظت کے لیے اس قوم کے عزم کو قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ اور عالم اسلام کو عقیدہ توحید وسنت جیسی نعمت پر متحد کردے اور استحکام بخشے۔ آمین یا اللہ العالمین۔

مظلوم ومحسن کی مدد ایک انسانی اور دینی تقاضا

(بین الاقوامی تعلقات کے تناظر میں)

مولانا یوسف نعیم

مسلمانوں کا دشمن ہو یا غیر نقصان بہر حال مسلمان ہی کا ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھے کہ ہم کسی کی جنگ کا حصہ کیوں بنیں تو یہ سوچ محل نظر ہے۔ اس لیے کہ ہم دانستہ یا غیر دانستہ طور پر مسلم یا غیر مسلم ممالک کی جنگ کا حصہ ضرور بن جاتے ہیں۔

پاکستان میں 1965ء یا 1971ء کی جنگ کا مسئلہ ہو دنیا کے ممالک پاکستان کی جنگ کا حصہ ضرور بنے ہیں۔ وہ اس طرح کہ جو ممالک پاکستان کے حامی نہیں تھے وہ ہندوستان کے حامی بنے اور جنہوں نے جس طرح سے بھی پاکستان کا ساتھ دیا وہ پاکستان کی جنگ کا حصہ تھے۔ آج جو ممالک یمن کی آئینی حکومت کا ساتھ دینگے وہ یمن کے ساتھ ہوں گے اور جو یمن کے اندر باغیوں کا ساتھ دیں گے وہ یمن مخالف ممالک کے ساتھ ہوں گے اسی طرح یمنی باغیوں کے مطالبات کا جائزہ لینا ان کے اخلاقی اور انسانی پہلوؤں کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے کہ کہیں وہ ناحق قتل گری یا خواتین کی بے حرمتی اور بوڑھوں کی تذلیل جیسے جرائم کے مرتکب تو نہیں ہو رہے ہیں؟

بلاشبہ یمنی باغی کسی منظم اور یمن دشمن حکومت کی پشت پناہی کے بغیر تلوار نہیں اٹھا سکتے۔ اس لیے جو ممالک یمن حکومت کے ساتھ اظہار ہمدردی کر رہے ہیں یا ان کی اخلاقی یا دیگر حوالوں سے مدد کر رہے ہیں تو یہ کوئی قابل نفرت عمل بھی نہیں ہے۔

دیکھیے جس طرح ہر انسان کا دوست اور دشمن ہوتا ہے اسی طرح ہر ملک کا بھی کوئی نہ کوئی ملک دوست ہوتا ہے اور کوئی دشمن ہوتا ہے دشمن پڑوسی بھی ہو سکتا ہے دور کا بھی ہو سکتا ہے ظاہر ہو کر بھی وہ دشمنی کر سکتا ہے اور دشمن بد باطن بھی ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ملکوں کے آپس میں دفاعی معاہدے بھی ہوتے ہیں۔ یمنی حکومت کے بھی دفاعی معاہدے ہو سکتے ہیں۔ لہذا اس حوالے سے یمن اگر سعودی ملک سے مدد مانگتا ہے تو وہ مانگ سکتا ہے۔ اسی طرح سعودی عرب اگر پاکستان سمیت کسی بھی اسلامی یا غیر اسلامی ملک سے اپنے تحفظ کے لیے مدد مانگنا چاہے تو مانگ سکتا ہے اگر اس مدد سے سعودی عوام کو اعتراض نہیں تو کسی دوسرے ملک کے عوام کو کیا ہو سکتا ہے؟ اور پھر بالخصوص وہ عوام جن کی سعودی عرب نے بے پناہ اور بلا شرط خدمت اور مدد کی ہو؟

میری مراد پاکستان ہے عربی میں ہی کہتے ہیں: الاحسان یقطع اللسان

''احسان انسان کا منہ بند کر سکتا ہے''۔

سعودی عرب نے پاکستان کی مدد کرتے وقت یہ کبھی شرط نہیں لگائی ہوگی کہ اس امداد سے صرف سنی ہی مستفید ہوسکتے ہیں؟ جب سعودی عرب اتنی فراخدلی کا مظاہرہ کرسکتا ہے تو پاکستانی بعض عوام کو بھی تو چاہیے کہ وہ بھی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں جہاں تک یمن میں باغی قبائل کا مسئلہ ہے تو یہ بغاوت ہندوستان میں بھی ہوسکتی ہے، چائنہ میں ہوسکتی ہے اور افغانستان میں ہوسکتی ہے۔ کوئی صاحب انصاف بتائے اگر کسی ملک میں بغاوت ہوجائے کسی گھر میں آگ لگ جائے تو اسے بجھانے کی کوشش کریگا یا نہیں اگر خود آگ پر قابو پانے میں ناکام ہوگا تو محلے والوں کو امداد کے لئے آواز دے گا یا نہیں فائر بریگیڈ کو بلائے گا یا نہیں۔

اگر اہل خانہ کے آگ بجھانے کے یہ اقدامات درست ہونگے تو پھر تو یمن بھی سعودی عرب کو بلانے میں حق بجانب ہوگا اور خود سعودی عرب بھی پاکستان کو مدد کے لئے بلانے میں حق بجانب ہوگا اسی طرح دیگر ممالک بھی دوسرے ملکوں کو امداد کے لئے بلانے میں حق بجانب ہوں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ بلانے پر کوئی آتا ہے یا نہیں۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ پاکستان کی کوئی بھی گورنمنٹ سعودی حکمرانوں کو کیسے ہی محسوس کرے مگر سعودی گورنمنٹ نے پاکستانی عوام کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ پاکستان میں ضلع فیصل آباد ہو یا اسلام آباد کی فیصل مسجد یا کراچی کی شارع فیصل یا کراچی میں سعود آباد یہ سب چیزیں سعودی حکمرانوں کی پاکستانی خدمات کی ادنیٰ سی جھلک ہے۔ اگر آپ اور پرتیں کھولیں گے تو مزید ایسی چیزیں آپ کے سامنے آئیں گی کہ دنیا کے اندر آپ کو مثال نہیں ملے گی کہ آپ یہ کہہ سکیں کہ اتنی خدمات تو چین نے کی ہیں یا افغانستان نے یا ایران کے پاکستان پر اتنے احسانات ہیں۔

مگر افسوس اس طوطا چشمی پر کہ آج الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پاکستانی رائے عامہ کو اپنے محسن سعودی عرب کی حمایت میں ہموار نہیں کرسکا۔

افسوس یہ نہیں کہ باغی کیوں پیدا ہوئے افسوس یہ ہے کہ باغیوں کے پشت پناہ کون ہیں؟ آج غیر مسلم ممالک دو مسلمانوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھ کر خوش ہورہا ہوگا۔

اور یمن اپنے دوسرے نام لیوا مسلمان ملک کی طرف زخمی حالت میں دیکھ کر یوں کہہ رہا ہوگا۔

نکلے جو تیر کھا کر کمین گاہ کی طرف
تو اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

سعودی عرب کی مدد دو وجہ سے ضروری ہے:

(۱) سعودی عرب کے ہم پاکستانی عوام پر بڑے احسانات ہیں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ سعودی عرب کے ان احسانات کا اعتراف سابق صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے بھی کیا ہے۔

(۲) سعودی عرب حکومت کی حرمین شریفین کے لئے بڑی خدمات ہیں اور یمنی باغی یمن پر فتح حاصل کرنے کے بعد سعودی عرب پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اور سعودی عرب حکومت پر قبضے کا معنی ایک نظریے کو تبدیل کرنا ہے۔

اور یہ تبدیلی خونریزی کی متقاضی ہے لہذا ایسی کوشش کا آغاز بھی بدامنی اور خونریزی ہے اس کا انجام بھی جہالت، افلاس، افراتفری، تفرقہ بازی اور خونریزی ہی ہے۔

اس صورت حال کے پیش نظر سعودی عرب کے انسانی خدمات کے حوالے سے نمایاں مقام کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے کہ اس نے دنیا بھر کے ممالک میں انسانی خدمات میں ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ جو کہ ناقابل فراموش ہے۔

اس لیے مدد کرنے یا نہ کرنے کے معاملے میں جو حیثیت سعودی عرب کی ہے دنیا کے کسی اور ملک سے اس کا موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ سعودی حکومت کی قرآنی خدمات کا گراف اتنا اونچا ہے کہ دنیا کا کوئی دوسرا اسلامی ملک اس کی ہمسری نہیں کر سکتا کہنے کو اور بھی اسلامی ممالک ہیں۔

سعودی حکومت کی حمایت کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ کسی مسلم یا غیر مسلم ملک پر حملہ آور نہیں ہے۔

اگر وہ ہوتا بھی ہے کہ تو عیب کی بات نہیں تھی کیونکہ دنیا میں آج تک یہی کچھ ہو رہا ہے کہ ہر طاقت ور کمزور ملک پر اکیلا یا دوسروں کو اپنے ساتھ ملا کر چڑھائی کر دیتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک ہنستا بستا ملک کھنڈر اور قبرستان کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی حمایت کرنا اسکی مدد کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے "**تعاونوا علی البر والتقوی و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان**" (المائدہ: ۲) "جبکہ گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے سے منع کیا گیا ہے اور لوگ گناہ اور زیادتی اور ظلم کرنے میں تو دوسروں کی مدد کر رہے ہیں جبکہ نیکی کے کاموں میں مخالفت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر محمد رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ "**انصر اخاک الظالم و المظلوم**" "اپنے ظالم اور مظلوم بھائی کی مدد کرو" صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے ظلم سے روکنا ہی اسکی مدد کرنا ہے اور اب ہوتا یہ ہے کہ ہم مظلوم پر مزید ظلم کرتے ہیں اور ظالم کی مدد کرتے ہیں۔

(۱) سعودی عرب کے ہم پاکستانی عوام پر بڑے احسانات ہیں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ سعودی عرب کے ان احسانات کا اعتراف سابق صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے بھی کیا ہے۔

(۲) سعودی عرب حکومت کی حرمین شریفین کے لئے بڑی خدمات ہیں اور یمنی باغی یمن پر فتح حاصل کرنے کے بعد سعودی عرب پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اور سعودی عرب حکومت پر قبضے کا معنی ایک نظریے کو تبدیل کرنا ہے۔

اور یہ تبدیلی خونریزی کی متقاضی ہے لہذا ایسی کوشش کا آغاز بھی بدامنی اور خونریزی ہے اس کا انجام بھی جہالت، افلاس، افراتفری، تفرقہ بازی اور خونریزی ہی ہے۔

اس صورت حال کے پیش نظر سعودی عرب کے انسانی خدمات کے حوالے سے نمایاں مقام کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے کہ اس نے دنیا بھر کے ممالک میں انسانی خدمات میں ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ جو کہ ناقابل فراموش ہے۔

اس لیے مدد کرنے یا نہ کرنے کے معاملے میں جو حیثیت سعودی عرب کی ہے دنیا کے کسی اور ملک سے اس کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ سعودی حکومت کی قرآنی خدمات کا گراف اتنا اونچا ہے کہ دنیا کا کوئی دوسرا اسلامی ملک اس کی ہمسری نہیں کرسکتا کہنے کو اور بھی اسلامی ممالک ہیں۔

سعودی حکومت کی حمایت کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ کسی مسلم یا غیر مسلم ملک پر حملہ آور نہیں ہے۔

اگر وہ ہوتا بھی ہے کہ تو عیب کی بات نہیں تھی کیونکہ دنیا میں آج تک یہی کچھ ہو رہا ہے کہ ہر طاقت ور کمزور ملک پر اکیلا یا دوسروں کو اپنے ساتھ ملا کر چڑھائی کر دیتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک ہنستا بستا ملک کھنڈر اور قبرستان کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی حمایت کرنا اسکی مدد کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ''تعاونوا علی البر والتقوی و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان'' (المائدہ: ۲) ''جبکہ گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے سے منع کیا گیا ہے اور لوگ گناہ اور زیادتی اور ظلم کرنے میں تو دوسروں کی مدد کر رہے ہیں جبکہ نیکی کے کاموں میں مخالفت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر محمد رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ ''انصر اخاک الظالم و المظلوم'' ''اپنے ظالم اور مظلوم بھائی کی مدد کرو'' صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے ظلم سے روکنا ہی اسکی مدد کرنا ہے اور اب ہوتا یہ ہے کہ ہم مظلوم پر مزید ظلم کرتے ہیں اور ظالم کی مدد کرتے ہیں۔

(۱) سعودی عرب کے ہم پاکستانی عوام پر بڑے احسانات ہیں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ سعودی عرب کے ان احسانات کا اعتراف سابق صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے بھی کیا ہے۔

(۲) سعودی عرب حکومت کی حرمین شریفین کے لئے بڑی خدمات ہیں اور یمنی باغی یمن پر فتح حاصل کرنے کے بعد سعودی عرب پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ اور سعودی عرب حکومت پر قبضے کا معنی ایک نظریے کو تبدیل کرنا ہے۔

اور یہ تبدیلی خونریزی کی متقاضی ہے لہذا ایسی کوشش کا آغاز بھی بدامنی اور خونریزی ہے اس کا انجام بھی جہالت، افلاس، افراتفری، تفرقہ بازی اور خونریزی ہی ہے۔

اس صورت حال کے پیش نظر سعودی عرب کے انسانی خدمات کے حوالے سے نمایاں مقام کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے کہ اس نے دنیا بھر کے ممالک میں انسانی خدمات میں ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ جو کہ ناقابل فراموش ہے۔

اس لیے مدد کرنے یا نہ کرنے کے معاملے میں جو حیثیت سعودی عرب کی ہے دنیا کے کسی اور ملک سے اس کا موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ سعودی حکومت کی قرآنی خدمات کا گراف اتنا اونچا ہے کہ دنیا کا کوئی دوسرا اسلامی ملک اس کی ہمسری نہیں کر سکتا کہنے کو اور بھی اسلامی ممالک ہیں۔

سعودی حکومت کی حمایت کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ کسی مسلم یا غیر مسلم ملک پر حملہ آور نہیں ہے۔

اگر وہ ہوتا بھی ہے کہ تو عیب کی بات نہیں تھی کیونکہ دنیا میں آج تک یہی کچھ ہو رہا ہے کہ ہر طاقت ور کمزور ملک پر اکیلا یا دوسروں کو اپنے ساتھ ملا کر چڑھائی کر دیتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک ہستا بستا ملک کھنڈر اور قبرستان کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی حمایت کرنا اسکی مدد کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے "**تعاونوا علی البر والتقوی و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان**" (المائدہ: ۲) "جبکہ گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے سے منع کیا گیا ہے اور لوگ گناہ اور زیادتی اور ظلم کرنے میں تو دوسروں کی مدد کر رہے ہیں جبکہ نیکی کے کاموں میں مخالفت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر محمد رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ "**انصر اخاک الظالم والمظلوم**" "اپنے ظالم اور مظلوم بھائی کی مدد کرو" صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسے ظلم سے روکنا ہی اسکی مدد کرنا ہے اور اب ہوتا یہ ہے کہ ہم مظلوم پر مزید ظلم کرتے ہیں اور ظالم کی مدد کرتے ہیں۔

سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 9 کا مطالعہ کرنے سے جو آسان سا مفہوم سمجھ میں آتا ہے وہ کچھ اس طرح سے ہے۔

''اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو پھر بھی اگر ایک جماعت دوسرے کے خلاف بغاوت کرے تو باغی کے خلاف لڑائی کرو۔

جبکہ آج بعض مسلمانوں کا کردار یہ ہے کہ وہ باغی کا پس پردہ ساتھ دیتے ہیں یہ ایک ایسا رویہ ہے جو اسلامی تو در کنار انسانی بھی نہیں ہے۔

گویا کہ یہ

؎ یہ مسلمان ہیں کہ جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

یہ عجیب بات ہے کہ کوئی لا الہ الا اللہ تو کہے مگر اسے بیت اللہ کے تحفظ و حرمت کا کوئی خیال نہ ہو۔ اسی طرح کوئی محمد رسول اللہ ﷺ تو کہے مگر اسے مسجد نبوی ﷺ کی حرمت و تحفظ کا احساس نہ ہو۔ کسی سعودی حکمرانوں کے شاہانہ ٹھاٹھ سے تو اعتراض ہو سکتا ہے مگر کیا انہیں حرمین شریفین کی خدمات پر بھی اعتراض ہو سکتا ہے؟ اگر اعتراض ہو سکتا ہے تو پھر سعودی گورنمنٹ سے استدعا ہو گی ایسے معترضین پر کچھ ریالوں کی بارش برسا دے۔ اگر پھر بھی بات نہ بنے تو پھر کسی کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنا بھرپور دفاع کرے۔

عراق اور ایران کی جنگ دو نظریوں کی جنگ تھی۔ مگر واضح طور پر کسی مسلم یا غیر مسلم کی جنگ نہیں تھی اس کے باوجود عراق خانہ جنگی کا ایسا شکار ہوا کہ آج تک وہ عدم استحکام کا شکار ہے اور پھر ان دونوں ملکوں کی جنگ کے پس پردہ ایک نادیدہ طاقت کا مفاد تھا جو اس نے حاصل کر لیا۔

ہم جس طرح پاکستان کی سلامتی کیلئے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ یہ ہمارا وطن ہے ہمارا ملک ہے اسی طرح ہم بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی ﷺ ان دونوں کے خدمت گاروں کیلئے بھی سلامتی کی دعائیں کرتے ہیں اور ان کی حمایت اس لیے بھی کرتے ہیں کہ وہ زبان بولتے ہیں جو قرآن کی زبان ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان ہے۔

حرمین شریفین میں خونریزی سے بچتے ہوئے خلیفہ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کا نذرانہ تو پیش کر دیا مگر مسلمانوں کے خون سے حرم مدنی یا حرم مکی کو رنگنے سے بچا لیا۔ لہٰذا اس حرمین شریفین کی عظمت کو کوئی پوچھنا چاہے تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھے اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ مدینے کی گلیاں خون مسلم سے رنگے بغیر حکومت کی تبدیلی ممکن ہے تو

؎ ایں خیال است و محال است و جنون

دعوت فکر و اصلاح

مولانا عبدالرحیم الکریمی ڈیروی

ایک وہ سنہری دور تھا جب مسلمانوں نے مختلف ممالک فتح کر کے دین اسلام کو غالب کیا اور وہاں شریعت اسلامیہ کا نفاذ کیا۔ اپنوں کے علاوہ غیروں کو بھی امن دیا، انکی جان و مال کا تحفظ کیا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ دین اسلام امن وسلامتی کا درس دیتا ہے۔ وہ بھی ایک وقت تھا کہ جب دیگر اقوام اصول زیست اہل اسلام سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے لیکن آج تقریباً 57 اسلامی ممالک ہونے کے باوجود مزید یہ کہ بعض اسلامی ممالک سپر پاور اور ایٹمی قوت ہونے کے باوجود دین اسلام کی تعلیم اور جھنڈے کو مغلوب اور مجروح کر دیا ہے۔ آج عالم اسلام نہایت نازک دور سے گزر رہا ہے اور مسلم حکمران غفلت میں رہ کر مخالفین اسلام کی سازشوں کا شکار ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ دشمنان اسلام تو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں باہمی اختلاف پیدا ہو اور انہوں نے دیگر ہتھیاروں کے ذریعے بھی مسلمانوں کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔ الرام اینکہ مختلف انداز وطریقہ سے تھپکیاں دیکر عالم سکوت میں رکھنے کیلئے کافی محنت کی جارہی ہے۔ آخر مسلم امہ کب بیدار ہوگی؟

اسلامی ممالک افغانستان پر امریکہ کا حملہ کرنا، عراق، ایران، کویت، مصر اور سعودی عرب و یمن کے حالات و بحران تمام اھل اسلام پر عیاں ہیں۔ ہر طرف مسلمانوں کو لڑایا جا رہا ہے جو ایک مسلم کیلئے نہایت تأسف اور دکھ کی بات ہے۔ عرب ممالک خصوصاً سعودی عرب اور عرب امارات کے تیل کے ذخائر پر قبضے کیلئے غیر مسلم قوتیں خطرناک سازشیں کر رہی ہیں۔ یہ کھیل اس وقت اسرائیل کی عسکری، معاشی اور سیاسی بالادستی کیلئے کھیلا جارہا ہے۔ ممکن ہے دنیا پر عالمی بالادستی کیلئے مشرق وسطی میں ایک بڑی جنگ درکار ہو۔ حکومت سعودی عرب کی طرف یمن میں حوثی باغیوں کے خلاف کارروائی کے بعد تمام دنیا میں ہلچل مچ چکی ہے۔ یہ تنازعہ کچھ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ جنوری 2015ء کو حوثیوں نے ملک یمن کے دارالحکومت صنعاء پر دھاوا بول کر صدارتی محل پر قبضہ کر لیا۔ اس سے قبل بھی 2004ء میں بدرالدین الحوثی نے حوثی قبائل کو متحد کر کے حکومت کے خلاف برسرپیکار رہ چکے ہیں۔ ان قبائل کے بارے میں کہا جاتا ہے یہ مختلف جرائم اور سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ دہشت گردی کی کارروائیوں میں بھی ملوث رہے، اسی طرح 2009ء میں قتل وغارت کا بازار گرم رکھا جس کے سبب سعودی عرب نے ان کے خلاف فوجی کارروائی کرنا مناسب سمجھی۔ بعض کا کہنا ہے کہ سعودی عرب نے مسلکی تعصب کی وجہ سے کارروائی کی حالانکہ یہ درست نہیں۔ سعودی عرب میں ہر مسلک کے مسلمان آباد ہیں اور اس حکومت میں وسعت پائی جاتی ہے سعودی نے تو یہ اجازت دے رکھی ہے کہ ہر مسلک والا اپنے دائرہ کے اندر اپنی زند

گی گزارے اور کسی کو تنقید کا نشانہ نہ بنائے۔

آج یہ نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے، کہ مسلمان میں باہمی محبت اور خلوص مفقود ہوتا جارہا ہے ایک دوسرے کا احساس نہیں رہا مزید برما کے مسلمانوں کی حالت پر غور کیا جائے ان کے ساتھ کتنا ظلم برتا جارہا ہے انسانیت کا احترام بھی نہیں رہا۔ ان برما کے مسلمانوں کو اپنے دیس سے نکالا جا چکا ہے ان مظلوم مسلمانوں کی امداد اور انکا مسئلہ حل کرانے کیلئے کسی مسلمان ملک کے مسلم حکمران نے آواز اُٹھائی ہے؟

دینا کا امن اس وقت ممکن ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادی اپنی طاقت کے بل بوتے پر دنیا کے امن وسکون کو درہم برہم کرنے سے باز آجائیں۔ افغانستان، عراق، مصر، یمن اور سعودی عرب و غیرہ نے امریکہ پر کوئی حملہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی مسلم ملک میں اتنی سکت وہمت ہے۔ اگر یہی حالت رہی تو کبھی بھی جرأت نہ ہوگی لیکن امریکہ نے بعض اسلامی ملکوں کو تہس نہس اور تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا ہے۔ مسلمانوں کی بھی عجیب فکر ہے کہ اگر کوئی دشمن ہمارے کسی مسلمان ملک پر حملہ کرے یا کرائے تو ہمارا مسلم بھائی اپنے دشمن کا ساتھ دینے کو پسند کرتا ہے، اور اسی میں وہ اپنی عافیت سمجھتا ہے حالانکہ وہ عافیت اس کیلئے عارضی ہوتی ہے دراصل ظالم کے ظلم میں اسی کا ساتھ دینے کے مترادف ہوتا ہے اسی ظلم سے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''الظلم ظلمات یوم القیامۃ'' (مشکوۃ بحوالہ متفق علیہ) یعنی ''ظالم کو روز قیامت تاریکی گھیرے گی'' اس دنیا میں نرالا قانون ہے اگر کوئی مظلوم شخص، گروہ یا ملک اپنا دفاع کرتا ہے تو اسے دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے آخر یہ سلسلہ کب تک رہے گا اس کیلئے ضروری ہے کہ باہمی اتحاد واتفاق کی فضا پیدا کی جائے پھر ظالم کا ہاتھ روکا جائے اور اسے ظلم سے باز رکھا جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ظالم کی مدد کرو اور مظلوم کی مدد کرو'' صحابہ کرام نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! مظلوم کی مدد تو سمجھ آتی ہے مگر ظالم کی مدد کرنا سمجھ میں نہیں آتی آپ ﷺ نے فرمایا: ظالم کو اس کے ظلم سے روکو یہی ظالم کی مدد کرنا ہے۔ (متفق علیہ)

نہایت تأسف ہے کہ آج بعض اسلامی ملک ایٹمی قوت ہونے کے باوجود بھی کسی ظالم کو روکنے کی جرأت نہیں رکھتے۔ جمیع مسلم حکمرانوں کو چاہیے کہ غیروں کے ڈالروں اور قرضوں کا خواب ترک کر کے خود کو خواب غفلت سے بیدار کریں اور اللہ رب العزت کے دین کی سربلندی کیلئے پر خلوص ہو کر شب وروز کام کریں، یہ دنیا عارضی ہے۔

حرمین شریفین دین اسلام کا مرکز ہے۔ اسکی حفاظت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اگر کسی نے حرمین شریفین کی بے حرمتی کی جسارت کی تو اسے ابرہہ اور اس کے لشکر کی بربادی وتباہی کی تاریخ پڑھنی چاہیے۔ جس نے دارالخلافہ صنعاء جو موجودہ دور میں بھی یمن کا دارالحکومت ہے۔ وہاں ایک شاندار اور

مثالی کلیسا تعمیر کرایا اور ابرہہ کو مکہ میں بیت اللہ شریف کی طرف لوگوں کا جانا پسند نہ تھا آخر ابرہہ نے کعبہ پر حملہ کرنے کیلیئے ساٹھ ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا۔ جس میں تیرہ ہاتھی تھے اور خود ایک بہترین اور قیمتی محمود نامی ہاتھی پر سوار تھا۔ جب لشکر مکہ کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں اکثر قبائل نے مزاحمت کی۔ لیکن ابرہہ کے اتنے بڑے لشکر کے مقابلے میں انکی کیا حیثیت تھی۔ وہ شکست کھاتے اور گرفتار ہوتے گئے۔ جب یہ لشکر منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان ایک مقام محسّر وادی ر تک پہنچا اور وہاں پڑاؤ ڈالا وہاں کچھ لوٹ مار بھی کی۔

عبدالمطلب اس وقت کعبہ کے متولی اور قریشیوں کے سردار تھے۔ اس کے اونٹ جنکی تعداد دو سو بتائی جاتی ہے وہ بھی اپنے قبضہ میں لے لیے اس کے بعد اہل مکہ کو پیغام بھیجا کہ میں صرف کعبے کو ڈھانے آیا ہوں تم سے لڑنے نہیں آیا۔ عبدالمطلب گفتگو کے لیے ابرہہ کے پاس چلے آئے اور قریش مکہ سے انہوں نے کہہ دیا تھا کہ وہ ابرہہ اور اس کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہذا ہر کوئی حفاظت خود کرے۔ اس وقت بھی کعبہ میں 360 بت رکھے ہوئے تھے۔ لیکن وہ کسی کے کام نہیں آئے۔ عبدالمطلب نے ابرہہ سے اپنے اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ اور اپنی دفائی قوت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا تھا کہ کعبہ جانے کعبہ والا جانے۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ کعبہ کا مالک میں نہیں بلکہ خود خالق کل، مالک کل ہے۔

جب ابرہہ نے کعبہ کی طرف پیش قدمی کی تو اس کے اپنے ہاتھی محمود نامی نے کعبہ کی طرف پیش قدمی کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح حملہ آور بے حد پریشان ہوئے اور اللہ رب العزت نے سمندر کی طرف سے ہزاروں کی تعداد پرندوں کا لشکر بھیج دیا۔ ہر ایک کی چونچ میں ایک ایک کنکر تھا۔ اور دو کنکر دونوں پنجوں میں تھے۔ خلاصہ اینکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت فرمائی دشمنوں کو تباہ و برباد اور ملیامیٹ کر دیا۔

آج بھی اگر کوئی اپنی بدنیتی سے باز نہ آیا تو خالق کل، مالک کل اللہ رب العالمین حرمین شریفین کی حفاظت خود کرے گا اور دشمنان اسلام کو اصحاب الفیل کی طرح نیست و نابود کر دیگا۔ اب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جمیع مسلمان قائدین ایک مثالی اور مخصوص معاشرتی، اخلاقی، معاشی اور سیاسی نظام قائم کریں، جو دنیا کیلیئے چراغ روشن کا کام دے اور دکھی دنیا اور مظلوم انسانیت کیلیئے نجات کا سبب بن سکے۔ یہ تمام نظام صرف قرآن اور نبی کریم ﷺ کے فرمان سے ہی مل سکتا ہے۔ جو بنی نوع انسان کو موجودہ قومی مسابقت، وطنی، عصبیت، خودغرضی، جور و ظلم، بھوک اور احتیاج کی تاریکیوں سے نکال کر سچی اخوت اور مساوات انسانی کی روشنی میں لے جا سکتا ہے۔ سعودی عرب اپنے معاملات میں غور و فکر اور تدبر سے کام لے اور اپنی خامیوں کی اصلاح کرنے کی کوشش کرے۔ دعا ہے کہ رب تعالیٰ مسلمان حکمرانوں اور ہم سب مسلمانوں کو اسلام کی سچی محبت کے ساتھ

حرمین شریفین کی حفاظت کرنے کی ہمت وتوفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

مدینہ منورہ میں طاعون اور دجال کا داخلہ ممنوع

جناب ابوھریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہوں گے''

[بخاری (1880) ومسلم (1379)]

اھل مدینہ کے خلاف سازش کرنے کا وبال

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ نے فرمایا:

''جو شخص اھل مدینہ سے دھوکہ کرے گا تو وہ اس طرح گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔''

[بخاری (1877) ومسلم (1387)

پاکستان ---

عالم اسلام کا عسکری قائد!

یمن اور سعودی عرب کے درمیان کشیدگی شدت اختیار کرتی اور عالم اسلام کی تشویش اور پریشانی میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ دنیا بھر میں رہنے والے مسلمان فکر مند ہیں کہ نہ جانے آنے والے کل کو کیا ہوگا؟

عمران خان اور انہی کی طرح یہود وہنود کی پیروی کرنے والے دیگر تمام سیاستدان اور میڈیا میں موجود اسلام دشمن کالم نگار اور تجزیہ نگار رات دن غلط پروپیگنڈہ کر کے قوم کو گمراہ کرنے کی مذموم کوششوں میں مصروف ہیں۔ اس سارے معاملہ کو شیعہ سنی تنازعہ ظاہر کر کے پاکستانی قوم کو خوف زدہ کیا جارہا ہے کہ اگر ہم اس میں فریق بنے تو ملک بھر میں فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑیں گے۔ اگر غیر جانبداری کے ساتھ تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم یہ ہوگا کہ ان کا ماضی بڑا بھیانک اور انتہائی شرمناک ہے۔ ''حوثی قبائل'' نے ہمیشہ ہی شعائر اسلام اور مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کی ہے۔ یہ ''حوثی قبائل'' درحقیقت اس بدبخت ''ابرہہ'' کی نسلی اور فکری اولاد ہیں جو تاجدار نبوت، رسول پاک ﷺ کی پیدائش سے چند ماہ پہلے ہاتھیوں کی فوج لیکر بیت اللہ کو شہید کرنے کی نیت کر کے اسی مقام صنعاء (یمن) سے روانہ ہوا تھا؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں سے کنکریاں مروا کر اسے اور اس کے ساتھیوں کو ہاتھیوں سمیت ایسا نیست ونابود کیا کہ قرآن کے مطابق وہ جانوروں کے کھائے ہوئے بھوسے کی طرح ملیامیٹ ہوگئے۔

یہ شیطان صفت ''حوثی قبائل'' ہر دور میں ہی فتنہ پرور رہے ہیں۔ اپنے جدامجد ''ابرہہ'' کے بعد انہوں نے ابوطاہر قرامطی کی قیادت میں 287ھ میں بصرہ پر حملہ کر کے لوگوں کے مال وجان اور عزتوں کو پامال کیا، کچھ عرصہ بعد 311ھ میں دوبارہ بصرہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ خونریزی کے ساتھ ساتھ مساجد کو بھی شہید کیا، اس کے بعد ایک بار حوثی قبائل کا سردار ابوطاہر قرامطی 312ھ میں حاجیوں کے قافلوں کو لوٹنے نکلا تو حجاج کرام کے بیوی بچوں کو قیدی بنا کر ان کا تمام مال واسباب لوٹ

لیا،314ھ میں انہی شیطان صفت حوثی قبائل نے عراق پر چڑھائی کر کے مسلمانوں کی لاشوں کے انبار لگا دیئے۔

حوثی قبائل کی ہمدردی اوران کی بے پناہ حمایت بلکہ انکی وکالت تک کرنے کے مرض میں مبتلا عمران خان کے ناسمجھ اور بھولے بھالے ''مرید'' غور سے تاریخ کو پڑھیں جسمیں یہ سیاہ باب موجود ہے کہ انہی حوثی قبائل نے 317ھ میں یمن کے اسی شہر صنعاء سے روانہ ہوکر مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی تھی۔ حاجیوں کی لاشوں کے انبار لگانے کے بعد شہر مکہ کی طرف رخ کیا، مکہ کے مکینوں اور حاجیوں کا مال و اسباب لوٹنے کے ساتھ ان کا اتنا خون بہایا کہ بیت اللہ کے درودیوار اور زم زم کا قرب وجوار شہیدوں کی لاشوں اوران کے مقدس خون سے لت پت ہوگیا تھا۔

بات صرف یہیں پر ہی ختم نہیں ہوگئی۔ یہی بدبخت حوثی قبائل 317ھ میں جب بیت اللہ پر حملہ آور ہوئے تو ایک شیطان صفت شخص نے بیت اللہ کی چھت پر چڑھنے کے بعد رحمت کے پرنالہ (میزاب رحمت) کو توڑ کر نیچے پھینک دیا اس پر اسی وقت غضب الٰہی نازل ہوا اور بیت اللہ کی چھت سے گر کر جہنم واصل ہوگیا۔

حوثیوں کے سردار ابو طاہر قرامطی ملعون نے خانہ کعبہ کا دروازہ توڑ دیا، حجر اسود کو نقصان پہنچایا، اسے چوری کر کے اپنے ساتھ یمن لے گیا، وہاں جا کر بے حرمتی کی غرض سے حجر اسود کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ جسے بعدازاں منصور اسماعیل اور عبید اللہ المہدی نے اس سے چھین کر واپس بیت اللہ کی دیوار میں اسکی مقررہ جگہ پر نصب کر دیا، جن لوگوں کو حجر اسود کی زیارت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے، انہوں نے دیکھا ہوگا کہ حجر اسود میں دراڑیں (لکیریں) واضح طور پر دکھائی دیتی ہیں، اسکی وجہ یہ ہے کہ حجر اسود کے ٹکڑوں کو بڑی مہارت سے جوڑ کو چاندی کے فریم میں فٹ کیا گیا ہے، یہ لکیریں انہی ٹکڑوں کی ہیں۔

جس سے جس کو محبت ہو وہ اس سے عقیدت کے اظہار کے طور پر اپنے نام کے ساتھ اپنے ''محبوب'' کا نام بھی شامل کر لیتا ہے۔ اس لئے عمران خان کی خوشنودی کیلیے میں ''حوثی'' کا لقب ان کے نام کے ساتھ شامل کر رہا ہوں ''عمران خان حوثی'' ایسے سیکولر سیاستدانوں اور حسن نثار، مبشر لقمان اور ایاز امیر ایسے شعائر اسلام سے بغض وعداوت رکھنے والے کالم نگاروں کے محبوب حوثی قبائل کے مختصر تعارف کے بعد کوئی بھی ایسا ذی خوش شخص ہے جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلواتا ہو اور پھر صرف عمران خان حوثی سے محبت وعقیدت کی بنا پر سعودی عرب کی کھلم کھلا اور واضح حمایت کرنے کی بجائے منافقت سے کام لیکر غیر جانبدار رہنے کی مضحکہ خیز بات کرتا پھرے؟ واضح رہے کہ عمران خان حوثی کی جماعت تحریک انصاف شائد ابھی اسمبلیوں میں نہ جاتی مگر عمران خان نے خود تسلیم کیا ہے کہ ہم نے وقت ضائع کئے بغیر اسمبلیوں

میں جا کر سعودی عرب میں فوج بھیجنے کی مخالف کی قرارداد پاس کرا کر اپنا ''کردار'' کیا ہے۔

مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کی خاطر یہ کہا جا رہا ہے کہ یمن سے بیت اللہ تک کا فاصلہ 800 کلومیٹر ہے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ ''ابرہہ'' جب ہاتھیوں کی فوج لے کر بیت اللہ کو (نعوذ باللہ) شہید کرنے کی نیت سے روانہ ہوا تھا تو اس وقت بھی اتنا ہی طویل فاصلہ موجود تھا اور پھر جب 317ھ میں ابوطاہر قرامطی ملعون حجر اسود چوری کر کے لے گیا تھا تو اس وقت بھی آج سے کہیں زیادہ دشوار اور طویل فاصلہ موجود تھا۔ ایک اور بات یہ بھی کی جاتی ہے کہ اللہ نے اپنے گھر کی حفاظت کی ذمہ داری خود اٹھا رکھی ہے۔ تو ان کے لیے عرض ہے کہ جب مسلمان کہلوانے والے لوگ حرم مکی اور حرم مدنی کے تقدس کی پرواہ نہیں کریں گے تو تب اللہ کے پاس چھوٹے، چھوٹے ایٹم بموں (باریک کنکروں) سے مسلح پرندوں کی فوج بھی موجود ہے۔ وہ ان سے کام لے سکتا ہے۔ اللہ پاک بے شک ہماری کسی مدد کا محتاج نہیں مگر وہ اس بات کا مشاہدہ ضرور کروائے گا کہ جب بیت اللہ اور روضہ رسولؐ کے تقدس واحترام کا سوال اٹھا تھا تو اس وقت کون؟ کس صف میں موجود تھا؟ غیر جانبداری کے نام پر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ملعون کی روحانی اولاد کی صفوں میں تھے یا مقامات مقدسہ کی حفاظت کا پختہ عزم کر کے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے والے سرفروشوں کے شانہ بہ شانہ کھڑے تھے؟ بلاشبہ اللہ عزوجل ہم میں سے کسی کے بھی تعاون ومدد کا محتاج نہیں ہے مگر یہ اسکے نظام قدرت کا حصہ ہے کہ اس نے حق یا باطل کا ساتھ دینے والے گروہوں کو تقسیم کر کے واضح کر دیا ہے کہ یہ ہیں حوثیوں کے سرپرست ومددگار، حمائتی اور غیر جانبداری کا ڈرامہ رچا کر عملاً ان کا راستہ آسان بنانے والے اور دوسری طرف وہ ہیں جو کسی لگی لپٹی بغیر بانگ دہل اعلان کر رہے ہیں کہ ہمارے راستے میں کوئی نہ آئے ہم بیت اللہ اور روضہ رسولؐ کے تقدس وحرمت پر اپنا تن، من ودھن قربان کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔

اس وقت عمران خان حوثی، زرداری، خورشید شاہ، الطاف حسین، اسفندر یار ولی ایسے طاغوت کے ایجنٹ سیاستدان اور لادین قوتوں کے ٹکڑوں پر پلنے والے حسن نثار، مبشر لقمان اور ایاز امیر ایسے کالم نگاروں کا منافقین کی صفوں میں کھڑے ہو کر سعودی عرب میں فوج بھیجنے کی شدید مخالفت کرنا تو سمجھ میں آتا ہے کہ ان سب سے کسی خیر کی امید رکھنا اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے، کیونکہ یہ جس ''کھرلی'' سے خوراک کھاتے ہیں اس کا تقاضہ یہی ہے اور نمک حلالی یہی ہے کہ یہ حرمین شریفین کے جان نثاروں کی بجائے لادین حوثیوں کے وفاداروں کے ساتھ کھڑے نظر آئیں مگر بدقسمتی دیکھیئے کہ جماعت اسلامی جو میاں طفیل محمد کے منصب امارت سے علیحدہ ہونے اور قاضی حسین احمد، منور حسن اور سراج الحق کے جماعت اسلامی کی امارت پر قابض ہونے کے بعد ایسی بری طرح صراط مستقیم سے بھٹکی ہے

کہ آج تک اس کے قبلہ کی سمت درست نہیں ہوسکی، تعجب کی بات ہے کہ سراج الحق صاحب اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب بھی دوغلہ پن کا شکار ہیں، زکوٰۃ، عشر اور صدقات کے نام پر مسلمانوں سے کروڑوں روپے بٹور کر اپنی سیاست کی دوکان چمکانے والے یہ دونوں مذہبی رہنما بھی اسی لادین ٹولے کے ساتھ ان کے کندھوں سے کندھا ملا کر، انکی آواز میں آواز ملا کر رات دن یہی راگ الاپ رہے ہیں کہ سعودی عرب میں پاکستانی فوج نہ بھیجی جائے۔ ان کا بیہودہ قسم کا استدلال یہ ہے کہ ہمیں ''دوسروں'' کی لڑائی میں فریق بننے کی بجائے اپنے ''ملکی مفاد'' کو مقدم رکھنا چاہیے۔ سبحان اللہ! کیا استدلال ہے لفظ ''دوسروں'' کا استعمال کرنے سے پہلے لمحہ بھر کے لئے بھی نہیں سوچا کہ اللہ پاک نے اپنے گھر اور اپنے پیارے حبیب ﷺ کے روضہ اقدس کی خدمت کیلئے جن خوش بختوں کو منتخب کر رکھا ہے ہم ان کو ''دوسروں'' کا لقب دیکر انکو ''غیر'' بتا رہے ہیں۔ غیر جانبدار رہنے، ثالثی کا کردار ادا کرنے اور ملکی مفاد کا خیال رکھنے کا مشورہ دینے والے یہ سیاسی، مذہبی اور صحافتی لال بجھکڑ خود بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ پاکستان کا قومی اور ملکی مفاد بھی اسی میں ہے کہ ہم اپنے تمام تر عسکری وسائل کے ساتھ اپنے سب سے بڑے محسن سعودی عرب کی کھلم کھلا مدد کریں۔ یہ لوگ صرف قوم کو بے وقوف بنانے کے لئے اس قسم کی بے ہودہ اور مضحکہ خیز باتیں کر رہے ہیں۔ ورنہ انکو بھی یہ بات معلوم ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے اقوام عالم تک مجوزہ پاکستان کا مؤقف پیش کرنے کے لئے قائداعظم نے مولانا حسرت موہانی کو اقوام متحدہ میں بھیجا تو اس وقت کے سعودی وزیر خارجہ شاہ فیصل نے مولانا حسرت موہانی کی تمام ممالک کے مندوبین سے فرداً فرداً ملاقات کا اہتمام کرایا، پھر پاکستان بننے کے فوری بعد مملکت پاکستان کے خالی خزانے میں ایک خطیر رقم کا عطیہ دینے والا سب سے پہلا ملک سعودی عرب تھا، 1965ء کی پاک بھارت جنگ ہو یا 1971ء کی، ان موقعوں پر ہر قسم کی سب سے زیادہ امداد کرنے والا ملک سعودی عرب تھا۔ پاکستان میں جتنی بار بھی زلزلے اور سیلاب آئے تو مدد کرنے والوں میں سعودی عرب اور کویت کا شمار سب سے آگے تھا۔ ہندوستان کے ایٹمی دھماکوں کے جواب میں نواز شریف نے جب امریکہ سمیت تمام عالمی غنڈوں کی دھمکیوں کی پرواہ کیے بغیر 6 ایٹمی دھماکے کیئے تو عالمی پابندیوں کی زد میں آکر پاکستانی معیشت تباہ ہوجاتی مگر اس مشکل ترین وقت میں بھی امریکہ اور دیگر یہود وہنود کی شدید مخالفت کے باوجود سعودی عرب نے اپنے تمام وسائل پاکستان کے لئے وقف کر دیئے تھے۔ پاکستان کی ضرورت کا تیل آدھا نصف قیمت پر اور آدھا بالکل مفت نواز شریف کے اقتدار کے آخری دن تک ہمارا یہ محسن سعودی عرب ہی پاکستان کو دیتا رہا۔ F-16 طیارے دیتے وقت امریکہ نے نقد رقم کا مطالبہ کیا تو اسکی ایک ایک پائی ہمارے اس برادر ملک سعودی عرب نے ادا کی۔ اب حال ہی میں جب میاں نواز شریف نے خالی خزانے کے ساتھ

اجڑے بچڑے پاکستان کی باگ ڈور سنبھالی تو پاکستانی معیشت تباہ اور امریکی ڈالر 118 روپے کو چھو رہا تھا اس وقت بھی یہی محسن پاکستان سعودی عرب ہماری مدد کو دوڑ کر آیا جس نے ''ڈیڑھ ارب ڈالر'' کی خطیر رقم ناقابل واپسی اور غیر مشروط طور پر پاکستان کو عطیہ دی۔

اس کے بعد کویت اور دیگر برادر اسلامی ممالک نے بھی اربوں ڈالر کی ناقابل واپسی غیر مشروط امداد نواز شریف پر اعتماد کے اظہار کے طور پر پاکستان کی معیشت کو استحکام دینے کے لئے دینی تھی مگر جب ان برادر اسلامی ممالک نے دیکھا کہ سعودی عرب کی طرف سے ڈیڑھ ارب ڈالر کی امداد کو شکوک شبہات کی متعفن چادر میں لپیٹ کر سخت تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے تو انہوں نے اپنا ہاتھ روک لیا تھا۔ ورنہ کویت وغیرہ کی طرف سے ناقابل واپسی امداد ملنے کے بعد آج پاکستان کے زر مبادلہ کے ذخائر مزید مستحکم ہوتے اور امریکی ڈالر 80 روپے میں دھکے کھا رہا ہوتا۔

اسلام اور مملکت پاکستان سے بغض وعداوت رکھنے والے یہ سیاسی و مذہبی رہنما اور بعض کالم نگار قوم کو یہ درس دے رہے ہیں کہ وہ احسان فراموش بن جائے۔ سنجیدگی سے سوچنے کی بات یہ ہے کہ پورے عالم اسلام میں پاکستان کی حیثیت سب سے ممتاز اور منفرد ہے، کیونکہ پاکستان عالم اسلام کا ''عسکری قائد'' ہے بہت سے مسلم ممالک ایسے ہیں جن کے پاس ہر قسم کے بے پناہ وسائل تو موجود ہیں مگر ان کی افرادی قوت بہت کم ہونے کی وجہ سے وہ فوجی طاقت نہیں بن سکتے۔ اس لیے سعودی عرب، کویت اور متحدہ عرب امارات کی طرف سے انکے تمام تر وسائل پاکستان کیلئے وقف ہو جانے کے بعد پاکستان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ عالم اسلام کے ''عسکری قائد'' ہونے کی بنا پر مسلم ممالک کے دفاع کی ذمہ داری بھی غیر مشروط طور پر اپنے ذمہ لے۔ بلکہ اب تک جو کام کسی تحریری معاہدہ کے بغیر ہو رہا ہے اسے باقاعدہ سرکاری دستاویزی کی شکل دے کر معاہدہ کیا جائے کہ پاکستان کو وسائل فراہم کرنے والے مسلم ممالک کو جب بھی کوئی خطرہ درپیش ہو تو پاکستان ''عسکری قائد'' کی حیثیت میں انکا دفاع کرنے کے لیے سب سے پہلے وہاں موجود ہوگا۔

ملک وقوم کے مفاد کے نام پر ''مگرمچھ'' کے آنسو بہانے والے یہ بہروپیئے اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ 30 لاکھ پاکستانی انہی مسلم ممالک سے خطیر زرمبادلہ کما کر پاکستان بھیجتے ہیں، یہ مسلم ممالک پاکستان کے ساتھ کسی معاہدہ کی بنا پر پابند نہیں ہیں کہ وہ پاکستانیوں کو اپنے ممالک سے نکال نہیں سکتے۔ اگر خدانخواستہ پارلیمنٹ نے غیر جانبدار رہنے کی غیر حکیمانہ قرارداد کے ذریعہ میاں نواز شریف اور جنرل راحیل شریف کے ہاتھ باندھ کر مشکل کی اس گھڑی میں مسلم ممالک کو تنہا چھوڑ کر دین اسلام، عالم اسلام اور پاکستان دشمنی کا ثبوت دیا تو پھر اگر ان مسلم ممالک نے تمام تر پاکستانیوں کو ملازمتوں سے

سبکدوش کر کے واپس پاکستان بھیج دیا تو اس سے پیدا ہونے والے سنگین نتائج کی تمام تر ذمہ داری عمران خان، زرداری، خورشید شاہ، اسفند یار ولی، الطاف حسین، مولانا فضل الرحمٰن اور سراج الحق ایسے لوگوں پر ہوگی اور قوم حق بجانب ہوگی کہ وہ ان کا گریبان پکڑے۔

تمام صحیح العقیدہ مسلمانوں سے گزارش ہے کہ وہ آج اس فیصلہ کن مرحلہ پر سنجیدگی سے اس بات پر توجہ دیں کہ جب صدام حسین نے کویت پر حملہ اور سعودی عرب پر قبضہ کرنے کے ناپاک عزائم لے کر جنگ شروع کی تو اس وقت فوج کے سربراہ جنرل اسلم بیگ کی شدید مخالفت کے باوجود میاں نواز شریف ہی تھا جو سعودی عرب اور کویت کے شانہ بہ شانہ کھڑا تھا اور آج بھی تمام تر قوتیں ایک طرف ہیں اور صرف میاں نواز شریف ہی ہے جو ہاتھ پیر بندھے ہونے کے باوجود بھی سعودی عرب کی کھلم کھلا حمایت کر رہا ہے، ہم سب کے سامنے یہ سنجیدہ سوال موجود ہے کہ سعودیوں کی ''پسندیدہ شخصیت'' اور سعودی عرب، کویت، عرب امارات وغیرہ کے دفاع میں سنجیدہ اور جرأت مندانہ کردار ادا کرنے والے میاں نواز شریف کے ہاتھ مضبوط کرنے چاہیں یا عمران خان ایسے لوگوں کے جن کا درپردہ منصوبہ یہ ہے کہ پاکستانی فوج کو سعودی عرب نہ جانے دیا جائے تاکہ امریکی فوج اور نیٹو ممالک عسکری قوت ''دفاع'' کا بہانہ بنا کر سعودی عرب کی سرحدوں پر جا کر ڈیرے ڈال لیں۔ پاکستانی فوج کے سعودی عرب نہ جانے سے جو سنگین نتائج مرتب ہوں گے، اس پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ذرا سوچیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟ ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔۔۔۔۔۔۔۔؟

قرب قیامت مدینہ برے لوگوں کو نکال دے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت قائم نہیں ہوگی حتی کہ مدینہ برے لوگوں کو باہر نکال دے گا جیسے بھٹی لوہے کی میل کچیل باہر کرتی ہے۔''

[مسلم (1381)]

حرمین کا دفاع اسلام کا دفاع ہے

اُم عمیر سلفی

﴿والتين والزيتون وطور سينين و هذا البلد الامين﴾

''قسم ہے تین کی اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس امن والے شہر (مکہ) کی''

مکہ شہر کی قسم تو میرے رب نے کھائی۔ مکہ تو میرے نبی ﷺ کا شہر ہے، مکہ تو سب شہروں سے افضل شہر ہے، مکہ کو آباد کرنے کے لئے تو حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ اور انکی والدہ کو اکیلا چھوڑا۔ مکہ تو اسلام کا مرکز ہے کیونکہ مکہ میں تو بیت اللہ ہے جو کہ سب گھروں سے افضل ہے اور مکہ تو امّ القریٰ ہے اس کی طرف حج کے ارادے سے جانا، حج کی نیت سے جانا اور حجر اسود کا بوسہ لینا اور بیت اللہ کا طواف کرنا مقام ابراہیم پر دو رکعت ادا کرنا، زم زم کا پانی پینا اور صفاء مرویٰ کی سعی کرنا اللہ کو بہت محبوب ہے، جو ایک بار بیت اللہ میں جا کر رب کو راضی کر لے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حرمین کی حفاظت کرنا ہمارے ایمان میں شامل ہے، ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ حرمین کی حفاظت کرتے ہوئے ہماری جانیں چلی جائیں ہمارہ خون بہہ جائے پھر بھی حرمین کی حفاظت کرنا ضروری سمجھیں گے۔ مسلمانوں کے ایمان کا پتہ اسی سے چلے گا کہ وہ اپنی جان کو اپنے وطن کو اپنے فوجیوں کو محبوب جانتا ہے یا اس کے دل میں مکہ اور بیت اللہ کی محبت زیادہ ہے۔

آج بیت اللہ ہے تو مسلمان ہیں اور کوئی حیثیت رکھتے ہیں کوئی مقام رکھتے ہیں وگرنہ اس دنیا میں مسلمانوں کی کوئی عزت نہ ہوگی بلکہ ذلیل وخوار ہو جائیں گے۔ اب مسلمانوں کے امتحان کا وقت ہے اگر اللہ سے محبت رکھتے ہیں تو اللہ کے گھر کی حفاظت کریں ورنہ اللہ کو انکی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اللہ بھی انکی حفاظت نہ کریگا۔ اگرچہ مضبوط قلعوں میں اپنے آپکو محفوظ ہی نہ کر لیں۔ پھر دشمن سے نہ بچ سکیں گے دشمن تو انکو آزما رہا ہے کہ انکا ایمان کیسا ہے انکی ایمانی غیرت ختم ہوگئی ہے یا ابھی زندہ ہے یہ کھوکھلے ہو گئے ہیں تو ہم انہیں ختم کر دیں۔ یہ ہمارے آزمائے جانے کا وقت ہے ہمیں قربانیاں دینے کا وقت ہے جہاد کرنے کا وقت ہے دشمن کو شکست دینے کا وقت ہے۔

اب اگر کوئی ڈگمگائے یا ڈگمگاتا ہے ہم کیوں قربانیاں دیں ہمارے فوجی کیوں جائیں ہم کیوں دشمنی مول لیں؟ ہمیں تو بس اپنے وطن کی حفاظت کرنی ہے ایسے لوگوں کو کیا معلوم کہ مکہ اور بیت اللہ ہمارا ہے ہم اس کے محافظ ہیں۔ ہمیں کافروں سے جہاد کرنا ہے ان کے خلاف جہاد کرنا ہے، قلم سے بھی خطابت سے بھی اور تلوار سے، تو ان کے سر تن سے جدا کرنے ہیں اور حرمین کی خاطر تو لڑنا افضل جہاد ہے۔ یہ کافر جو حرمین کی عظمت کو نہیں جانتے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ تو میرے رب نے خود لیا ہے یہ کافر

بیت اللہ کی رونق سے جلتے ہیں اللہ کی توحید سے اور وہاں کے امن وسکون سے انکو تکلیف ہوتی ہے یہ اللہ سے جنگ کا اعلان کرتے ہیں۔ وہاں کے حاکموں کو برا بھلا کہتے ہیں وہاں کے نظام کو کفریہ نظام کہتے ہیں جبکہ نبی کریمؐ نے فرمایا: ''جزیرہ عرب میں (نمازی حضرات) شیطان کی بندگی نہیں کریں گے شیطان مایوس ہو جائیگا۔'' (مسلم شریف)

اے ایمان والو! سرزمین توحید کی حفاظت کے لیے تیار ہو جاؤ تا کہ شیطان اور اس کے ساتھی مایوس و نامراد ہو کر لوٹ جائیں۔

مسلمانوں کے قبلہ کی طرف جس نے بھی میلی نظر ڈالی وہ خوار ہوا ہے۔ اے مسلمانوں ابابیل بنکر ابرہہ اور اس کے ساتھیوں کو نیست و نابود کر دو!

سورۃ الحج میں ''بیت العتیق'' کی تشریح کرتے ہوئے تیسیر القرآن کے مصنف نے لکھا ہے:
''عتیق کا ایک معنیٰ 'آزاد' کا ہے اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گھر پر کسی ظالم اور جابر بادشاہ کا قبضہ نہیں ہوسکتا اور ایسے حملہ آوروں کا وہی حشر ہوگا جو اصحاب الفیل کا ہوا تھا حتیٰ کہ یاجوج و ماجوج کی یورش کے بعد بھی تا قیامت بیت اللہ کا طواف اور حج آزدانہ طور پر ہوتا رہے گا چنانچہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیت اللہ کا نام 'بیت العتیق'' اس لیے ہوا کہ اس پر کبھی کوئی ظالم غالب نہیں ہوا۔'' (ترمذی)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(قیامت کے قریب) ایک لشکر کعبہ پر چڑھ آئے گا جب وہ بیداء کے کھلے میدان میں پہنچیں گے تو سب کے سب اول تا آخر تک زمین میں دھنسا دیے جائیں گے۔'' (بخاری کتاب البیوع)

البتہ قیامت کے بالکل نزدیک ایک چھوٹی پنڈلیوں والا کالا حبشی کعبہ کو گرانے آئے گا اور وہ اسے گرادیگا آپ ﷺ نے فرمایا: ''گویا میں کعبہ کے گرانے والے کو دیکھ رہا ہوں ایک کالا بھدا (قدم کے اگلے حصے کو قریب اور ایڑیوں کو دور کر کے چلنے والا آدمی) اس کا ایک ایک پتھر اکھیڑ رہا ہے۔'' (بخاری کتاب المناسک)

اور عتیق کے دوسرا معنی ہر وہ چیز ہے جس کے قدیم ہونے کے باوجود اس کی شرافت، نجابت اور احترام میں کوئی فرق نہ آئے زندہ جاوید اسی لحاظ سے کعبہ کو 'بیت العتیق' کہتے ہیں! خالد بن ولید کا پیغام امت مسلم کے نام!

موت لکھی نہ ہو تو موت خود زندگی کی حفاظت کرتی ہے
موت مقدر ہو تو زندگی دوڑتی ہوئی موت سے لپٹ جاتی ہے

زندگی سے کوئی زیادہ جی نہیں سکتا اور موت سے پہلے مر نہیں سکتا

دنیا کے بزدل کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ اگر میدان جہاد میں موت ہوتی تو اس خالد بن ولید کو موت بستر پر نہ آتی!

اے مسلم اگر تو غیرت مند ہے بہادر ہے اور قبلہ سے محبت کرتا ہے اور اگر تیرے اندر ایمان ہے تو اتر جا میدان جنگ میں نہ لوٹ کے آنا جب تک کہ دشمن بھاگ نہ جائے دشمن ذلیل وخوار ہو کر واپس لوٹ نہ جائے تب تک تو حرمین کی حفاظت کرتے رہنا!

تجھے طاغوت بہکائے گا پھسلائے گا تیرے آگے جال پھینکے گا تجھے تیرے وطن کی محبت کا سبق پڑھائے گا اگر تو مسلمان ہے تو اپنے مرکز الاسلام کی حفاظت کر پھر تیرا وطن اور تو خود محفوظ ہو جاؤ گے تو اللہ کے گھر کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت کرے گا تو دشمن کے سامنے صرف اپنا سینہ تان کے کھڑا ہو جا دشمن خوف سے بھاگ جائے گا اور دوبارہ جرأت نہ کریگا ورنہ آج اس نے تیرے قبلہ کی طرف بری نظر سے دیکھا ہے کیا خیال ہے وہ تجھے چھوڑ دیگا اگر تو اس سے ڈر گیا تو مر گیا اور اگر اس سے نہ ڈر کر مرا تو تو شہید ہے۔شہادت کو تو خود رسولوں نے مانگا شہادت کی دعا تو ہر مسلم مانگتا ہے پھر مکہ میں شہادت اور وہ بھی حرم کی پاسبانی کرتے ہوئے کتنے اعزاز کی بات ہے!۔

یاد رکھنا! جو کعبۃ اللہ کیلئے قربانی دینے سے منع کرے اس کا ایمان کمزور ہے ابابیل تو پرندے تھے جن کو شعور نہیں تھا اور ہم تو انسان باشعور مخلوق یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ابابیل حرم کی پاسبانی کیلئے دوڑ کے آئیں اور ہم اپنے دامن کو بچا کے رکھیں اللہ تو جیسے بھی چاہے اپنے گھر کی حفاظت کرسکتا ہے مگر کیا اے مسلم تو سوچ کہ اس قابل نہیں کہ یہ قربانی تیرے حصے میں آئے!

بس بات ایمان کی ہے اگر ایمان پختہ ہو اور ایمان کے مطابق عمل بھی ہوں تو ارادے بھی پختہ ہوا کرتے ہیں نہ کہ نواز شریف کی طرح پہلے سعودیہ کی حمایت کا اعلان کر دیا پوری دنیا نے سنا اور پھر حمایت سے انکار کر دیا اپنا بیان واپس لے لیا اتنی بڑی شخصیت کا ارادہ اس طرح ڈگمگاتا ہوا اچھا نہیں لگتا اور وہ بھی حرمین کے بارے بلکہ مسلم تو ارادے کا پکا ہوا کرتا ہے اگر ایمان ہو تو پھر ڈر نہیں ہوتا کیونکہ یہ تو ہمارا فرض ہے امت مسلمہ پر حرمین کا تحفظ فرض ہے!

ہر مسلمان کا ایمان ہے!
تحفظ حرمین پر جان بھی قربان ہے!

اے نواز شریف تو پیچھے ہٹ بھی جائے مگر یاد رکھنا کہ عالم اسلام کا بچہ بچہ سعودی عرب کیلئے کٹ مرنے کو تیار ہے کیونکہ سعودی عرب اور حرمین کا دفاع اسلام کا دفاع ہے جو کہتے ہیں کہ حرمین کا مسئلہ اور ہے سعودی عرب کا مسئلہ اور ہے یہ ظالم لوگوں کو فکری انتشار میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں یہ ظالموں کی سازش ہے حمایت حرمین شریفین کو کمزور کردیں اور باغیوں کو جرأت ہو اور سعودی عرب کے لئے خطرہ ہو حرمین کے مسئلہ سے بڑھ کر کوئی مسئلہ نہیں اس مسئلہ میں ہم سب کو متفق ہونا چاہیے ایمان پر مر مٹنے کا ارادہ ہونا چاہیے حرمین شریفین کی حفاظت اپنی جان سے بڑھ کر کرنی ہے حرمین کی طرف جو بھی میلی نظر سے دیکھتا ہے اس کی نظر پھوڑ دی جائے ہمیں اسلامی ممالک کی مدد کرنی چاہیے اور اسلام دشمن تمام ممالک سے نفرت اور لاتعلقی کا اظہار کر دینا چاہیے۔ کچھ ناعاقبت اندیش نے تو 1987ء میں بھی خانہ کعبہ پر حملہ کی کوشش کی تھی انہوں نے اپنا آپ خود ظاہر کر دیا ہے کہ ہم دشمن اسلام ہیں ہم کعبہ اور بیت اللہ کی رونق کو دیکھ نہیں سکتے جہاں صرف اور صرف اللہ واحد کی عبادت کی جاتی ہے اور محمد عربی ﷺ کی سنتوں کی پیروی کی جاتی ہے۔

اے دشمن حرمین شریفین سن لے ابھی اللہ واحد کی عبادت اور محمد عربی سے محبت کرنے والے زندہ ہیں تجھے حرمین میں ایک قدم بھی نہ رکھنے دیں گے بلکہ قدم رکھنے سے پہلے ہی تیرا وہ حشر کریں گے کہ کوئی اور تیری نسل کا یہ حرکت کرنے کا سوچ کر ہی کانپ جائے گا۔

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جنکی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

اظہار تعزیت

رواں مہینہ میں مولانا عبدالخالق محمدی (حال مقیم کویت) کی والدہ محترمہ بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

موصوفہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، صالحہ اور نرم دل خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بشری خطاؤں کو معاف فرما کر انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین

ادارہ مولانا عبدالخالق محمدی صاحب اور دیگر لواحقین سے اظہار تعزیت کرتا ہے اور ان کے غم میں شریک ہے۔

شریک غم / ادارہ "المنہاج" ملتان پاکستان

پاک سعودیہ دوستی ایک عظیم رشتہ اور پاسبانی حرمین

محمد عبداللہ رحمانی

قیام پاکستان ایک طویل جہد مسلسل کے بعد ممکن ہوا۔ یہ جہد مسلسل ایک طویل عرصہ پر محیط ہے۔ قیام پاکستان کا سفر کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ اکابرین نے آگ اور خون کا دریا عبور کرنے کے بعد پاکستان حاصل کیا۔ جب جغرافیائی لحاظ سے پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک اسلامی سلطنت کے طور پر اُبھرا تو عالمی ممالک کی تنظیم اقوام متحدہ میں پاکستان کو سب سے پہلے اگر کسی نے بطور اسلامی سلطنت تسلیم کیا اور حمایت کا اعلان کیا تو وہ ملک سعودی عرب تھا۔ 14 اگست 1947ء سے آج تک کوئی ملک پاکستان کے شانہ بشانہ ہے تو وہ سعودی عرب ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے اسکے لیے کوئی دلیل اور حوالہ درکار نہیں۔ پاک سعودیہ تعلقات اور پاک سعودیہ دوستی ہی اسکی زندہ وجاوید مثال، اسکا حوالہ اور اسکی دلیل ہے۔ اس عظیم دوستی کے تاریخی واقعات خود ہی تاریخ اور حوالہ ہیں۔ ہندوستان سے آئے ہوئے مہاجرین کی آباد کاری کا مسئلہ تھا تو سعودی عرب نے حل کرنے میں کردار ادا کیا تھا۔ بعدازاں بھی سینکڑوں تاریخی امثال موجود ہیں۔ مختصر یہ کہ جب 1998 میں آدھی سے زیادہ دنیا۔ عالمی طاقتیں، ہمارا ازلی دشمن بھارت اور خود کو سپر پاور کا حامل ملک ہونے کے اعزاز سے روکنے کے درپے تھے۔ پاکستان پر تاریخی عالمی دباؤ تھا کہ ایٹمی دھماکے نہ کرے اور ایٹمی طاقت نہ بنے۔ پوری قوم حکومت کے شانہ بشانہ تھی مگر عالمی سطح پر بلاشرکت غیرے صرف عالم اسلام کے عظیم محسن ملک سعودی عرب کی حمایت حاصل تھی یہاں تک کہ سعودی عرب نے اپنا تمام تر اخلاقی، سفارتی تعاون فراہم کرنے کے ساتھ کئی برس تک پاکستان کو مفت تیل فراہم کیا۔

اس سے بیشتر عرصہ قبل میاں نواز شریف کی پنجاب میں وزارت اعلی کے دور میں ایک عظیم سعودی ولی عہد کے شاندار تاریخی الفاظ پاکستان کیلئے کسی اعزاز سے کم نہیں جو انہوں نے شالامار باغ میں اہلیان لاہور سے مخاطب ہو کر کہے تھے ''حضرات میں یہاں سے صرف 20 کلومیٹر کے فاصلے پر ہندوستان سے دور کھڑا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ پاکستان میرا دوسرا گھر ہے'' یہ الفاظ محب پاکستان محبوب عالم اسلام شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کے تھے۔ صرف شاہ عبداللہؒ ہی نہیں بلکہ شاہ فیصلؒ، شاہ فہدؒ کی پاکستان سے محبت دنیا سے مخفی نہیں۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، پنجاب یونیورسٹی لاہور، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کی سالانہ کانفرنسز میں بھی سعودی عرب سے اہم شخصیات کی آمد وشرکت بھی پاکستان سے محبت کا ثبوت ہے۔ مزید یہ کہ یہ شخصیات اپنے شیڈول سے ہٹ کر بھی پاکستان سے محبت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے فوری منعقدہ تقاریب اور دعوتوں کو بھرپور پذیرائی بخشتے ہیں۔ الغرض پاک سعودیہ عظیم دوستی کی

حکمرانی لیول سے لیکر علمی، ثقافتی، تہذیبی، تدریسی اور عوامی لیول تک سینکڑوں خوشگوار امثال موجود ہیں۔ جو ایک مضمون، ایک تحریر اور صرف ایک کتاب میں نہیں سما سکتیں۔ جس طرح یہ دوستی، تعلق اور مضبوط رشتہ اسلام کی بنیاد پر عشاں اور واضح ہے بعینہ عالمی طاقتوں کو یہ ناپسند اور ناگوار بھی گزرتا ہے۔ یہاں تک پاکستان سے بھی کچھ لوگ اس خبث باطن میں مبتلا ہیں۔ اور بعض پرنٹ یا الیکٹرانک میڈیا سے تعلق رکھنے والے بھی اپنی تقریر و تحریر کے ذریعے زہر اگل کر اس خبث باطن کا اظہار بھی کرتے ہیں مگر یہ سب گھٹیا حرکات آسمان کی طرف منہ کر کے تھوکنے کے مترادف ہے۔ عام روٹین کے حالات میں بھی جہاں بعض لوگوں کو یہ دوستی گوارنہیں وہاں جب سعودیہ عرب اضطراب کے عالم میں، حوثی باغیوں کی ہرزہ سرائیوں۔ ناپاک عزائم کے اظہار کے بعد انکی سرکوبی کیلئے معرکہ آراء ہوا ہے۔ تو ایک طوفان برپا ہو گیا ہے۔ واویلا مچ گیا ہے۔ مکہ و مدینہ کی حفاظت کو غیروں کی جنگ قرار دے کر بہت سے دانشوروں، کالم نگاروں اور سیاستدانوں نے اپنی اصلیت دکھائی ہے۔ بعض نے منافقت اور بعض نے صدائے حق بلند کی ہے بعض منہ کی کھا چکے، کچھ اپنے خبث باطن کی سزا جلد پالیں گے۔ مگر حق اور اہل حق غالب آکر رہیں گے۔ اور اپنی اصلیت واضح اور برقرار رکھیں گے۔

اول الذکر تمام تر ٹھوس واضح حقائق اس بات کی عکاسی کرتے ہیں کہ جس طرح تحریک پاکستان کے تمام تر رہنما مسلمانان برصغیر کے عظیم محسن تھے۔ بالکل اسی طرح تعمیر پاکستان کے بعد سے لے کر اب تک ہمارا کوئی محسن ہے تو وہ بلا اختلاف سعودی عرب ہے۔ چنانچہ سعودی عرب نادیدہ قوتوں کی وجہ سے پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور اقوام متحدہ میں ان شرپسند عناصر کے تدارک کی بات کرتا ہے۔ اور پاکستان سے حرمین کے تحفظ کیلئے معاونت کی درخواست کرتا ہے یہاں تو گویا شور ہی برپا ہو جاتا ہے میڈیا میدان سنبھال لیتا ہے نام نہاد اینکرز اور دانشور اپنی غیر مناسب گفتگو و تجزیے پیش کرتے ہیں۔ کالم نگار اور ایک طبقہ اسے فرقہ واریت کے فروغ کی وجہ قرار دیتا ہے جبکہ ابرہہ ذہن کے مالک لوگوں کا دین اسلام سے دور دراز تک کوئی تعلق ہی نہیں تو سعودی عرب کی طویل سرحد کے دفاع حرمین کے دفاع کیلئے پاکستان کی طرف سے معاونت فرقہ واریت کیسے؟ کہا جاتا ہے کہ وہ ایران کے ہم مسلک ہیں تو ایران ناراض ہو جائے گا۔ تو بھائی ایران کی ناراضگی ہم برداشت نہیں کر سکتے مگر افسوس کہ ہم محسن کو انکار کر سکتے ہیں۔ ایران کی ناراضگی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان شرپسندوں کا کسی نہ کسی انداز میں معاون ہے اگر اسے پاکستان کی سعودی معاون پالیسی پر ناراضگی ہو گی۔ خیر سعودی عرب کی طرف سے تحفظ حرمین کیلئے معاملہ پاکستان کی پارلیمنٹ میں لے جایا جاتا ہے وہاں اس دن وہ لوگ بھی آن پہنچتے ہیں جنہوں نے اس اسمبلی کو جعلی، جھوٹی اسمبلی قرار دیا تھا اور اسے گرانے آگ لگانے کی باتیں بھی کی تھیں۔ مگر کارروائی شروع

ہوتی ہے۔قرارداد پیش کی جاتی ہے اس پر بحث کیلئے ایسے منتخب بندوں کو وقت دیا جاتا ہے اور ایسی گھٹیا گفتگو کی جاتی ہے لیکن پہلے کئی مواقع ایسے آئے کہ بہت سارے ایشوز پر میڈیا کو لائیو کوریج نہیں کرنے دی گئی کیونکہ اسمبلی کی کاروائیوں، انکے خطابات، بعدازاں کے تجزیوں، کالموں سے عوام کا ذہن اور رجحان بنتا ہے مگر یہاں انتہائی غیر مناسب تقاریر کو مسلسل لائیو دکھایا جاتا رہا۔ تجزیے، کالم، مضامین حقائق کے خلاف اور برعکس لکھے گئے۔مگر وزیراعظم اور پرویز رشید نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ پرویز رشید پاک زمبابوے میچ میں کرکٹر دھماکے کی خبر نشر نہ کرنے کا نوٹس کو ایک منٹ میں سب میڈیا ہاؤسز کو کر گئے مگر سعودی عرب کے خلاف کسی غیر مناسب تقریر و تحریر کو نشر ہونے سے منع نہ کر پائے۔ خیر کرتے کراتے ہماری اسمبلی میں ایک عجیب و غریب قسم کی قرارداد منظور کی گئی کہ اگر حرمین کے تقدس کو خطرہ ہوا تو ہم ہر ممکنہ تعاون کریں گے اور دفاع کریں گے'' یہ قرارداد حکومت کا رویہ، اراکین اسمبلی، سینیٹرز، میڈیا پرسنز کے رویے طوطا چشم ہونے کا واضح ثبوت ہیں۔ ہم نے ضرورت کے وقت دنیا میں طوطا چشم قوم خود کو ثابت کر دیا جو کہ انتہائی افسوس ناک امر ہے۔ بھائی اب خطرہ نہیں ہے تو پھر کب ہو گا وہ کیسی صورتحال ہو گی۔ دشمن بیان دے رہا ہے عزائم کا اظہار کر رہا ہے مگر ہم ایک عجیب و غریب بات دہرا رہے ہیں کہ جب ضرورت پڑی تو مدد کریں گے۔ ارے! ضرورت پڑی تھی تو انہوں نے معاونت مانگی۔ رہی بات جسے سب سے زیادہ اور اہم قرار دیا جاتا ہے وہ یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ خود ہی اپنے گھر کی حفاظت کرنے والا ہے اور روضہ رسول ﷺ کی بھی حفاظت کرے گا۔ دوسری بات یہ کہ جاتی ہے کہ جب ابرہہ آیا تھا تو اس نے اس وقت کے متولی کعبہ کے جانور (مال ومتاع) پر قبضہ کر لیا تھا تو ابرہہ کو اس متولی کعبہ نے کہا تھا کہ ہمارا مال چھوڑ دو کعبہ جانے اور اس کا مالک حقیقی (جس کا گھر ہے) وہ جانے تو تب اللہ نے پرندوں کے ذریعے دفاع کیا کہ نہیں کیا؟ یہاں تک کہ ہاتھیوں کے لشکر کو نشانِ عبرت بنا دیا۔ یہ باتیں بالکل بجا اور یقینی برحقیقت ہیں مگر واضح رہے اور سوال یہ ہے کہ کیا عبدالمطلب امت محمدیہ میں سے تھے؟ انکے پاس کوئی اسلامی لشکر تھا؟ یقیناً اللہ حرمین کا محافظ ہے مگر ہماری غیرت ایمانی بھی ہے کہ نہیں؟ پاکستانیوں کو کعبہ کی دیواروں روضہ رسول ﷺ کی جالیوں مدینے کی مٹی سے بھی عشق ہے مگر افسوس کا مقام ہے کہ وہ اس انتظار میں ہیں کہ کوئی خطرہ ہوا تو چلیں گے۔ پہلے ان لوگوں کے نزدیک کوئی خطرہ نہیں تھا مگر اب (2) خودکش دھماکے ہو چکے ہیں یہ خطرہ نہیں تو اور کیا ہے؟ جب غیور قوم کے جذبات کے برعکس قرارداد سامنے آئی تو اس پر عرب امارات وزیر نے ردعمل کا اظہار کیا تو جناب وزیر داخلہ چوہدری نثار کافی سیخ پا ہو گئے اور اسے اندرونی معاملات میں مداخلت قرار دیا۔ ایسا انہوں نے کبھی ایران، بھارت کی گیدڑ بھبھکیوں کے متعلق تو نہیں کیا۔

عمران خان نے دھرنا دیا ہوا تھا اور چینی اعلیٰ حکام کے وفد کا دورہ منسوخ ہو گیا تھا تو حکومت ن

لیگی اراکین رہنما پی ٹی آئی پر سخت برہم ہوئے۔آج بھی اس کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اگر دھرنا نہ ہوتا تو پاک چائنہ تعلقات مزید خوشگوار ہوتے اور منصوبے بروقت مکمل ہوتے چائنہ ناراض بھی نہ ہوتا۔مگر پی ٹی آئی نے جب کھلم کھلا سعودی عرب حمایت قرارداد کی مخالفت کی تب تو کسی حکومتی اور ن لیگی رکن نے یہ نہیں کہا کہ سعودی عرب بھی دوست ملک ہے وہ ناراض ہو جائے گا۔اب حلقہ ن لیگ سے سارا الزام پی ٹی آئی پر دھرا جا رہا ہے۔مگر جو قراردادیں ہم نے منظور کرنی ہوں وہ ہم کسی کے بائیکاٹ ،مخالفت کے باوجود اپنی اکثریت اور چند دیگر لوگوں جماعتوں کو ساتھ ملا کر منظور کر لیتے ہیں اور یہاں ہم نے یہ کہہ دیا کہ پارلیمنٹ نے حمایت پاس نہیں کی واہ کیا ہم دوغلے معیار پر اتر آئے۔افسوس!وہ بھی حرمین کیلئے واضح بات ہے۔ہم جو کرنا چاہیں کر گزرتے ہیں۔مگر ہم نے اس معاملے میں حزب اختلاف کے اختلاف کو مجبوری اور ڈھال بنا کر جان چھڑالی باوجود اسکے کہ 23 مئی کو وزیر اعظم نے سعودی عرب میں آرمی چیف کے ہمراہ شاہ سلمان سے سعودی عرب میں ملاقات میں بھی یقین دہانی کرائی۔اسی طرح مقرن بن عبد العزیز، محمد بن نائف سے ملاقات میں بھی یہی بات کی۔پھر وزیر مذہبی امور شیخ صالح بن عبدالعزیز آئے۔چیف ایڈوائزر مذہبی امور ڈاکٹر عبدالعزیز کو بھی ہمارے وزیر مذہبی امور و دیگر حکومتی اراکین نے خوب یقین دہانیاں کرائیں۔مگر عملاً اسکے برعکس رویہ دکھایا۔ایک بات اور ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ سوات، بونیر، شانگلہ اور بلوچستان میں۔اگر کوئی حکومتی رٹ کو نہ جانے تو وہاں آپریشن درست، یمن میں کوئی بیرونی مداخلت کی آشیر باد پر بغاوت کرے اور یہاں تک کہ مکہ و مدینہ کے متعلق برے عزائم کا اظہار کرے تو انکے خلاف کاروائی کیوں نہ ہو؟ وہاں مذکرات کی بات یاد آجاتی ہے، یہاں ایک مذاکراتی کمیٹی بنی، قوم کے اربوں ضائع کر لیے گئے اور مذکرات نہ ہو سکے تو بے نتیجہ پھر اس پر مٹی ڈال دی گئی۔ وہاں کیسے مذکرات ہوں کس سے ہوں کس کے ذریعے ہوں؟ یہاں تو ہمارے پاس ذرائع بھی تھے۔ دراصل یہ تمام الجھاؤ اغیار، طاغوت کی امت مسلمہ کے خلاف سازشیں ہیں کہ ایک اسلامی ملک دوسرے اسلامی اور اپنے محسن ملک کی حمایت کا واضح اعلان نہیں کر سکا۔اس ضمن میں دینی جماعتوں کا کردار قابل تحسین ہے۔کیونکہ پاکستان سعودی عرب کی حمایت سے لیڈنگ (قائدانہ) پوزیشن پر آجاتا ہے مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا۔مگر دینی جماعتیں بالخصوص مرکزی جمیعت اھل حدیث اور اہل حدیث یوتھ فورس کا کردار اور کاوشیں قابل ستائش ہیں۔انہوں نے پارلیمنٹ کی دوغلی قرارداد کو نہ صرف مسترد کیا بلکہ اسکی اصلیت بھی عوام کو بتلائی انہوں نے تحریک تحفظ حرمین شریفین کامیابی سے جاری وساری رکھی ہوئی ہے پروفیسر علامہ ساجد میر صاحب، ڈاکٹر حافظ عبدالکریم صاحب، حافظ ذاکر الرحمٰن صاحب، افضل شیخ اور انکے رفقاء کرام مبارک باد کے مستحق ہیں کہ وہ اس عظیم مشن کو لے کر چل رہے ہیں۔تب امام کعبہ الشیخ

خالد الغامدی مرکز اہل حدیث لاہور تشریف لائے تو ان کا بھرپور اور تسلی بخش دورہ تھا۔ انہوں نے علمائے کرام سے خطاب، پیغام چینل کا وزٹ، علماء سے فرداً مصافحہ اور راسکے بعد فلیٹیز ہوٹل میں شاندار خطاب کیا۔ جہاں لوگ دن کے 11 بجے سے پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ امام کعبہ الشیخ خالد الغامدی نے ان حوثیوں کی حقیقت کو واضح کیا کہ وہ خارجی ہیں انکے ناپاک عزائم بتلائے اور اسکے مقابلے میں سعودی عرب کی کاوشوں کو بتلایا اور امت مسلمہ کی غیرت ایمانی کو جوش دلایا کہ اپنی عقیدتوں کے محور مکہ و مدینہ کے تحفظ کیلئے ہمہ وقت تیار رہیں وہاں ہال میں موجود ہزاروں لوگوں نے حرمین کے تحفظ کیلئے مر مٹنے کے عزم کا اعادہ کیا۔ امام کعبہ نے فرقہ واریت کی مذمت کی اور قرآن و حدیث پر اتفاق کا درس دیا۔

حرمین ہماری عقیدتوں کا محور ہے۔ امت مسلمہ کے دلوں کی دھڑکن سعودی عرب ہے۔ سعودی عرب کے موجودہ فرمانروا شاہ سلمان کسی نعمت سے کم نہیں انہوں نے امریکی صدر کو دن میں تارے دکھا دیئے ہیں جب اذان سن کر وہ انہیں وہیں کا وہیں چھوڑ کر چل دیے اور بعد ازاں اوبامہ کی زیر صدارت اجلاس میں شرکت سے بھی انکار کیا۔ اینکر پرسن کچھ بھی کہیں، دانشور، کالم نگار جو مرضی لکھیں، عمران خان، اسکے رفقاء جتنی قراردادوں کی مخالفت کرلیں، سعودی عرب کے احسانات اگر ان کو بھول جائیں، پارلیمنٹ جتنی دوغلی اور دوہری بن جائے۔ پاکستان کا غیرت مند بچہ، بوڑھا اور جوان حرمین کی حرمت پر کٹ مرنے کو تیار ہے۔ اگر حکومت سے خود کچھ نہیں ہوسکتا وہ حرمین کے ان شاھینوں، شہبازوں کو حرمین جانے دے جنہوں نے پاکستان کے کونے کونے، چپہ چپہ، گلی گلی، نگر نگر، کوچہ کوچہ سے سینیٹر ساجد میر اور حافظ عبدالکریم کی زیر قیادت حرمین پر مر مٹنے کا عزم کیا ہے۔ ملتان میں مفتی مولانا عبدالرحمٰن شاہین کی زیر قیادت سعودی حرمین شریفین موومنٹ بنی ہے اس میں جن نوجوانوں نے عزم کیا ہے انہیں حرمین جانے دیا جائے۔ پاکستان کے آرمی چیف جنرل راحیل شریف امت مسلمہ کی لیڈنگ کریں اور تمام شر پسندوں کا قلع قمع کر دیا جائے تاکہ آئندہ کوئی ایسی میلی آنکھ حرمین کی طرف نہ اٹھا سکے۔ آیئے عزم کا اعادہ کریں۔ اقبال سے ذرا معذرت کے ساتھ

خون دل دے کر نکھاریں رخ برگ گلاب
ہم نے حرمین شریفین کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

آخر میں مبارک باد اور خراج تحسین اس مجلّہ کے منتظمین کو جنہوں نے اس خاص ایڈیشن کا اجراء کیا ہے اور مجھ ناچیز کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کو اس مجلّہ میں شائع ہونے کا موقع دیا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالٰی اس مجلّہ کے منتظمین کو اجر عظیم سے نوازے اور اسے دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

حرمین شریفین کے مشہور کتب خانے

ابو عمر سوہدروی

دنیا کی سب سے جان دار اور شان دار کتاب ''قرآن مقدس'' ہے اور یہ اس کائنات کا زندہ جاوید معجزہ بھی ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی اور سب سے زیادہ فروخت ہونے کتاب یہی ''قرآن مجید'' ہے یہ کتاب مکہ میں نازل ہونا شروع ہوئی اور مدینہ میں مکمل ہوئی۔ مکہ اور مدینہ کو حرمین شریفین کہا جاتا ہے۔

دنیا کے تمام علوم کا سرچشمہ قرآن مقدس ہے اس دعویٰ کی دلیل قرآن مجید کی ساڑھے سات سو سے زائد سائنسی آیات ہیں جو سائنس فکشن پر مبنی ہیں۔ قرآن مجید گزشتہ علوم واسرار کو بھی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اس لیے قرآن کے بعد جتنی کتابیں لکھی جا رہی ہیں یا جو کتب قرآن سے پہلے لکھی گئیں ان سب کا درجہ قرآن کے بعد ہی آتا ہے۔

قرون اولیٰ سے ہی کتابوں کو جمع کرنے اور ان کو محفوظ کرنے کی روایت چلی آرہی ہے۔ مختلف اسلامی ادوار میں مسلمان حکمرانوں نے کتب خانوں کو بہت اہمیت دی۔ یورپ کی تمام ترقی اپنی اسلامی کتب خانوں کی مرہون منت ہے۔ جب اندلس میں مسلمان حکمران تھے تو ہر گھر میں کتب خانہ موجود ہوتا تھا۔ اسی کی تقلید میں آج یورپ کے ہر بس سٹاپ پر کتب خانہ ہوتا ہے لوگ بس کے انتظار میں فارغ اوقات میں مطالعہ کرتے ہیں۔

کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ امریکہ کے تمام عظیم اور چھوٹے کتب خانے ''پینٹا گون'' (دفاعی اور فوجی ادارہ) کو تحقیق کے لیے کتب مہیا کرتے ہیں۔ جماعت اہل حدیث کے عظیم عربی ادیب اور مفسر شیخ محمد حنیف ندویؒ فرمایا کرتے تھے:

''کسی کو کتاب دینا بہت بڑی بے وقوفی ہے اور کسی سے کتاب لے کر اس کو واپس کرنا اس سے بڑی بے وقوفی ہے''۔

اسلام کا آغاز چونکہ مکہ اور مدینہ سے ہوا تھا اور قرب قیامت انہی دونوں مقدس شہروں میں اسلام باقی رہے گا اور باقی شہروں اور علاقوں میں اجنبی بن جائیگا اس لیے دین اسلام کی حقانیت کیلئے کتاب اور کتب خانوں کا تذکرہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے جس کے لیے حرمین شریفین کے چند مشہور کتب خانوں کا تعارف کروایا جاتا ہے تاکہ عوام الناس تحقیق کی جستجو پیدا کر کے دین اسلام کی صحیح روح دلوں میں اجاگر کر سکیں۔

مکہ مکرمہ کے مشہور کتب خانے:

۱۔حرم لائبریری:

یہ ایک قدیم لائبریری ہے۔اس کی اہمیت حرم شریف کی مرہون منت ہے اس میں اہم اسلامی کتب اور نادر مخطوطے موجود ہیں۔شائقین علم کے لیے اس کے دروازے صبح وشام کھلے رہتے ہیں اور علماء اس سے استفادہ کرتے رہتے ہیں۔یہ کتب خانہ باب ملک فھد کے اوپر دوسری بلڈنگ میں واقع ہے۔

۲۔جنرل لائبریری

یہ عظیم الشان لائبریری ہے۔جس کا انتظام وانصرام محکمہ تعلیم کے سپرد ہے۔اس میں ہر قسم کی کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے۔ان کتابوں کے عظیم ذخیرہ میں ہر شخص کو مطلب کی باتیں مل سکتی ہیں۔یہ کتب خانہ مکہ مکرمہ کے محلّہ زاہر میں واقع ہے۔

۳۔جامع فرقان لائبریری:

اس میں دینی اور ثقافتی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔اس کتب خانے کے بارے شیخ ناصر بن مسفر زہرانی فرماتے ہیں۔''شائقین علم نے اسے بہت پسند کیا ہے۔علماء نے اس کی بہت قدر کی ہے۔شہریوں نے بڑھ چڑھ کر اس کی مدد کی ہے۔یہ اہل سنت (اہل حدیث) کے لیے منارۂ علم کی حیثیت رکھتی ہے کیوں کہ اس میں کسی بدعتی، غالی اور گمراہ کی کوئی کتاب نہیں''۔

یہ کتب خانہ محلّہ ''عوالی'' میں واقع ہے۔

۴۔جامعہ ام القریٰ لائبریری:

یہ بہت شان دار لائبریری ہے جس میں ہزاروں قیمتی اور نایاب کتب موجود ہیں اور یہ کتب بہت مفید ہیں۔

۵۔مکہ لائبریری:

اس میں نادر ونایاب مخطوطے بہترین تالیفات اور بے مثال تصنیفات موجود ہیں۔مختصر ہونے کے باوجود اس کی کتابیں اور مخطوطے انتہائی مفید ہیں اور شائقین علم کی پیاس بجھاتے ہیں۔یہ کتب خانہ حرم شریف کے قریب واقع ہے۔

مدینہ منورہ میں بہت سے کتب خانے ہیں۔بعض تو وقف ہیں اور بعض ذاتی۔اس کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی اور علمی تنظیموں کی اپنی لائبریریاں بھی ہیں جن میں چند مشہور کتب خانوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔محمودیہ لائبریری:

کتابوں کی کثرت، انتظام اور شہرت کے لحاظ سے مدینہ منورہ میں ''عارف حکمت لائبریری''

کے بعد دوسرا بڑا کتب خانہ ''محمودیہ لائبریری'' ہی ہے۔اسے سلطان محمود ثانی عثمانی ۱۲۳۷ھ بمطابق ۱۸۲۱ھ میں قائم کیا تھا اور اسے اس کے ساتھ ملحق کر دیا تھا جسے سلطان قاتیبائی کے عہد میں جاری کیا گیا تھا۔سلطان محمود نے اسے مدینہ منورہ کے طلباء کے لیے وقف کر دیا۔ پہلے پہلے یہ کتب خانہ مسجد نبوی کی مغربی جانب باب السلام کے سامنے واقع تھا پھر اسے مسجد نبوی کی مغربی جانب ہی باب الصدیق کے اوپر منتقل کر دیا گیا۔ پھر اسے شاہ عبدالعزیز لائبریری مدینہ منورہ میں منتقل کر دیا گیا۔محمودیہ لائبریری میں تقریباً تین ہزار صد چودہ (3314) نادر اور قیمتی مخطوطوں کا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ مخطوطے مشہور محدث شیخ محمد عابد سندھیؒ کے وقت سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲۔عارف حکمت لائبریری:

محققین کے نزدیک اس لائبریری کو بھی مدینہ منورہ کی دیگر لائبریریوں کی طرح خاص اہمیت حاصل ہے۔اسے شیخ الاسلام احمد عارف حکمت نے ۱۲۷۰ھ میں قائم کیا تھا اور اس کے لیے پانچ ہزار (5000) سے زائد کتب وقف کی تھیں۔ یہ کتب خانہ اپنی نفیس مطبوعات اور مخطوطات کی وجہ سے بہت مشہور ہوا۔جس انتظام اور حفاظت کے لحاظ سے بھی اسے مدینہ منورہ کا بہترین کتب خانہ شمار کیا جاتا تھا اور بعد میں بعض حضرات کی طرف سے بطور ہدیہ وقف کی جانے والی کتب اس میں شامل کی گئیں۔

۳۔مسجد نبوی لائبریری:

سید عبید مدنی کے مطالبے پر ۱۳۵۲ھ میں حرم مدنی میں لائبریری قائم کی گئی تھی اور اسے مسجد نبوی کی اوپر والی منزل میں رکھا گیا تھا۔حرم نبوی کی توسیع کے وقت یہ منزل ختم کی گئی تو یہ لائبریری اوقاف لائبریریز کمپلیکس کے مرکز میں منتقل کر دی گئی۔جس کے زیر انتظام مدینہ منورہ کی پبلک لائبریری اور محمودیہ لائبریری بھی تھیں۔۱۳۹۹ھ میں اس لائبریری کو اس کی موجودہ جگہ میں حرم نبوی کی شمالی جانب ''باب عمر'' کے اوپر منتقل کر دیا گیا۔ پہلے یہ لائبریری مدینہ منورہ کے محکمہ اوقاف کے زیر انتظام تھی بعد میں اسے ادارہ شئون حرمین شریفین کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔ اس لائبریری میں بہت سی شخصی وقف کتب خانے اور انفرادی عطیات شامل ہیں۔

مدینہ منورہ پبلک لائبریری:

یہ لائبریری مدینہ منورہ کی نسبتاً جدید لائبریریوں میں شامل ہے۔اس لائبریری کا کلی دارومدار لوگوں سے تحائف میں ملنے والی ذاتی اور درسی لائبریریوں پر ہے۔ اس کے قیام، انتظام اور اس کے ضروری فرنیچر کی فراہمی کا تمام تر سہرا شیخ جعفر فقیہ کے ہے۔یہ لائبریری ۱۳۸۰ھ بمطابق ۱۹۶۰ء میں قائم ہوئی۔اس کی عمارت حرم نبوی کی جنوبی جانب اوقاف لائبریریز کمپلیکس میں ہے۔اس کے ذخیرہ کتب

میں مطبوعات اور مخطوطات کی تعداد بارہ ہزار دوصد باون(12252) ہے یہ کتب خانہ ہر روز کھلتا ہے لیکن کتاب باہر لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ان وقف کتب خانوں کے پہلو بہ پہلو اور بھی بڑے بڑے کتب خانے پائے جاتے ہیں جن میں کتابیں اور مخطوطات کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔اور بے شمار قارئین اور محققین ان سے مستفید ہوتے ہیں۔مثلاً شاہ عبدالعزیز لائبریری۔اسی طرح یونیورسٹیوں کی لائبریریاں، مثلاً جامعہ اسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) کی لائبریری۔

آج دنیا جدید الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کی گرویدہ ہے اور بظاہر انٹرنیٹ کے مقابل کتابوں کی اہمیت کم لگتی ہے لیکن یہ بات مسلم ہے کہ کسی دور میں بھی کتابوں کی اہمیت گھٹ نہیں سکتی۔دنیا کی ہر بڑی اور چھوٹی یونیورسٹی میں تعلیم وتدریس بغیر کتابوں کے نہیں ہو سکتی۔الیکٹرانک میڈیا کئی سہاروں پر چلتا ہے مگر کتاب بغیر کسی سہارے کے چلتی ہے اور اسے بآسانی کہیں بھی کسی ویرانے میں بھی لے جا سکتا ہے۔ کتاب کا مطالعہ انسانی روح کو تازہ دم بنا دیتا ہے۔

ایک اہم اعلان

بلدۂ ملتان میں مولانا سلطان محمود محدث افغانی ثم ملتانی اور ان کے خانوادۂ کی کافی علمی ودینی خدمات ہیں ''مولانا سلطان محمود ملتانی اور ان کا خانوادۂ علمی'' کے عنوان سے ایک کتاب زیر ترتیب ہے۔جس میں مولانا سلطان محمود ملتانی، مولانا عبدالحق محدث ملتانی، مولانا عبدالعزیز ملتانی، مولانا شرف الحق ملتانی اور مولانا شمس الحق ملتانی کی حیات، خدمات اور آثار کا دلآویز تذکرہ ہوگا۔ان شاء اللہ العزیز

تمام اہل علم وقلم اپنے مضامین درج ذیل پتہ پر ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔حافظ ریاض احمد اثری، مدرس مرکز ابن القاسم محمود کوٹ بوسن روڈ ملتان

تبصرۂ کتب

نام کتاب: مولانا عبدالوھاب محدث دھلوی اوران کا خاندان
مصنف: محمد رمضان یوسف سلفی
ناشر: جماعت غرباء اھل حدیث کراچی
تبصرہ نگار: ابن شرف الدین دنیاپوری
صفحات: 493

زیر نظر کتاب ''مولانا عبدالوھاب محدث دھلوی اوران کا خاندان'' مولانا محمد رمضان سلفی کی ایک اہم تصنیف ہے۔ فاضل مصنف جماعت کے علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں، ان کی تخلیقی کاوش پر تبصرہ حاضر خدمت ہے۔

برصغیر پاک وھند میں قرآن وسنت کی نشرو اشاعت، احیاء سنت واستیصال بدعت اور جذبہ اتباع شریعت میں جن رجال خیر اور علمی خاندانوں نے خدمات جلیلہ اور مساعی حسنہ انجام دیں ان میں مولانا عبدالوھاب محدث دھلوی اوران کا خانوادۂ علمی قابل تعریف ہے۔ مولانا عبدالوھاب محدث دھلوی برصغیر پاک ھند کے عظیم عالم دین، داعی حق اور متبع سنت تھے۔ ان کی خدمات کا دائرہ خاصا وسیع ہے۔ قرآن وسنت کی ترویج میں مولانا موصوف نے جانفشانی سے کام لیا۔ وہ سنت رسول ﷺ کے احیاء میں کسی بھی مصلحت کا شکار نہیں ہوتے تھے۔ ان کے رگ وپے اور نس نس میں تمسک بالسنۃ کا جذبہ موجزن تھا۔ احیاء سنت کی مثالیں کافی ہیں ان میں ایک بڑی مشہور بات ہے جن دنوں دھلی ھندوؤں اور سکھوں کی شورش کے پیش نظر گورنمنٹ برطانیہ نے گائے کے ذبیحہ پر پابندی عائد کردی تھی پورے ھندوستان سے جس مرد حق نے جرأت ایمانی اور اسلامی غیرت وحمیت کا مظاہرہ کیا وہ محی السنۃ مولانا عبدالوھاب محدث دھلوی ہی تھے۔ یہی جذبہ احیاء سنت اور ولولہ عمل بالحدیث انہوں نے اپنے تلامذہ اور آل واولاد میں بھی اجاگر کرلیا تھا۔ ضروری تھا کہ اس داعی حق اور اس کے عالی مرتبت خاندان کے دیگر علمائے کرام کی دینی، تبلیغی، تدریسی، تصنیفی، اور تنظیمی خدمات کو حیطۂ تحریر میں لایا جائے یہ ضرورت برادرم گرامی مولانا سلفی صاحب نے پوری کردی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں محترم سلفی صاحب نے چودہ اصحاب علم وعمل کا دلآویز تذکرہ کیا ہے۔ لائق مصنف نے مولانا عبدالوہاب محدث دھلوی اوران کے خاندان کی علمی، دینی، تدریسی، تبلیغی اور تصنیفی خدمات خوبصورت انداز میں جمع کردی ہیں۔ یہ کتاب خاندان مولانا عبدالوہاب کے بارے معلومات کا خزینہ ہے۔ روایتی انداز سے ہٹ کر اگر کتاب کو ابواب اور فصول کی صورت میں پیش کیا جاتا اور اس کی

فہرست کو جامع بنایا جاتا تو اس کتاب میں مزید جدت اور نکھار پیدا ہو جاتا۔ بعض مقامات پر کمپوزنگ کی اغلاط رہ گئی ہیں آئندہ اشاعت میں ان کی اصلاح کر لی جائے۔

منجملہ کتاب وقیع معلومات کا مجموعہ ہے۔ مصنف کا اندازِ نگارش شگفتہ، سلیس اور رواں ہے۔ محترم سلفی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بڑی محنت، جانفشانی سے اس خانوادۂ علمی کے بارے معلومات جمع کر دی ہیں۔ یقیناً یہ کتاب شائقین کے ذوق مطالعہ کو جلا بخشے گی۔ تنقید کا مشغلہ بڑا آسان ہے لیکن معلومات کو خاص انداز میں حوالہء قرطاس کرنا، اپنے مافی الضمیر کا خوب صورت پیرائے میں اظہار کرنا اور معزز قارئین کی ضیافت طبع میں چاشنی پیدا کرنا خاصا مشکل عمل ہے اور اس مشکل عمل میں فاضل مصنف کامیاب نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سلفی صاحب کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور انہیں مزید ہمت اور توفیق بخشے تاکہ وہ اس سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ خدمات انجام دے سکیں۔ آمین یارب العالمین۔

مجلہ تفہیم الاسلام کی اشاعت خاص

بعنوان : قانون ناموس رسالت اور تہذیبی تصادم

ناشر : ادارہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور

صفحات : 34

تبصرہ نگار : ابن شرف الدین دنیاپوری

حضرات انبیاء کرام اس کائنات کی وہ معصوم ہستیاں ہیں جو براہ راست خالق کائنات سے تعلیم وتزکیہ اور فیض یابی کا شرف واعزاز رکھتی ہیں۔ منصب رسالت کوئی عام منصب نہیں ہے یہ ایک عظیم ترین عہدہ ہے اور اس عہدہ جلیل پر اللہ تعالیٰ اسے ہی فائز کرتے ہیں جو اس کے اہل ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿الله أعلم حيث يجعل رسالته﴾ (الأنعام:124)

''اللہ بخوبی جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں رکھے''۔

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ منصب رسالت کیلئے اس شخص کو منتخب کرتا ہے جو اس کا اھل ہو۔ حضرات انبیاء ورسل اللہ تعالیٰ کا حسن انتخاب ہیں۔ جناب آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام انبیاء ورسل برحق اور قابل صد احترام ہیں۔ دین اسلام بلاتفریق تمام انبیاء ورسل کی تعظیم وتوقیر کا درس دیتا ہے اور کسی بھی نبی رسول کی توہین، تنقیص اور گستاخی پسند نہیں کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت بھی دی ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض﴾ (البقرۃ:253)

''یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے''

ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

﴿ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض﴾ (الاسراء:55)

''یقیناً ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے''

ان آیات سے یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ بعض نبیوں ورسل کی بعض پر فضیلت ہے۔ کتاب وسنت کی نصوص کثیرہ سے تمام انبیاء ورسل پر نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی فضیلت بھی ثابت ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے تذکار کو اللہ تعالیٰ نے بلند کیا' فرمان ربانی ہے:

﴿ورفعنا لک ذکرک﴾ (الم نشرح:4)

''ہم نے تیرے ذکر کو بلند کر دیا''

پیغمبر مصطفیٰ علیہ السلام کی شان وعظمت اس قدر بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایسے انعامات ،خصوصیات سے نوازا آپ ﷺ سے قبل کسی اور نبی کو عطا نہیں کیں ان خصوصیات میں سے ایک خصوصیت رسالت محمدیؐ کی عالمگیریت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خصوصیت کا قرآن مقدس میں متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے۔ فرمایا:

﴿وما ارسلناک إلا کافة للناس بشیرا ونذیرا ولکن أکثر الناس لا یعلمون﴾ (سباء:28)

''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے''

اور ایک جگہ یوں فرمایا:

﴿تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا﴾ (الفرقان:1)

''بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تا کہ وہ تمام لوگوں کیلئے آگاہ کرنے والا بن جائے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے فرمان میں اس خصوصیت کا یوں تذکرہ فرمایا:

﴿وکان النبی یبعث الی قومه خاصة وبعثت الی الناس کافة﴾

''پہلے نبی صرف اپنی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا۔ اور مجھے کائنات کے تمام انسانوں کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' [بخاری (438) مسلم (521) واللفظ للبخاری]

رسول اللہ ﷺ کی عالمگیر رسالت کے اثبات میں اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر واضح فرمایا۔

﴿قل يا أيها النا س إني رسو ل الله إليكم جميعا الذي له ملك السموا ت والأرض لا اله إلا هو يحي ويميت فا منو ا با لله ورسو له النبي الأ مي الذي يؤ من با لله و كلماته واتبعوه لعلكم تهتدون﴾ (الاعراف:158)

''کہہ دیں کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آجاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسالت محمدی کی عالمگیریت واشگاف الفاظ میں بیان فردی ہے اور آپ ﷺ پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے اس سے پہلے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کیلئے کامیابی کا اعلان فرمایا ہے جو رسول اکرم ﷺ پر ایمان لے آتے ہیں اب کامیابی صرف محمد کریم ﷺ پر ایمان لانے اور دین اسلام کو اختیار کرنے میں ہے۔

رسالت محمدی پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفی ﷺ کی عزت وتوقیر کا بھی حکم دیا ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿إنا ارسلنا ک شا هدا و مبشر او نذ يرا لتؤ منوا با لله ورسو له و تعزرو ه و تو قروه و تسبحو ه بكر ة وأصيلا﴾ (الفتح: 9.8)

''یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو، اور اس کا ادب واحترام کرو اللہ تعالیٰ کی صبح وشام تسبیح (پاکی) بیان کرو''

رسول اکرم ﷺ کی اس خصوصیت کو اکثر لوگوں نے ٹھکرا دیا۔ یہود ونصاریٰ تعصب کا شکار ہو گئے۔ آغاز اسلام سے ہی انہوں نے آپ کی نبوت ورسالت اور عظمت شان کا انکار کر دیا کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ نے شان مصطفیٰ میں سوء ادبی اور گستاخی کی اور آپ کا مذاق اڑایا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے گستاخان کا بھرپور رد کیا اور اپنے نبی کریم ﷺ کا خوب دفاع کیا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿انا كفينا ک المستهز ئين﴾ (الحجر:95)

''بے شک ہم تجھے مذاق اڑانے والوں کے مقابلے میں کافی ہیں''

عہد رسالت سے لے کر ہر دور میں گستاخان رسول نے رسول اکرم کی شان میں توھین، تنقیص اور تکذیب کا کسی نہ کسی صورت میں اظہار ضرور کیا ہے عصر حاضر میں جب اسلام کی حقانیت یورپ کے

ایوانوں میں انقلاب برپا کر رہی ہے اور اس سے عالم کفر کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں۔

یہود و نصاریٰ پیغمبر اسلام کی شان میں نئے انداز سے گستاخی کرنے پر اتر آئے ہیں انہوں نے نعوذ باللہ آپ ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنا کر آپ ﷺ کی شان میں توہین کا ارتکاب کیا۔ فرانس کے میگزین ''چارلی ہیبڈو'' نے توہین رسالت کا بار بار ارتکاب کیا۔ اس میگزین کے گستاخ عملہ کو بعض محبان رسول نے واصل جہنم کیا، بعض مسلمانوں نے تحریری شکل میں ان کا جواب دیا اور ناموس رسالت کا دفاع کیا۔ ان محبان رسول میں ہمارے برادرم گرامی حمید اللہ خان عزیز بھی ہیں انہوں نے اپنے موقر مجلّہ کی اشاعت خاص نکال کر ناموس رسالت کا دفاع کیا اور گستاخان رسول کا علمی اور متین جواب دیا۔

اس اشاعت خاص میں تفصیلی مضمون تو حمید اللہ صاحب کا ہے جس میں انہوں نے رسول اکرم کی عظمت وفضیلت، گستاخ رسول کی سزا بیان کرنے کے ساتھ ساتھ گستاخانہ خاکے بنانے والوں کی خوب خبر لی ہے۔ علاوہ ازیں خان صاحب نے مغرب کے دوھرے معیار کو مثالوں سے بیان کیا اور واضح کیا ہے کہ یہ کیسی آزادی کا اظہار ہے جو عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں اور دیگر مذاہب کا مذاق اڑانے کی اجازت تو نہیں دیتی لیکن اس کے سائے میں کڑوروں مسلمانوں کی ہر دلعزیز ہستی محمد رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑا کر مسلم امہ کو مشتعل کیا جاتا ہے؟ واقعی یہ مضمون علمی، تحقیقی اور قابل تحسین ہے۔ دوسرا مضمون مولانا مفتی حافظ عبدالستار حماد کا ہے جو ایک سوال کے جواب میں فتوی کی شکل میں ہے جس میں مولانا گرامی قدر نے گستاخانہ خاکوں کے رد کیلئے امت مسلمہ کی ذمہ داریاں بیان کیں ہیں۔

اس اشاعت میں شامل تیسرا مضمون قاری محمد یعقوب شیخ کا ہے جو حرمین شریفین کے حوالے سے ہے یہ مضمون اشاعت خاص کے متعلق نہیں ہے۔ بہر حال اشاعت خاص کی اس بہترین کاوش پر محترم حمید اللہ خان صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اس خصوصی شمارہ میں ''قانون ناموس رسالت اور تہذیبی تصادم'' کی اشاعت سے ان کے مجلّہ کے 100 شمارے مکمل ہو چکے ہیں۔ تفہیم الاسلام کے 100 شمارے مکمل ہونے پر ہم اس کے مدیر اور دیگر منتظمین کی خدمت میں تہہ دل سے ھدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس مجلّہ کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔

بسم الله الرحمن الرحيم

لماذا يجب الدفاع عن الحرمين الشريفين؟

بقلم مدير التحرير

إنّ العصابات الانقلابية باليمن جماعات وظيفية، مهمتها نشر الفوضى والفساد والتفرقة الطائفية في بلاد الإسلام، وإنما توظيفها بيدأعداء الأمة المسلمة الذين يبثّون الشّرّ والقلق والفتن بين صفوف المسلمين، وفي هذه الخلفية برزت الفئة الحوثية الباغية الضّالة المنحرفة في اليمن الذين دمّروا أرض اليمن وقاموا بإبادة النسل والحرث و هدموا المساجد والمدارس وزعزعوا أمن المنطقة حتى أعلنوا بالاعتداء على المملكة العربية السعودية، ووصل التطاول إلى الاحتلال بقصر الرئاسة اليمنية وعزل الحاكم الشرعي،

فلما تصاعد ظلمهم، استعان حاكم اليمن والشعب اليمنى المملكة العربية السعودية ودول الخليج فأغا ثوهم ولكن قبل الهجوم المضاد المعاكس أتاحت المملكة العربية السعودية فرصةً لهؤلآء البغاة أن يكفوا عن الظلم والطغيان ، و استدعتهم لجرى المفاوضات فلم يستجيبوا وعموا وصموا، فقامت المملكة العربية السعودية بإجراء العملية الحربية تسمّى "عاصفة الحزم" ضد البغاة الظالمين حماية ودفاعاً عن أهل اليمن و حيث أن المبطلين لا يعتقدون في التعايش السلمى أضطرت المملكة العربية السعودية إلىٰ عن إجراء العملية الحربية الأخرى "الأمل" التى استوجبت الخير والبركة والسعادة لأهل اليمن. واستنقذهم من الخادعين، والحمدلله حمداً كثيراً على ذلك. ندعو الله عزو جل أن يمن على خادم الحرمين الشريفين الملك سلمان بن عبدالعزيز بأحسن الجزاء وكتب له ولإخوانه قادة التحالف العربى الإسلامي جزيل الأجر وأيدهم بتتابع نصره وخولهم حسناتٍ فى الدنيا والآخرة..... إنه سميعٌ مجيب.

ولا يخفى علىٰ أهل البصيرة والنهىٰ العزائم الخبيثة لهؤلآء البغاة وأهدا فهم كم صرح زعيمهم أنهم يريدون الاستيلاء على الأرض المقدسة ليعيدوا الشرك و الكفر والبدع والضلال فيها (لا قدّرالله). فقدبدت البغضاء من أفواههم و ما تخفى صدورهم أكبر، ولكن لن يجدى نفعاً لهم ولن يحقق لهم أملاً، بإذن الله، (ولايحيق

المكر السيىء إلا بأهله) [فاطر: ۴۳]

(يريدون ليطفئوا نورالله بأفواهم والله متم نوره ولو كره الكافرون) [الصف: ۸]

ولا يفوتني ذكراً بأن بعض الصحفيين المستأجرين الذين لبسوا الحق بالباطل وأثروا وأنّ إجراء ات السعودية و دول الخليج إنما هي ضد الشعب اليمني، فهذا كذبٌ و بهتانٌ وكتمانٌ الحقيقة، فإن تلك الإجراء ات كانت في مصلحة الشعب اليمني والمسلمين بتوفيق الله سبحانه وتعالىٰ.

جديرٌ بالذكر أن نشكر لمساعي المملكة العربية السعودية وخدماتها في نشر الدعوة

الإسلامية و مساعداتها العلمية والمالية في أنحاء العالم و خاصة يجب علينا أن نعترف بالمنحات المالية ومدّ يد التعاون إلينا كلما وقعت باكستان في أزمةٍ اقتصاديةٍ، وكيف ننسىٰ أياديها عند تفجير القنابل في بلادنا وحدوث الزلازل و سيول الفيضانات و مساعدة المنكوبين للفيضان والزلازل، وهكذا لم تبخل لإغلاقٍ علينا نعمتها عند وقوع الحرب بين الهند و باكستان بالعام 1965م. فإنه لا يشكر الله من لا يشكر الناس. فهل أي مسلمٍ صادقٍ مخلصٍ يمكنه أن يكون ظهيراً للبغاة الحوثيين المجرمين؟ لا يجوز ذلك أبداً. وأماّ العناصر اللادينية فلا وزن لعويلهم وغوغائهم لأنهم قومٌ لا يعقلون، فلا يحظر ببالهم أن الله عزو جل سيدافع عن شعائره، كما جعل كيدأصحاب الفيل في تضليل. وبصرف النظر عن هؤلآء السفهآء، يقوم الشعب الباكستاني جنباً إلى جنبٍ مع بني الإسلام لحماية الديار المقدسة بأموالهم وأنفسهم، بإذن الله سبحانهٗ وتعالىٰ.

إنه يسعدناأن نصدر عدداً خاصّاً لمجلة "المنهاج" بمناسبة الدفاع عن الحرمين الشريفين وإنما هذا العمل المتواضع ليس إلاّ ابتغاءً لمرضات الله تقبل الله منا ووفقنا لم يحب ويرضى.

ندعوا الله عزوجل أن يحفظ المملكة العربية السعودية من كيد الكائدين و حسد الحاسدين وشرور المنافقين و وفق الله تعالىٰ خادم الحرمين الشريفين ليدوم برفع رأية التوحيد والسنة ويكون مشرفاً علىٰ المعهدات التي تقوم بنشر الدعوة الإسلامية في أنحاء العالم.

بسم الله الرحمن الرحيم

لماذا يجب الدفاع عن الحرمين الشريفين؟

بقلم مدير التحرير

إنّ العصابات الانقلابية باليمن جماعات وظيفية، مهمتها نشر الفوضى والفساد والتفرقة الطائفية في بلاد الإسلام، وإنما توظيفها بيد أعداء الأمة المسلمة الذين يبثّون الشرّ والقلق والفتن بين صفوف المسلمين، وفي هذه الخلفية برزت الفئة الحوثية الباغية الضّالة المنحرفة في اليمن الذين دمّروا أرض اليمن وقاموا بإبادة النسل والحرث و هدموا المساجد والمدارس وزعزعوا أمن المنطقة حتى أعلنوا بالاعتداء على المملكة العربية السعودية، ووصل التطاول إلى الاحتلال بقصر الرئاسة اليمنية وعزل الحاكم الشرعي،

فلما تصاعد ظلمهم، استعان حاكم اليمن والشعب اليمني المملكة العربية السعودية ودول الخليج فأغاثوهم ولكن قبل الهجوم المضاد المعاكس أتاحت المملكة العربية السعودية فرصةً لهؤلآء البغاة أن يكفوا عن الظلم والطغيان، و استدعتهم لجري المفاوضات فلم يستجيبوا وعموا وصموا، فقامت المملكة العربية السعودية بإجراء العملية الحربية تسمّى "عاصفة الحزم" ضد البغاة الظالمين حماية ودفاعاً عن أهل اليمن و حيث أن المبطلين لا يعتقدون في التعايش السلمي أضطرت المملكة العربية السعودية إلىٰ عن إجراء العملية الحربية الأخرى "الأمل" التي استوجبت الخير والبركة والسعادة لأهل اليمن. واستنقذهم من الخادعين، والحمدلله حمداً كثيراً على ذلك. ندعو الله عزو جل أن يمن على خادم الحرمين الشريفين الملك سلمان بن عبدالعزيز بأحسن الجزاء وكتب له ولإخوانه قادة التحالف العربي الإسلامي جزيل الأجر وأيدهم بتتابع نصره وخولهم حسناتٍ في الدنيا والآخرة..... إنه سميعٌ مجيب.

ولا يخفى علىٰ أهل البصيرة والنهىٰ العزائم الخبيثة لهؤلآء البغاة وأهدافهم كم صرح زعيمهم أنهم يريدون الاستيلاء على الأرض المقدسة ليعيدوا الشرك و الكفر والبدع والضلال فيها (لا قدّر الله). فقدبدت البغضاء من أفواههم و ما تخفى صدورهم أكبر، ولكن لن يجدى نفعاً لهم ولن يحقق لهم أملاً، بإذن الله، (ولا يحيق

المكر السيىء إلا بأهله) [فاطر: ٤٣]
(يريدون ليطفئوا نور الله بأفواهم والله متم نوره ولو كره الكافرون) [الصف: ٨]

ولا يفوتني ذكراً بأن بعض الصحفيين المستأجرين الذين لبسوا الحق بالباطل وأثروا وأنّ إجراء ات السعودية و دول الخليج إنما هي ضد الشعب اليمني، فهذا كذبٌ و بهتانٌ وكتمانٌ الحقيقة، فإن تلك الإجراء ات كانت في مصلحة الشعب اليمني والمسلمين بتوفيق الله سبحانه وتعالىٰ.

جديرٌ بالذكر أن نشكر لمساعي المملكة العربية السعودية وخدماتها في نشر الدعوة

الإسلامية و مساعداتها العلمية والمالية في أنحاء العالم و خاصة يجب علينا أن نعترف بالمنحات المالية ومدّ يد التعاون إلينا كلما وقعت باكستان في أزمةٍ اقتصاديةٍ، وكيف ننسىٰ أياديها عند تفجير القنابل في بلادنا وحدوث الزلازل و سيول الفيضانات و مساعدة المنكوبين للفيضان والزلازل، وهكذا لم تبخل لإغلاقٍ علينا نعمتها عند وقوع الحرب بين الهند و باكستان بالعام 1965م. فإنه لا يشكر الله من لا يشكر الناس. فهل أي مسلمٍ صادقٍ مخلصٍ يمكنه أن يكون ظهيراً للبغاة الحوثيين المجرمين؟ لا يجوز ذلك أبداً. وأماّ العناصر اللادينية فلا وزن لعويلهم وغوغا ئهم لأنهم قومٌ لا يعقلون، فلا يحظر ببالهم أن الله عزو جل سيدا فع عن شعائره ، كما جعل كيدأصحاب الفيل في تضليل. وبصرف النظر عن هؤلآء السفهآء، يقوم الشعب الباكستاني جنباً إلي جنبٍ مع بني الإسلام لحماية الديار المقدسة بأموالهم وأنفسهم، باذن الله سبحانهٗ وتعالىٰ.

إنه يسعدنا أن نصدر عدداً خاصّاً لمجلة "المنهاج" بمناسبة الدفاع عن الحرمين الشريفين وإنما هذا العمل المتواضع ليس إلاّ ابتغاءً لمرضات الله تقبل الله منا ووفقنا لم يحب ويرضىٰ.

ندعوا الله عزوجل أن يحفظ المملكة العربية السعودية من كيد الكائدين و حسد الحاسدين وشرور المنافقين و وفق الله تعالىٰ خادم الحرمين الشريفين ليدوم برفع رأية التوحيد والسنة ويكون مشرفاً علىٰ المعهدات التي تقوم بنشر الدعوة الإسلامية في أنحاء العالم.

وفي الأخير يجب علينا أن نشكر لجميع أهل القلم الذين زوّدونا بمقالاتهم الثمينة في هذا الموضوع، وكذلك نشكر جميع المحسنين الذين بذلوا أموالهم في نشر هذه "الطبعة الخاصة" جزاهم الله منا أحسن الجزاء و بارك الله في جهودهم المخلصة، والله الموفق والمستعان.

اظہا تعزیت

گذشتہ ہفتے جنرل حمید گل اچانک برین ہیمرج کے حملے سے بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

جنرل صاحب موصوف ایک دلیر، بہادر، محبّ وطن اور محبّ اسلام سپاہ سالار تھے۔ انہوں نے ہمیشہ مظلوم مسلمانوں کے حق میں صدائے حق بلند کی، دشمنان اسلام (ہنود و یہود اور نصاریٰ) کے دلوں میں ہمیشہ وہ کانٹے کی طرح چبھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی بشری لغزشات سے درگزر فرما کر انہیں جنت نصیب فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین

ہم عبداللہ گل اور باقی دیگر پسماندگان کے ساتھ اظہار تعزیت کرتے ہیں اور ان کے غم میں شریک ہیں۔

شریک غم/ ادارہ المنہاج ملتان پاکستان

الحوثيون: القاتلون المستأجرون باليمن

الأستاذ رياض الرحمن القرشي

لم يخطر ببال أحدٍ أن إسرائيل وأمريكه وايران سوف يتحدون لتشجيع البغاة الحوثيين، فيدمروا أمن اليمن،ثم يعلنوا با لا عتدا ء على المملكةالعر بية السعو د ية إعلا ناً واضحاً ،و يتحد ثو ا للا ستيلا ء على الحر مين الشر يفين (قا تلهم الله)

أ ما اعلا ن الا ستيلا ء على بلد الحر مين الشر يفين من عند الحوثيين،فا نه ليس من عند هم فحسب بل هو إعلا ن الحرب ضد ا لإسلام والعا لم الإ سلا مى من عند أ مر يكا وإسرا ئيل و نصرا ئهم، وإنما تلک معر كة الحق والبا طل،و هى حر بٌ بين حرا س الحرمين الشر يفين و بين البغا ة المحا ر بين المستأ جرين الذين بعثوا ضد المملكة العربية السعودية والعا لم العر بى ،للتخر يب والتد مير، فقد قاموا بإبادة النسل الا نسا نى بغا ية القسو ة والضر اوة ،وانهم لا يزا لو ن يستحقو ن الحضار ة والتمد ن والأخلاق والمزا يا، وقد قا موا بتخر يب بلا دٍ عا مرةٍ لا تبا ع أ هوا ئهم، حتىٰ بهت لو ن مظا لم "جنكيز خان "وهلاكو"امام اعتدائهم......عند ذلک استمد المظلو مو ن من الا خوا ن المسلمين بتضاعد الآ ها ت والز فرا ت فأ غاثهم المملكة العر بية السعو د ية با لتحمس الد ينى و با لدا عية الإ نسا نية، بفحوى حد يث الرسولﷺحيث قا ل :"تر ى المؤ منين فى ترا حمهم وتوا د هم و تعا طفهم كمثل الجسد اذا شتكى عضوٌ منه تدا عى له سا ئر الجسد باا لسهر والحمى." [بخارى: 6011]و كذ لک أ مر نا الر سو ل الكريمﷺ بمنع الظا لم من ظلمه وذلک أ يضا تمثيلاً بأ مر الله عز و جل حيث قا ل:

"و ما لكم لا تقاتلو ن فى سبيل الله والمستضعفين من الر جا ل و النسآ ء وا لولدا ن الذ ين يقو لو ن ر بنآ أ خر جنا من هذ ه القر ية الظا لم أ هلها وا جعل لنا من لدنک و لياً واجعل لنا من لد نک نصيراً"[النسآء:٧٥]

و أ ما اتخا ذ المملكة العر بية السعودية هذ ه الخطو ة الحا سمة الحكيمة فى الو قت المنا سب فخاب وفشل بها المشرو ع الأ مر يكى الإ سرا ئيلى، و وقعت ضر بةٌ قا سيةٌعلى البر نا مج الإيرا نى، لأنها تعضد الحو ثيين من و رآء ستارٍ و مع

ذلک ترفضه و لا شک أن إيران منحازةٌ سرياً ولكنها تتظاهر غيرمنحازةٍ و تقدم خدمتها للتحكيم ،يا للعجب !!! إن كانت إيران مؤيدةٌ للحوثيين ،فلم لا يجوز للجمعيات الدينية أن يقمن بالدفاع عن المملكة العربية السعودية وبالصيانة للحرمين الشريفين بمقتضى الحمية الدينية ؟و لم يتخلفن عن بذل الأنفس و الأموال في صيانة بيت الله عز و جل ؟

إن هذه المحاربة ليست بين أهل السنة والشيعة ولكنها تنسب إليهما ،و كذلک إنها ليست بين السعودية وإيران ولكن تنشر الدعاية بهذا الاسم ،لماذا؟ لأن اليد الإيرانية منذ البداية إلى النهاية بارزةٌ خلف هذه الدعاية.

المعلومات التاريخية حول الطائفة الحوثية

كان رأس هذه الطائفة الطاغية يسمى "بدرالدين الحوثي" والذى أقام بإيران ضيفاً لمدة ثمانية أعوامٍ"فتدرب فكراً واعتقاداً وعسكرياً من هناک ثم عاد إلى اليمن فجعل يدلل أذهان الناس و يثيرهم على البغي، فلما مات دفع الى الزعامة ابنه حسينٌ يقلب "إمام الزمان" فحصل على تأييدٍ مؤزرٍ.

كان هذا الغاشم ذئباً مفترساً والذى هجم على المسلمين أهل السنة هجوماً متواصلاً ، فأخرجهم أولاً من البيوت وجمعهم في ميدان لبعضٍ الوقت وخلال غيابهم زرعت ألغامٌ بارودية في بيوتهم ثم أمرهم بالعودة إلى المنازل فكلما دخلوها انفجرت الألغام فجأةً و ضج المكان بالتفرقعات وجعلت قطعات لحوم الناس والبهائم تطير في الفضاء .إنا لله و إنا إليه راجعون .من أين حصلوا على هذا المقدارالكثير من البارود؟يجب علينا أن نفتش عن مصدر ذخائر البارود.

يعلن التقرير أن ثلاث ذخائر من البارود كانت قبضت عليها،التي أهدى لهم إيران، وبالإضافة إلى ذلک أسطول من عند قبض إيران عليه في الحدود البحرية أليست هذه الوقائع تكشف الغطاء عن الحقيقة ؟و في العام 2004م استعجل الحوثيون سرعة الهجومات على أهل السنة تعجيلاً تحت قيادة حسين بدرالدين فجعلوا يغصبون الأملاک و يكثرون قتل النفوس،و في أثناء ذلک قتل حسينٌ في هجومٍ معاكسٍ ،فملأ الفراغ الزعيم الحالي عبد المالک الحوثي الذى زاد سرعة البغي، و في 20 ينابر2015م استولى البغاة على عاصمة اليمن "صنعاء" و

شنوا الإ غا رة على عدن و خر بوا النظا م ،و أ علن بعض العنا صر با لا ستيلا ء على العرا ق والشا م و لبنا ن واليمن بو فو ر الفرح ،واذ عوا أ ن الهد ف الآتى سيكون المملكة العر بية السعو دية فيحتلو ن الكعبة المقد سة،

أليس ذ لک اعتدا ءً من عند الحو ثيين و نصرا ئهم؟ من العجب أن المملكة العر بية السعو دية لما دا فعت عن حو ز ة الو طن و قا مت لنصر اليمن و جمهو ر ها صا حت الأقوا م أ ن ذ لک عدوا نٌ و تد خل !!!

ولٰكن اذا كا نت البغا ة ند بوا نصرا ئهم من أ مر يكا وإسرا ئيل وإيرا ن ، لميكن ذلک تد خلاً واعتداءً !!! يا للعجب إ نه معيار مز دو جٌ!!

يقو ل بعض المفكر ين: "ينبغي للحكومة البا كستا نية أ ن لا تقتحم حرب السعو دية الايرانية" إنما هذ ه الفكر ة سطحيةٌ غير متعمقة، فإ ن كا نت تلك الحرب من عند إيرا ن ،فلا تطيب لنا بها أ نفساً، ولا بدلنا من د فا ع السعو دية لأ ن المملكة العر بية السعو دية هى التي قا مت بجا نبنا كلما نز لت بنا كا ر ثةٌ ،و هى التى أ زا لت الغمة عنا دا ئماً وإن كانت تلك الحر ب من عند البغا ة ،فلا يجوز لنا أن نقف على الحياد منهم ،لا ن د حض الفتنة واجبٌ و لا بد منه .

و أ ما عملية السعو دية فهى عند استد عا ء الحكومة اليمنيةو ذ لک بمو جب ما د ة (ا ٥)للأ مم المتحد ة و ا نما هى نفس الما د ة (ا ٥)التى تتخذ ايرا ن اجرا ء ا تٍ بمو جبها فى العرا ق والشا م با لتعا و ن الأ مر يكى .

أ ما إجرا ء ا ت إيرا ن هذ ه فا ن أ مر يكا مؤ يد ةٌ لها قو لاً و فعلاً ، فتنصر ها با لما ل و أ يضاً بالاعتداء الجو ى و لكن من العجب أ ن إيرا ن مع تأ ييد ها للبغا ة الحو ثيين من ورا ء الستا ر ،تنكر هذا التعضيد !!! وكذلک معا ملة إيرا ن ببا كستا ن فهى مذ هلة بل مزعجةٌ ،إنها تكثر و ابلاً من الر صا ص با لثغو ر الشمالى على باكستان و تهلک أ فرا داً من الجنو د والمد نيين و تر تكب مخا لفة الحدو د الثغر ية و تهددوتوعد كل يو م.

وأ ما هد ية إيرا ن الا خر ى لنا فهى تهر يب الأ موال بد لاً من التجا ر ة ،و با لا ضا فة إلى ذ لک هديةٌ مستزا د ةٌ لنا و هى التفر قة الطائفية والعنصر ية والعصبية الجا هيلة،ها تا ن هد يتا ن نلنا هما من إيران!

إن العصبية والتفرقة الطائفية هي التحدي الكبير لباكستان ويجب علينا أن نسويها ونقضي عليها بوجه السرعة الحاسمة لأنها ألحقت بنا الضرر الكبير والأذى وأيضا أهلكت معيشتنا ،واذا نقارن هذا الوضع الذي استحدث باليمن بواسطة البغاة الحوثيين فنراه سواءً. فيجب على المملكة العربية السعودية وعلى دول الخليج العربي أن يدحضوا هذه الفتنة دحضاً حتمياً، لأنها تحمل نارا الارهابية ونارا التفرقة الطائفية العنصرية معاً،فإن غفلت عنها البلاد العربية. تسبب تلك الغفلة خسارةً كبيرةً للإسلام والمسلمين. خذوا حذركم يا أهل الاسلام ،

أرى تحت الرماد وميض جمر
ويوشك أن يكون لها ضرامٌ
فإن النار بالعودين تذكى
وإن الشر مبدأه الكلام

وأما جمهورية باكستان الاسلامية فليكن دورها دوراً هاماً من التحيز لإخواننا العرب، ومن الدفاع عنهم دفاعاً موفوراً بدون استحياءٍ ،لأن هذه الحرب ليست للغير وإنما هي لنا للمسلمين ،أينما كانوا،فالدفاع عن الحرمين الشريفين وعن المملكة العربية السعودية من مقتضيات الجهاد في سبيل الله،واشتراك قواتنا المسلحة في هذا الجهاد واجبٌ ديني، وأما وقوفنا إلى جانبهم فهو ليس بايجارٍ ولا بمقاولة وإنما هو صداقة ووفاءٌ وأمانة وحرية للضمير. وينبغي لنا أن نتمشى مع الحق ونقف الى جانب جمهور الشعب اليمني وحكومتهم .

وأما القرار البرلماني الباكستاني المهمل فانه من عند الجهلاء العلمانين، لا وزن له وان العلاقة بين باكستان وبين المملكة العربية السعودية علاقةٌ وثيقةٌ متينةٌ على أساس الدين، لا مانع لها وتبقى الى أبدالآباد ،بتوفيق اللّٰه عز وجل.

نو ر العينين فی جمع الأ ر بعين
من أ حا ديث فضا ئل الحر مين الشر يفين

إعداد: أ بو عبد الله ر ياض احمد الأ ثر ی

التقد يم

الحمد الله الذ ی شرف الحرمين بفضله وأ صلی واسلم علی صفوة ر سله أ ما بعد!

فإن اللـه عزوجل فضل بعض الأ مكنة علی بعض ورفع بعضها علی بعض،و من هذ ه الأ مكنة العظيمة مكة المكرمة المد ينة المنو رة .فقد تشرفا بالعظمة والحرمة ما لم ينـل هـذا الشـرف غيـر هـمـا ،فـأمـاالـمكة المكرمةفهی مهبط الوحی الأ ول ومولد الرسول ﷺ و مركز التو حيد وا لد ين وأمّاالمد ينة المنورةفهی دارالهجرة والايمان والسـنة و مد فن الرسو ل الأمين.و نظراً لأ همية الحرمين الشريفين فقد قمت بجمع أربعين حد يثا نبو ية صحيحة جا معة فی فضا ئل الحر مين الشـر يفين ،لتكو ن تذكيرًا لـلـقـراء ،وتشـحيـذاً لهمم الحجا ج والـمعتمر ين. فقد سميتها "نورالعينين فی جمع الأربـعين من أحاديث فضا ئلالحر مين الشر يفين " مقتد يا بمنهج العلما ء السا لفين فـی جـمعهم نخبة من الأحاديث النبوية .و جمعت هذه الأ ر بعين وفق المنهج ا لتا لی :١:ـالتـز مـت الأ حـاديـث الـصـحيحة المسندة إلی النبی ﷺ. ٢ :ـو جـعـلـت لكل حديث عنوا نا منا سبا.٣: ـو قمت با لتخر يج بعد سو ق الأ حا ديث ٤:ـواكتفيت با لإ حـا لة عـلـی الـبـخـار ی و مـسـلم أ و أ حد هماو إن ورد الحد يث فی غير هما بينت مصـدره.

و با لأ خير أ سئل الله تعا لیٰ أ ن يجعل هذا العمل المبا ر كـ لو جه الكر يم و ينفع به جـمـيـع المسلمين إذهو المقصو د ،و منه العو ن و عليه التكلان و با لله المستعا ن .و أقو ل با للّٰه التو فيق .

با ب :أ و ل المسجد فی الأ رض

١ـ عن أ بی ذر قا ل قلت :يا رسو ل الله !أ ی مسجد و ضع فی الأ ر ض أول؟ قال :"المسجد الحرا م "قلت:ثم أي ؟قال:"المسجد الأ قصی" قلت :كم بينهما؟قال:"أ ر بعو ن سنةً"وأ ينما أ د ر كتكـ الصلا ة فصل فهو مسجد"

[رواه البخا ر ی (٣٣٦٦)و مسلم (٥٢٠)واللفظ له]

[رواه البخا ر ی (۱۸۸۱)ومسلم(۲۹۴۳)و اللفظ له]

باب : شد الرحال إلى زيارة المسجد الحرام

۱۰ـ عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال:

"لا تشد الرحال إلا ثلاثة مساجد :المسجد الحرام ،و مسجد الرسول ﷺ،ومسجد الأقصٰی"

[رواه البخا ر ی (۱۱۸۹)ومسلم(۱۳۹۷)واللفظ للبخاری)

باب :فضل الصلاة فی المسجد الحرام

۱۱ـ عن جابر رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال:

"صلاة في مسجدی أفضل من ألف صلاة فيما سواه،إلا المسجد الحرام ، وصلاة في المسجد الحرام أفضل من مائة ألف صلاة فيما سواه."

[رواه أحمد (۳/۳۹۷،۳۴۳،۱۵۳۰۶'۱۴۷۳۵)وابن ماجه (۱۴۰۶)واللفظ له قال البوصيری :هذا إسناد صحيح، إنجاز الحاجة شرح ابن ماجه (۲/۲۱۳)وصححه الألبانی أيضا فی صحيح ابن ماجه]

باب:الصلاة فی الكعبة

۱۲ـ عن ابن عمر رضی الله عنهما أنه قال:دخل رسول الله ﷺ البيت هو وأسامة زيد و بلال و عثمان بن طلحة،فأغلقوا عليهم ،فلما فتحوا كنت أول من ولج فلقيت بلالا فسألته :هل صلی فيه رسول الله ﷺ ؟ قال:نعم،بين العمودين اليمانيين .

[رواه البخاری (۱۵۹۸)واللفظ له ومسلم (۱۳۲۹)]

باب:الحجر قطعة من البيت والصلاة فيه

۱۳ـ عن عائشة رضی الله عنها قالت :سألت النبی ﷺ عن الجدر ،أمن البيت هو؟قال:نعم.قلت:فما لهم لم يدخلوه فی البيت ؟قال:"ألم تری قومک قصرت بهم النفقة"قلت:فما شأن بابه مرتفعا؟قال:"فعل ذلک قومک ليدخلوا من شاؤا و يمنعوا من شاؤا ،ولولا أن قومک حديث عهدهم بجاهلية فأخاف أن تنكر قلوبهم ،أن أدخل الجدر فی البيت وأن ألصق بابه بالأرض."

[رواه البخاری(۱۵۸۴)ومسلم(۱۳۳۳)واللفظ للبخا ر ی]

با ب :جوا ز الطوا ف صلاۃ التطو ع فی أ و قا ت الکرا ھۃ بمکۃ

۱۴۔ عن جبیر بن مطعم ،أن النبی ﷺ قال:

"یا بنی عبد منا ف ،لا تمنعو ا أ حدًا بھذا البیت و صلی أ یۃ سا عۃ من لیل أونھار. "

[رواہ أ بو داود (۱۸۹۴)والترمذی(۸۶۸)فقا ل:حد یث حسن صحیح والنسائی (۵۸۵)وابن ما جہ(۱۲۵۴) وأحمد (۴/۸۰)وابن خزیمۃ(۱۲۸۰)وصححہ الحا کم علی شر ط الشیخین (۱/۴۴۸)ووافقہ الذ ھبی]

با ب :أ ھمیۃ حج البیت

۱۵۔ عن ابن عمر ر ضی اللہ عنھما قا ل:قا ل رسو ل اللہ ﷺ:

"بنی الإسلا م علی خمس:شھا دۃ أ ن إلہ إلا اللہ ،وأ ن محمد عبد ہ و رسو لہ ، و إقا م الصلا ۃ ،وإیتا ء الز کا ۃ ،وحج
البیت،وصو م رمضا ن."

[رواہ البخا ر ی (۸)و مسلم (۱۶)واللفظ لہ]

با ب :فضل حج البیت

۱۶:۔ عن أ بی ھر یرۃ ر ضی اللہ عنہ قا ل:قا ل رسو ل اللہ ﷺ:

"من حج ھذا البیت فلم یر فث و لم یفسق ر جع کما و لد تہ أ مہ. "

[رواہ البخا ر ی (۱۸۱۹)و مسلم (۱۳۵۰)واللفظ للبخا ر ی]

با ب :فضل طوا ف الکعبۃ

۱۷۔ عن عبید بن عمیر أ ن ابن عمر کا ن یزا حم علی الر کنین ز حا ما ،ما رأ یت أ حدًا من أ صحا ب النبی ﷺ یفعلہ ،فقلت: یا أ با عبد الرحمٰن ،إنک تزاحم علی الر کنین ز حا ما ما رأ یت أ حدًا من أ صحا ب النبی ﷺ یزاحم علیہ! فقا ل:إن أ فعل، فإنی سمعت رسو ل اللہ ﷺ یقو ل: إن مسحھما کفا رۃ للخطا یا ،و سمعتہ یقو ل : "من طاف بھذا البیت أ سبوعاً فأ حصا ہ ،کا ن کعتق رقبۃ،و سمعتہ یقو ل:لا یضع قد ما و لا یر فع أ خر ی إلا حط اللہ عنہ بھا خطیئۃ، و کتبت لہ بھا حسنۃ."

[رواہ أ حمد (۲/۳،۱۱،۸۸،۹۵)والتر مذی (۹۵۹)وقا ل:حسن وابن خزیمۃ

(۲۷۲۹)وابن حبا ن (۱۰۰۳) وقال الألبا نی: إسنا د ہ صحیح راجع:الصحیحة (۲۷۲۵)]

باب:فضل الحجر الأسود

۱۸۔ عن ابن عباس قال:قال رسول الله ﷺ :"نزل الحجر الأسود من الجنة ،و هو أشد بیاضا من اللبن ، فسودته خطایا بنی آدم." [رواه أحمد (۱/۳۰۷،۲۷۹۶)والترمذی (۸۷۷)وقال :حسن صحیح والنسائی (۲۹۳۵)و صححه الألبانی أیضا ،و هو مخرج فی الصحیحة (۲۶۱۸)]

باب :فضل ماء زمزم

۱۹۔ عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه یقول :سمعت رسول الله ﷺ یقول: "ماء زمزم لما شرب له"

[رواه أحمد (۳/۳۵۷،۳۷۲)وابن ماجه (۳۰۶۲)والبیهقی (۵/۱۴۸)و صححه الألبانی لشواهده راجع : إرواء الغلیل (۱۱۲۳)]

باب:فضل یوم عرفة

۲۰۔ عن عائشة رضی الله عنها قالت :إن رسول الله ﷺ قال:

"ما من یوم أکثر من أن یعتق الله عز و جل فیه عبدًا من النار ،من یوم عرفة ، وإنه لیدنوا ثم یباهی بهم الملائكة، فیقول:"ما أراد هؤلآء ؟" [رواه مسلم (۱۳۴۸)]

باب:فضل المدینة

۲۱۔ عن أبی هریرة رضی الله عنه یقول :قال رسول الله ﷺ :

"أمرت بقریة تأکل القری ،یقولون یثرب ،و هی المدینة تنفی الناس کما ینفی الکیر خبث الحدید."

[رواه البخاری (۱۸۷۱)ومسلم(۱۳۸۲)]

باب:المدینة طابة

۲۲۔ عن جابر بن سمرة قال :سمعت رسول الله ﷺ یقول:"إن الله تعالیٰ سمی المدینة طابة."

[رواه مسلم (۱۳۸۵)]

باب تحریم المدینة

٢٣۔ عن أ بی سعید الخد ر ی عن النبی ﷺ قا ل:
"اللھم إن إبرا ھیم علیه السلا م حر م مکة فجعلھا حرا ما و إنی حر مت المدینة حرا ما ما بین مأ ز میھا ،أ ن لا یھراق فیھا د م ،و لا یحمل فیھا سلا ح لقتا ل ،و لا یخبط فیھا شجر إلا لعلف ."
[روا ہ مسلم (١٣٧٤)]

باب :حدود حر م المد ینة

٢٤۔ عن علی ر ضی اللہ عنه فقا ل :من زعم أ ن عند نا شیئا نقرأ ہ إلا کتا ب اللہ و ھذ الصحیفة فقد کذ ب،و فیھا : قا ل النبی ﷺ:
"المد ینة حر م ما بین عیر إلی ثور،فمن أ حد ث فیھا حد ثا ،أ و آ و ی محد ثا فعلیه لعنة اللہ و الملا ئکة والنا س أجمعین ،لا یقبل اللہ منه یو م القیا مة صر فا و لا عد لا ." الحد یث
[روا ہ البخا ر ی (١٨٧٠)و مسلم (١٣٧٠)واللفظ له)

باب :لا تذ عر ظبا ء المد ینة

٢٥۔ عن أ بی ھر یر ة ر ضی اللہ عنه أ نه کا ن یقو ل :لو رأ یت ا لظبا ء ترتع با لمد ینة ما ذ عر تھا ،قا ل رسو ل اللہ ﷺ:
"ما بین لا بیتھا حرا م. "
[روا ہ البخا ر ی (١٨٧٣)ومسلم (١٣٧٢)]

باب:المد ینة حر م آ من

٢٦۔ عن سھل بن حنیف قا ل :أ ھو ی رسو ل اللہ ﷺ بید ہ إلی المد ینة فقال:
"إنھا حر م آ من."
[روا ہ مسلم (١٣٧٥)]

باب :الو عید لمن أ حد ث با لمد ینة حد ثا

٢٧۔ عن عاصم قا ل :قلت لأ نس بن ما لک ر ضی اللہ عنه :أحر م رسو ل اللہ المد ینة؟قال:نعم،ما بین کذا إلی کذا فمن أحدث فیھا حد ثا ،قا ل :ثم قا ل لی :ھذہ شدیدة:
"من أحدث فیھا حد ثا فعلیه لعنة اللہ والملا ئکة والنا س أ جمعین لا یقبل منه یوم

القيا مة صر فا و لا عد لا"

[رواه مسلم (١٣٦٦)]

باب :فضل سكنى المدينة

٢٨۔ عن سعد ر ضي الله عنه قال:قا ل رسو ل الله ﷺ:

"المدينة خير لهم لو كا نو ا يعلمو ن ،لا يد عها أ حد ر غبة عنها إلا أ بد ل الله فيها من هو خير منه ،و لا يثبت أ حد على لأ و انها و جهد ها ،إلا كنت له شفيعا، أ و شهيدا يو م القيا مة."

[رواه مسلم (١٣٦٣)]

باب:شفاعة النبي ﷺ و شها د ته لمن صبر على لأ واء المدينة

٢٩۔ عن أ بي هر ير ة ر ضي الله عنه أ ن رسو ل الله قال:

"لا يصبر على لأ واء المد ينة و شد تها أ حد من أ متي ،إلا كنت له شفيعا يو م القيا مة أ و شهيدا"

[رواه مسلم (١٣٧٨)]

باب:دعاء النبي ﷺ في ثما ر المدينة و صا عها و مد ها

٣٠۔ عن أبي هريرة رضي الله عنه قا ل:كا ن النا س إذا رأوا أ ول الثمر جا ء وا به إلى النبي ﷺ ،فإذا أ خذ ه رسول الله قال:اللهم ! با ر ک لنا في ثمر نا ،و با ر ک لنا في مد ينتنا ،و با ر ک في صا عنا ،و بار ک لنا في مد نا ، اللهم !إن إبرا هيم عليه الصلا ة والسلا م عبد ک و خليلک و نبيک ،و إني عبد ک و نبيک ،و إنه د عا ک لمكة،و إني أ دعو ک للمد ينة بمثل ما دعا ک لمكة، و مثله معه"قا ل:ثم يدعوا أ صغر وليد له فيعطيه ذ لک الثمر .

[رواه مسلم (١٣٧٣)]

باب :دعا النبي ﷺ للمدينة با لبر كة

٣١۔ عن أ نس ر ضي الله عنه عن النبي ﷺ قا ل :"اللهم اجعل با لمد ينة ضعفي ما جعلت بمكة من البر كة"

[رواه البخا ر ی (١٨٨٥)و مسلم (١٣٦٩)]

باب:حب النبی ﷺ با لمد ینة و دعا ؤ ہ لھا با لصحة

۳۲۔ عن عا ئشة ر ضی اللہ عنھا قا لت:لما قد م رسو ل اللہ ﷺ المد ینة وعک أبو بکر و بلا ل فکا ن أ بو بکر إذا أخذ تہ الحمی یقو ل:

کل امرئ مصبح فی أ ھلہ

والمو ت أ د نی من شر ا ک نعلہ

و کا ن بلا ل إذا أ قلع عنہ الحمی یر فع عقیر تہ یقو ل:

أ لا لیست شعر ی ھل أ بتین لیلة

بوا د وحو لی إذخر و جلیل

وھل أ رد ن یو ما میا ہ مجنة

و ھل یبدو ن لی شا مة و طفیل

قـال:اللھم العن شیبة بن ر بیعة ،و عتبة بن ر بیعة ،و أمیة بن خلف ،کما أخر جونا من أ رضنا إلی أ رض الو با ء ،ثم قال رسو ل اللہ ﷺ :"اللھم حبب إلینا المد ینة کحبنا مکة أ و أ شد ،اللھم با ر ک لنا فی صا عنا و فی مد نا وصححھا لنا، وانقل حما ھا إ لی الجحفة."

روا ہ البخا ر ی (۱۸۸۹)و مسلم (۱۳۷۶)]

با ب:حب النبی ﷺ بجبل أ حد

۳۳۔ عن أ نس بن ما لک ر ضی اللہ عنہ یقو ل :خر جت مع رسو ل اللہ ﷺ إلی خیبر أخد مہ فلما قد م النبی ﷺ را جعاً و بدا لہ أ حد قا ل:"ھذا جبل یحبنا ونحبہ."

[روا ہ البخا ر ی (۱۸۸۹)و مسلم (۱۳۶۵)]

با ب:شفا عة النبی ﷺ لمن یمو ت با لمد ینة

۳۴۔ عن ابن عمر ر ضی اللہ عنہ قال:رسو ل اللہ ﷺ :

"و من استطا ع أ ن یمو ت با لمد ینة فلیمت بھا ،فإ نی أشفع لمن یموت بھا. "

[روا ہ أحمد (۲/۷۴،۵۴۳۷)والترمذی (۳۹۲۶)وقا ل:ھذا حد یث حسن صحیح غر یب ،وابن ما جہ (۳۱۱۲)وصححہ الأ لبا نی فی صحیح الجا مع الصغیر (۲۰۱۵)]

با ب:المد ینة کا لکیر ،تنفی الخبث

۳۵۔ عن جا بر بن عبد اللہ ر ضی اللہ عنہ قا ل:جا ء أ عرا بی إ لی النبی ﷺ فبا یعہ علی الإسلا م :فجا ء من الغدمحموما فقا ل:أ قلنی ،فأ بیٰ ثلاث مرار، فقال:"المد ینة کا لکیر تنفی خبثھا،و تنضع طیبھا"

[رواه البخاری (۱۸۸۳) و مسلم (۱۳۸۳) واللفظ للبخاری]

باب: لا یدخل المدینة الطاعون ولا الدجال

۳۶۔ عن أبی ہریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

"علی أنقاب المدینة ملائکة لا یدخلها الطاعون ولا الدجال"

[رواه البخاری (۱۸۸۰) و مسلم (۱۳۷۹)]

باب: عقوبة من أراد أهل المدینة بسوء

۳۷۔ عن سعد بن أبی وقاص رضی الله عنه یقول: قال رسول الله ﷺ:

"من أراد أهل المدینة بسوء، أذابه الله کما یذوب الملح فی الماء"

[رواه البخاری (۱۸۷۷) و مسلم (۱۳۸۷) واللفظ له]

باب: الإیمان یأرز إلی المدینة

۳۸۔ عن أبی ہریرة رضی الله عنه: أن رسول الله ﷺ قال:

"إن الإیمان لیأرز إلی المدینة، کما تأرز الحیة إلی حجرها"

[رواه البخاری (۱۸۷۶) ومسلم (۱۴۷)]

باب: فضل الصلاة فی مسجد النبی

۳۹۔ عن أبی ہریرة رضی الله عنه أن النبی ﷺ قال:

"صلاة فی مسجدی هذا خیر من ألف صلاة فیما سواه، إلا المسجد الحرام"

[رواه البخاری (۱۱۹۰) واللفظ ومسلم (۱۳۹۴)

باب: فضل ما بین القبر والمنبر

۴۰ عن عبد الله بن زید المازنی رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال:

"ما بین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة."

[رواه البخاری (۱۱۹۵) و مسلم) ۱۳۹۰)

باب: فضل مسجد قباء

۴۱۔ عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: کان رسول الله ﷺ یأتی مسجد قباء راکبا وماشیا، فیصلی فیه رکعتین"

[رواه البخاری (۱۱۹۴) ومسلم (۱۳۹۹) واللفظ له]

باب: فضل تمر المدینة

۴۲۔ عن سعد رضی الله عنه یقول: سمعت رسول الله ﷺ یقول:

"من تصبح سبع تمرات عجوة لم یضره ذلک الیوم سم ولا سحر"

[رواه البخاری (۵۷۶۹) ومسلم (۲۰۴۷) واللفظ للبخاری)

الحوثيون: المفسدون في الارض
ليس لهم دواءٌ إلاّ دواءُ عمر رضي الله عنه

عبد الستار التميمي

بسم الله والحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه.
أما بعد!

فإن التقدس للحرمين الشريفين جزء الايمان وكيف لا يكون؟ لأن قبلتنا في الحرم المكي بحيث يتوجه المسلمون إلى الكعبة من جميع أنحاء العالم. فهو بيت الله الحرام، حرّمها إبراهيم عليه السلام و حرّم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة مابين لا بتيها، كما في الحديث الذي رواه البخاري ومسلم.

فيجب علينا أن نعظّم الحرمين الشريفين و من لم يكن في قلبه تعظيم الحرمين فليس بمؤمن فهو يعالج ايمانه وقلبه خالٍ من التقوى. كما قال الله تعالى "ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب" (الحج: ٣٢) فالمزدلفة، والعرفات، والمنىٰ، والحجر الأسود، والصفاء والمروة كلها من آيات الله البينات ومن شعائر الله قال تعالىٰ "ان الصفاء والمروة من شعائر الله" (البقرہ: ١٥٨) لم تهجم المملكة العربية السعودية على اليمن ولكن قد هجمت على الطُغاة والعُصاة والبُغاة في اليمن، فليست هذه المسألة والقضية سياسية بل هذه القضية قضية دينية.

تدعو الله سبحانه و تعالىٰ ان يحفظ المملكة العربية السعودية و أهلها وأسرة آل السعود الذين أقاموا المملكة على أساس التوحيد والسنة فنحن نحب ونعظم الحرمين الشريفين. كما قال النبي ﷺ: أحبوا العرب لثلاث: انى محمدٌ عربيٌ ولغة الله عربيٌ و لغة اهل الجنة عربيٌ" لأجل ذلك نحب العرب ولغتهم (لغة الضاد) ونتعلم عقيده التوحيد ونعرف و نحفظ التراث الاسلامي، وهي مفتاح القرآن والسنة وهي لغة ديننا وعبادتنا، نتلو القرآن ونصلي الصلوات الخمس والأدعية باللغة العربية.

عجباً! ان البلاد الاسلامية عدد هم ٥٧ ولكن ينظرون يميناً و شمالاً في قضية المملكة. فأسف على هذا. فهو شئي محزن و مؤلم و مؤسف و موضع للكراهية. فلا ينبغي لهم في مثل هذا ان يصنعوا.

فهؤلاء الحوثيون عندما أراد أبوهم أبرهه أن يهدم الكعبة وجاء هم بجيش كبير و قد وضع الفيلة في المقدمة و رحل إلى مكة لهدم الكعبة ولما وصل جيش إلى المزدلفة بوادى المحسر و سمع اهل مكة و رأوا كيف نحارب و نقاتل أبرهه فأهل مكة. خلوا السبيل بين الكعبة وبين أبرهه وقالوا: هذا البيت بيت الله، فا لله يحفظه فأرسل الله عليهم الوفاً من الطيور (طيراً ابابيل) فلما رأوا جنود الله فخافوا و دهشوا، فهذه الطيور ترميهم بحجارة من سجيل أى من طين متحجّر محروق فجعلهم كعصف مأكول اى كورق الزرع التي أكلته الدواب، فهلك ابو هم (الحوثيين) أبرهه وهلك الجيش كله بعون الله وقوته و قدرة.

وفي هذا الزمان قد حرّض الحوثيين و رغبهم جدهم ابليس الشيطان الرجيم. "ان الشيطين ليوحون إلى أولياء هم" وكذلك قبل هذا الزمان ايضاً رحل الحوثيون في ٣١٧ھ. من اليمن من الصنعاء لهدم الكعبة قتلوا الحجاج قتلاً شديداً وغصبوا أموالهم و أمتعتهم حتى تلوّنت جدران الكعبة بد ماء الحجاج حتى صعد احدٌ منهم الكعبة فكسر الميزاب و اسقطه من السقف وريئس الحوثيين ابو طاهر القرامطي لعنة الله عليه قبح الله وجهه كسر باب الكعبة فطَع الحجر الاسود قطّعة قطّعة، قطعه الله. وذهب به إلى اليمن و بعد ذالك قد راجعه منصور اسماعيل و عبيد الله المهدى.

وان صاحب البصيرة وسليم الفطرة يعرف أن هولاء المغرورين بعقلهم ـويا شؤم ما قالوا و ما فعلوا، هم للضلال أقرب منهم للا يمان . تحقيقاً لا تعليقاً. قد ضلّ جدّهم ابليس فاضلهم إذقال: أنا خير منه خلقتني من نار وخلقته من طين(الاعراف : ١٢)

فإنه أول من قدّم عقله على أوا مر ربه.

أما يستحي هولاء الحوثيون، يريدون ان يهجموا على الحرمين الشريفين .
فقد صدق رسولنا ﷺ : إذا لم تستحي فاصنع ما شئت " أما يعرفون محبة الحرمين الشريفين؟ وهي ملازمة كتلازم الروح للجسد و الماء للشجر.

كما قال تعالىٰ: أفمن كان على بينة من ربه كمن زين له سوء عمله واتبعوا أهوائهم (محمد: ١٤)

ياأعداء الله! "انصفوا انفسكم قبل أن ينتصف الاخرون منكم" ولعل الله في مثل هؤلاء قال: يريدون ان يطفئوا نورالله با فواههم ويأبى الله إلا ان يتم نوره ولوكره الكافرون (الصف: ٨).

فالكفار و المنافقون خائفون من يقظة المسلمين الموحدين فيجب على المسلمين ان يكونوا مستعدين عن الد فاع للحرمين الشريفين وعن المسلمين في جميع أنحاء العالم.

فان المملكة العربية السعودية، قد احسنت وكذلك تحسن إلى جميع بلاد المسلمين حينما تأتيهم الآفات والآهات فالمملكة السعوديه لا تتركهم وحيداً فريداً بل تكون معهم و بخاصة تحسن إلى باكستان مراراً وتكراراً بعون الله وبتوفيق الله تعالىٰ. فجزاهم الله خيراً واحسن الجزاء في حسن تعاونهم وكما قال الرسول ﷺ: من لم يشكرالناس لم يشكر الله (   )

فالا تسان عبد الاحسان.

إنا مؤسفون على ان المنظمة الامم المتحده ، والمنظمة الدولية والمجلس الامن الدولي قد اغمضوا أعينهم اوعلى ابصارهم غشاوة وعلى قلوبهم اقفالها. واعضاء الجميعة الوطنية الباكستانية كلهم ينظرون يميناً و شمالاً الاما شاء الله (إلاّ القوات المسلحة مستعدة للدفاع عن الوطن وعن دفاع الاسلام دائماً)

یا اخی فی اللہ! ان القوی یختلق الذنوب للضعیف فکن من الا قویاء. إنّ خاک من نصحک فی دینک وأبصرک عیوبک وھداک إلی مراشدک وان عدوک من غرّک ومناک ھل یاتی یوم متی تخرج الرکوب والقوافل من مدینة النبی ﷺ کما کانت تخرج فی عھد رسول اللہ ﷺ : فلنستعد للجھاد بالحوثیین عملاً لأنّ ھذا دواء ھم. فالغضب للہ حمیة ترفع الا قدار والغضب للدنیا نار تعرضک.

وھل یستعد التمیمیون فی العالم لقتال فتنة الدجالیة؟فلا بد الاتصال لقتال فتنة الدجال و یجب، علینا ان لا نتخذ ھوانا إلھنا. کما قال اللہ تعالیٰ: أفرایت من اتخذ إلھه ھواہ واضله اللہ علی علم (الجاثیة: ۲۳).

فا للہ سبحانه وتعالی قد نھانا ان نتخذ الکفار اولیاء من دون المؤمنین وکیف یجوزلنا بان نلقی إلی الکفار بالمودة فقد نھنا اللہ سبحانه و تعالیٰ عن ذلک قال تعالیٰ: یا یھا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودة وقد کفروا بما جاء کم من الحق (الممتحنة: ۲۰) و قال: ان اللہ جامع المنفقین والکفرین فی جھنم جمیعاً (النساء : ۱۴۰)

ان المنافقین لا یعرفون المحب والمبغض ولا یفرّقون بین الا عداء والا صدقاء وبعض منھم ینفرون الاصدقاء. ھم المنافقون سمعون للکفار کما قال اللہ تعالیٰ و فیکم سمعون لھم واللہ علیم بالظالمین ( ) قال تعالیٰ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم سنعذبھم مرتین ثم یردون إلی عذاب عظیم (التوبة: ۴۷)

وقال تعالیٰ یا یھا الذین آمنوا لا تتخذوا أبا ء کم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفرعلی الایمان و من یتولھم منکم فاولئک ھم الظالمون (التوبة: ۲۳)
لا عزة الابالجھاد قال تعالیٰ واعدوالھم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترھبون به عدواللہ و عدوکم و اخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم (الانفال: ۶۰)
قاتلوا المشرکین کافة کما یقاتلونکم کافة واعلموا ان اللہ مع المتقین (التوبة: ۳۶).

کم من فئة غلبت فئةً......والعشرةُ قد غلبت مئةً

قد صدق رسول اللہ ﷺ حیث قال اذا تبا یعتم با لعینة واخذتم اذناب البقر و رضیتم بالزرع و ترکتم الجھاد سلط اللہ علیکم ذلاً لا ینزعه حتی ترجعوا إلی دینکم (ابو داؤد: ۲۹۵۶)

علینا ان نرجع إلی دیننا الخالص الحنیف بالاخذ بالکتاب والسنة علی منھج و فھم السلف الصالح.
الم یعرف الحوثیون. ان لنا قضیة مشترکة و مصالح مشترکة وأھداف مشترکة. ولیس لھم دواءٌ إلاّ دواءُ عمررضی اللہ عنه.
اللھم إنا نجعلک فی نحورھم و نعوذبک من شرورھم.

بسم الله الر حمن الر حيم

إ لی صاحب السمو الملکی خا دم الحر مين الشر يفين سلما ن بن عبد العز يز آل السعود ملک المملکة العر بية السعو د ية حفظه الله ورعا ه.

السلا م عليکم و رحمة الله و بر کا ته و بعد!

فإننا نوافق علی مو قفکم الحاسم ا لسد يد الصا ئب ضدالحو ثيين المفسدين،و نؤ يد قرار "عا صفة الحزم" الذی جا ء لمسا عدة اليمن المبار ک و تحرير هامن البغاةالطا لمين الطا غين الذ ين أ غا روا علی اليمن،وأ فسدوا أهلها،وقتلوا النفوس الأ بر يا ء، وهدموا لمسا جد والمدا رس والجامعات ،وزعزعوا أمن اليمن العز يز.

ونعلن تأ ييد نا الکا مل لهذ ه العملية المبا رکة ،و نؤ کد أ ن القضاء علی الحو ثيين الطا معين و من يدعمهم مهمة شرعية لا منا ص لها لإعا دة الحکم الشرعيی إ لی اليمن.

و ند عو الله عزو جل أ ن يثبت الجنو د المشا رکين فی أ دا ء واجبا تهم ،و أن يحفظ المملکة التی ترفع رآ ية التوحيد والسنة من کيد الکائدين وحسد الحاسدين، ويحفظ قا د تها و شعبها من کل شر، ونسأل الله سبحانه و تعالیٰ أن يمن عليکم بثوب ا لعا فية والصحة الکا ملة ويوفقکم دائماً لخدمة الإسلا م والمسلمين.

آمين يا رب العالمين .

والسلا م عليکم ورحمة الله و بر کا ته

أخو کم فی الدين /مد ير التحر ير وأ عضا ء المجلة

"المنها ج" ملتان با کستا ن

اغراض و مقاصد

★ قرآن وسنت کی منہج سلف صالحین کے مطابق نشر واشاعت
★ عقیدۂ توحید کا پرچار اور شرک وبدعات کا استیصال
★ دین اسلام، عصمت انبیاء کرام، ناموس صحابہؓ واہل بیت کا تحفظ ودفاع
★ فقہی تعصبات سے بالاتر ہو کر اتباع قرآن وحدیث کی خالص دعوت
★ روزمرہ زندگی میں پیش آمدہ مسائل کا قرآن وسنت کی روشنی میں حل
★ قرآن وسنت کے ذریعہ اتحاد امت کی طرف دعوت
★ صحیح اسلامی صحافت کی ترویج
★ نسل نو کی اصلاح کے ذریعہ صحیح اسلامی معاشرہ کا قیام
★ دین حق کی سربلندی واعلائے کلمۃ اللہ کی جدوجہد
★ فرق مبتدعہ اور ادیان باطلہ کا علمی محاسبہ اور تحقیقی مناقشہ

قارئین کرام! سلسلہ وار مجلّہ ''المنہاج'' آپ کا اپنا مجلّہ ہے، اسے خود پڑھیں، دوسروں کو پڑھنے کے لیے دعوت دیں اور اس کی توسیع اشاعت کے لیے دامے، درمے سخنے، قدمے اور قلمے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔